بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرہ سادات پیر سباکؒ

کُنجِ عُزلت زگنجِ شاہی بہ

شُکر دائم زہ گاہ گاہی بہ

یک دَمی یاد او بہ آگاہی

زافسر و تاج شاہی بہ

مصنف: ڈاکٹر چراغ حسین شاہ

ترتیب وتدوین: سید الطاف حسین شاہ

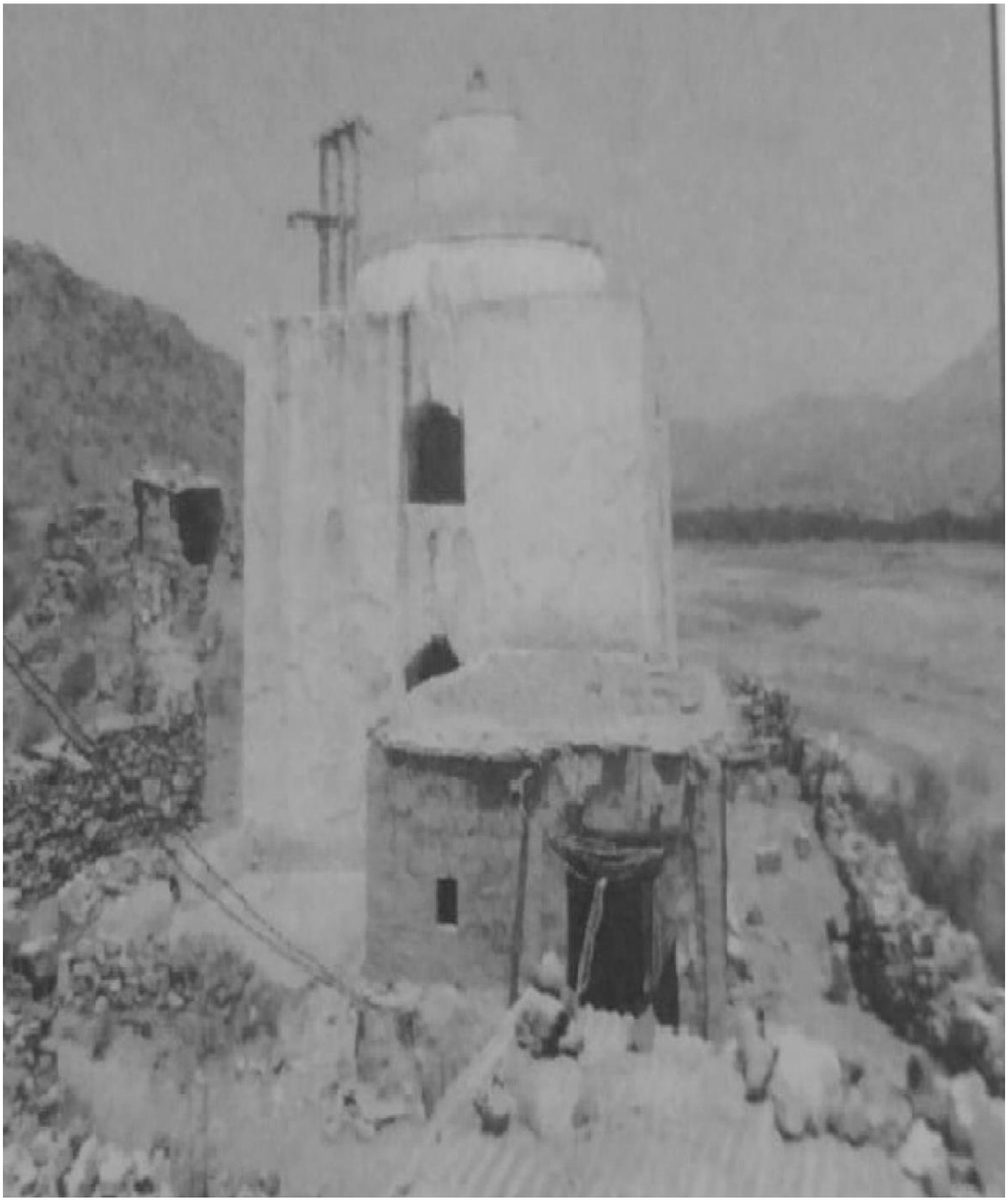

"مقبرہ حضرت پیر سباکؒ۔ متوفی 1024ھ۔ بِلند خیل (ٹل ضلع کوہاٹ)"

تذکرہ سادات پیر سباکؒ (دوسرا ایڈیشن)

فاضل مصنف نے کتاب ہذا کوئی چالیس سال قبل لکھی۔اس دوران کتاب کا پہلا ایڈیشن بالکل نایاب ہو گیا لیکن اسکی طلب برقرار رہی۔اسی عرصے میں موضوع سے متعلق مزید تحقیق کی بنیاد پر ان کے کچھ مضامین ملکی جرائد میں چھپے، اور کچھ دیگر اہل علم حضرات کی کُتب منظر عام پر آئیں، لہذا اس دوسرے ایڈیشن میں ان سب معلومات کو بھی شامل کر دیا گیا ہے تاکہ کوئی بھی اہم شہادت نظر انداز نہ ہونے پائے۔کتاب کی افادیت کو اس طرح بھی بڑھا دیا گیا ہے کہ اب اسمیں پیر سباکؒ کے دوسرے بھائیوں اور انکی اولاد کا ذکر بھی ہے اور کئی دیگر معاصرین کا بھی، یوں ایک جیسے صفاتی نام سے یاد کیے جانے والے بزرگوں کے گڈ مڈ شدہ حالات کی تاریخی حوالوں سے نشاندہی بھی کی گئی ہے۔یہ نسخہ چونکہ خالصاۃ" اردو سافٹ ویر پر لکھا گیا ہے اس لیے پشتو اور دیگر زبانوں کی عبارات اور اشعار بھی اردو رسم الخط میں دیے گئے ہیں۔امید ہے کہ بزرگان عالیہ کے اس سلسلے کے درست حالات و واقعات کو سمجھنے اور انکے اخلاق حمیدہ اور اعمالِ نیک کی پیروی کرنے میں یہ کتاب ممد ثابت ہو گی۔اور ساتھ ہی ساتھ مزید تحقیق کی راہ آسان ہو سکے گی۔

اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی تیاری کے سلسلے میں ہم بطور خاص برخوردارم ڈاکٹر سید نوید الطاف، انجنیئر بلال حسین اور ڈاکٹر شفق الطاف کی محنت شاقہ کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں جنہوں نے تحقیق اور تدوین کے مختلف مراحل میں تکنیکی امداد بڑے پر خلوص انداز میں فراہم کی۔

سید الطاف حسین شاہ

(20 مئی 2017ء)

انتساب

اپنے مشفق و مہربان والد ماجد حاجی الحرمین سیادت پناہ سید حلیم شاہ مرحوم رحمتہ اللہ علیہ اور اپنے نو عمر فرزند سید وقار حسین کے نام جو اس کتاب کی کتابت کے دوران یکے بعد دیگرے 24 رمضان المبارک 1401ھ اور یکم شوال 1401ھ کو مجھے داغِ مفارقت دے گئے۔

اِناللہ وانا الیہ راجعون

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دِکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بِن کھلے مرجھا گئے

چراغ

فہرستِ مضامین

(دوسرا ایڈیشن) تذکرہ سادات پیر سباکؒ .... ت

انتساب .... ث

فہرستِ مضامین .... ج

ذکرالصالحین 1

پیر سباکؒ 8

سخنہائے گفتنی 17

سعی جمیل 19

عرضِ مصنف 22

تذکرۂ سادات پیر سباک 24

اسم گرامی 25

دادا 34

آبائی وطن 37

38 .... آبائی پیشہ

39 .... والد

39 .... بہادر خان باباؒ

45 .... شیخ حسن

46 .... والدہ ماجدہ

47 .... بھائی

47 .... پیر آمر یا عمروؒ

47 .... شاہ منصور

51 .... ڈورا باباؒ

53 .... پیرانِ جنگل خیل کی معروف روحانی شخصیتیں

56 .... قدوۃ المشائخ پیر چالاکؒ

58 .... اخوند چالاکؒ

61 .... پیر سباکؒ کا سنِ ولادت باسعادت اور بچپن کے حالات

61 .... زمانہ تعلم

موضع ولئی 63

کوہ خلوت.. 68

خلفاء ومسترشدین 69

رحیم داد 69

ملک اکو.. 70

شیخ عبدالرحیم المعروف میانجی صاحبؒ 71

شیخ رحمکار حضرت کاکاصاحبؒ 76

طریقہ عالیہ سہروردیہ 88

کرامات وخوارق.. 90

بعدازوفات کرامات وفیوضات 95

وفات، تکفین وتدفین 96

اولیائے عصر سے تعلقات.. 100

اخوند پنجو باباؒ 100

بہادر خان باباالمعروف ایک صاحب اور کاکاخیل خاندان.. 102

103 .... اخون چالاک باباؒ

105 .... حضرت نور محمد المعروف بہ اخوند یونسؒ

105 .... سید السادات شیخ آدم بنوری مشوانیؒ

106 .... حاجی بہادر صاحبؒ کوہاٹی

107 .... سر الاعظم شیخ محمد یحیٰ اٹکیؒ

108 .... میاں محمد عمر صاحب چمکنیؒ

108 .... شیخ جنید پشاوریؒ

109 .... بایزید انصاری المعروف پیر روشان

112 .... روشنائی تحریک اور پیر سبا کی بزرگ

113 .... خوشحال خان اور روشنائی تحریک

120 .... سید علی المعروف بہ پیر باباؒ

124 .... پیر سباکؒ کے بزرگوں کی اصل نسل اور معمولات کے بارے میں تذکرہ کا بیان

126 .... مذہبِ جبریہ

142 .... سلسلہ اولاد واحفاد

پیر زین الدینؒ کی کرامات 153

خاندان راقم الحروف 179

شاہان وامراء وقت کے ساتھ تعلقات 182

پیر سباکی شعراء 184

شجرہ پیر سباکؒ 192

پیر سباک گاؤں۔تاریخ کے آئینے میں 200

کتب حوالہ جات 205

حواشی 210

ضمیمہ نمبرا: حضرت پیر سباق ثانی کے خاندان کی تاریخ (تحریر سید ولی اللہ شاہ پیر سباکی) 218

ضمیمہ نمبر2 222

ملنے کا پتہ 223

باب اول

(i) ذکر الصالحین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاّق ازّل نے انسانیت کی پیدائش اور اسکی نمود نمائش کے بارے میں حرف آخر کے طور پر فرمایا ہے:

یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثی۔۔۔
(سورۃ الحجرات -آیت 13)
ترجمہ: اے انسان کہلانے والو میں نے تمہیں مرد اور عورت کے زوجین سے پیدا کیا۔

اس لئے نہ کوئی انسان خدا کا بیٹا کہلا سکتا ہے۔ جیسا عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ نہ کوئی چاند کی نسل سے یا سورج کی اولاد سے پیدا ہوا ہے۔ جیسا کہ جاپان اور ہندوستان میں یہ عقیدہ موجود ہے۔ اور نہ کوئی بندر کی اولاد سے بحیثیت انسان پیدا ہوا ہے۔ جیسا یورپ والے سمجھتے ہیں۔ بلکہ صرف اور صرف حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہا السلام کے وجود سے انسانوں کو تخلیق کیا گیا ہے۔

1 ۔اسلام نے عالم انسانیت پر یہ احسان عظیم فرمایا کہ کھلی کھلی وضاحت کر دی۔ کہ ہر انسان صرف مرد اور عورت کے اختلاط کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ مخبر صادق۔ عالم ماکان و مایکون۔ نبی اقدس جناب احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ الثناء کی رحمت العالمینی کی شان ہے۔ کہ انہوں نے انسان کی تخلیق کا اصل ماخذ بتا کر عالم انسانیت کا مرتبہ فلک الافلاک کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔ انسانوں کی پوری کائنات میں صرف تین انسانوں کو تخصیص دی گئی۔ ایک آدم علیہ السلام تھے۔ جو بغیر ماں باپ کے۔ دوسری امّاں حوا علیہا السلام ہیں۔ جو بغیر والد کے مثل آدم اُنکی پسلی سے پیدا کی گئیں اور تیسرے

حضرت عیسیٰؑ جو محض حضرت مریمؑ کے وجود سے پیدا کئے گئے۔ باقی تمام خلقنکم من ذکر وا نثی کے عمل ازلی سے پیدا ہوں گے۔ اب نہ کوئی خدا کا بیٹا بن کر آ سکتا ہے۔ نہ کوئی سورج و چاند کی نسل کا دعویٰ کر سکتا ہے نہ کوئی انسان ہو کر بندر جیسی ذلیل ترین جنس سے سمجھا جائے گا۔ ہر قسم کے شبے کا ازالہ ہو گیا۔ تمام کے تمام انسان اپنے والدین سے پیدا ہوئے۔ پیدائش کا کوئی دوسرا ذریعہ ہو ہی نہیں سکتا۔

2۔ آگے چل کر قرآن مجید نے یہ وضاحت بھی کر دی۔ کہ تمدن اور تہذیب کے مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد جب انسانیت قبائل و شعوب میں تقسیم ہوئی۔ تو اس تقسیم کا مقصد صرف انسانوں کی پہچان تھا اور اگر کسی نے اس کو ذریعہ افتخار اور فخر ومباہات گردانا شروع کیا ہے۔ جیسا کہ آج کل نسل پرستی کے کُھلے اعلان ہو رہے ہیں۔ تو یہ تقسیم وجہ افتخار اور باعثِ ضروریات نہیں ہے۔ تمام انسان برابر ہیں۔ (وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِندَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ)۔ البتہ خدا کے ہاں عزت و شان والا وہ ہے۔ جس کا سر ہمیشہ حکم خداوندی کے سامنے جُھکا ملتا ہے۔ بلکہ محسن انسانیت علیہ السلام نے تو یہاں تک اعزاز بخشا کہ: ''کلِ تقیٌ و نقیٌ مِن اَھلِی'' کہ تمام نیک اور پارسا میرے گھر والوں جیسے ہیں۔ اِس احوال کی رو سے قبیلوں اور گروہوں کی تقسیم صرف پہچان کروانے کے لئے بنائی گئی۔ صحیح پہچان کے لیے انسان کے خدوخال، ناک نقشہ، رنگ و بو۔ طور واطوار۔ اخلاق وعادات اور خُو خَصلت بھی پَرکھی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ یہ تمام امور ایک فرد کو خون میں وراثتاً ملے ہوتے ہیں۔ تشریحاً عرض ہے کہ نوح علیہ السلام کے تین فرزندوں میں سے حضرت یافت کی اولاد آج بھی یورپ، یونان، روس، ترکستان، چین اور جاپان میں اپنی مخصوص قطع وبرید اعضاء کے باعث فوراً پہچان لی جاتی ہے' اور دوسرے فرزند حضرت حام کی اولاد مصر، سوڈان، حبشہ، افریقہ اور برصغیر ہندو پاک میں اپنے رنگ و بو سے پہچانی جاتی ہے۔ جبکہ تیسرے بیٹے حضرت سام کی اولاد جو عرب اور اقصائے عرب میں آباد اپنے اخلاقِ عالیہ سے فوری پہچان لی جاتی ہے۔ ان کی امتیازی شان باقی نسلوں سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس لئے ان کا مقام بھی زیادہ بلند ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبی برحق مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف میں بالوضاحت موجود ہے۔

3۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابن عبد المطلب ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ تو مجھے بہترین مخلوق عرب میں پیدا فرمایا۔ جب عرب و عجم کے دو گروہ بنائے گئے تو مجھے بہترین گروہ بنی کنانہ میں بنایا گیا۔ جب قبائل بنائے گئے تو بہترین قبیلہ قریش میں مجھے بنایا گیا۔ جب قریش کے کئی گھرانے بنے تو مجھے بنو ہاشم کا بہترین گھرانہ دیا اور میں بھی سب سے بہترین انسان بن کر آیا ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ قد جاء کم نور۔

Wathila b. al-Asqa' reported:

إِنَّ اللّٰہَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي إِنَّ اللّٰہَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ

I heard Allah's Messenger (ﷺ) as saying: Verily Allah granted eminence to Kinana from amongst the descendants of Isma'il, and he granted eminence to the Quraish amongst Kinana, and he granted eminence to Banu Hashim amonsgst the Quraish, and he granted me eminence from the tribe of Banu Hashim.

Sahih Muslim 2276; Jami` at-Tirmidhi, Book 49, Hadith 3964

میرے محترم عزیزم ڈاکٹر سید چراغ حسین شاہ (ایم۔بی۔بی۔ایس) نے اس کتاب کو منظر عام پر لانے کی جو کاوش کی ہے۔ وہ مندرجہ بالا عنوان کی ایک خوبصورت کڑی ہے۔ انہوں نے کتاب کو صرف تعارف کے لئے پیش کیا ہے۔ جو انتہائی ضرورت کی بات تھی۔ اور کہیں بھی فخر و مباہات کے ہار گلے میں ڈالنے کی کوئی سعی نہیں کی۔ اس بات کی جتنی

ستائش کی جائے کم ہے۔ البتہ تعارف کے دوران اگر نسبتِ سادات نے سامان تکرم کو خود بخود اِن کے دامن میں پھیلا دیا ہے۔ تو وہ اس کے پورے مستحق ہیں۔ اس لئے کہ خود معلمِ کائنات فخر موجودات علیہ التسلیما نے کھُلے لفظوں میں فرمادیا ہے۔ جیسا کہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ زرقانی شریف میں حدیث روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ جبریل امینؑ نے مجھ سے کہا۔ کہ میں نے تمام مشارق و مغارب کو چھان کر دیکھا مگر کوئی شخص آپؐ سے بڑھ کر معزز نظر نہ آیا۔ اور نہ کوئی خانوادہ بنو ہاشم سے افضل پایا - چنانچہ کسی کو بنو ہاشم کی نسبت کا اعزاز مل چکا ہو تو اس سے افضل کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔

دوسری جگہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر حسب و نسب ختم ہو جائے گا۔ مگر میرا حسب و نسب کبھی ختم نہ ہو گا۔ پس اگر کسی کا پاک حسب و نسب اس ذاتِ نبوت سے جاملتا ہے تو وہ اس حدیث کی رو سے بڑا خوش نصیب ہے۔ مصنف صاحب بھی اس انعام واکرام کے یقیناً حقدار ہیں۔

4۔ فاضل مصنف نے کتاب میں وہ بات بیساختہ کہہ دی ہے۔ جسے کہنے پر وہ آمادہ نظر نہیں آتے تھے۔ ان کا منشائے تصنیف صرف ''لتعارفو'' کے ضمن میں آرہا تھا۔ لیکن انہوں نے صاحب کتاب حضرت پیر سباک علیہ الرحمت کا نسب شریف خاندان سادات سے منسلک کر کے پیش فرمایا ہوا ہے۔ لہٰذا تکریم و تعظیم خود بخود ان کے قدم چومنے کے لئے آگے آگئی۔ اس بحث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کی نسبت سے تو معزز ہو گئے مگر ان سے "اکرمکم عنداللہ اتقکم" کا عمل پورا نہ ہو سکا۔ ایسا سمجھنا غلطی ہے۔ بلکہ یہاں یہ کہنا بہت مناسب ہو گا کہ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار بھی آنسرور کی اولاد مبارک ہے۔ اور اس اعزاز کے اتنے ہی سزاوار ہیں۔ جتنا پہلے انعام کے حقدار گردانے گئے تھے۔ آنسرورؐ کا یہ فرمان بھی پیش نظر رہے۔ جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو چن لیا۔ بنو کنانہ سے قریش کو منتخب کیا گیا۔ پھر ہاشم کو برگزیدہ کیا گیا۔ اور بنو ہاشم سے مجھے مصطفائی عطا کی گئی۔ کیا ہم یہ شک دل میں لا سکتے ہیں کہ اب ہاشمیوں کو وہ اعزاز حاصل نہیں رہا۔ جو اولاد مصطفٰے کی نسبت سے سرفراز کئے گئے ہیں۔ یقینا جواب نفی میں ہو گا۔

5۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب کی افادیت کو صرف تعارف کے دائرے تک محدود کیا ہوا ہے۔ اور اس سلسلے میں انتہائی طوالت اختیار کی ہے۔ اس طوالتِ زلف یار سے صاف صاف آشکار ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی جانب سے ہر دستیاب ہونے والے حوالے کو بلا تردّد سپرد قلم کرتے وقت فراخدلی کے دامنِ وسیع کو کبھی جھٹکنے کی ضرورت محسوس نہیں کی مضمون کی مطابقت اور مخالفت میں جو معلومات ان تک پہنچی ہیں۔ انہوں نے بلاکم وکاست مکمل دیانتداری سے انہیں ان صفحات کی زینت بنا کر فیصلہ قاری کے حسن صواب دید پر ڈال کر خود سبکدوشی اختیار کر لی ہے جو بھی شخص اتنی عرق ریزی سے کام لے گا۔ بطور مصنف اس شخص کا کارنامہ قابل صد ستائش ہو گا۔

6۔ فاضل مصنف نے اپنے اسلافِ کرام کے راہنما کارناموں کو ان الفاظ میں لکھ کر عوام کو دعوت عمل دی ہے۔ کہ جب سکھوں نے پانچ دریاؤں کی سرزمین سے پاؤں کھسکا کر اٹک کے اِس پار رکھنا چاہا۔ تو یہاں کے مکینوں یعنی یوسفزئی پٹھانوں، خٹک قبائل اور مہمند کے دوش بدوش حضرت پیر سباکؒ کی تقریباً ساری اولاد نے جہاد فی سبیل اللہ میں زور دار حصہ لیا۔ اور جنگ کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہونے پر زوردار نقصان بھی اٹھایا۔ ان کی جائیدادیں۔ جاگیریں ان کی عزت وو قار۔ ان کی جاہ و حشمت سب خاک میں مل گئی۔ لیکن انہوں نے اپنے آبائی شغل رشد وہدایت اور تزکیہ مخلوق کی قندیلیں پھر بھی روشن ہی رکھیں۔ تاریخ نے جلدی جلدی ورق الٹایا۔ اور بساط عالم ہند و پاک پر انگریز کا پھریرا لہرایا۔ پیر سباک علیہ الرحمت کی اولاد اور معتقدین نے زراعت، ملازمت اور تجارت کے باعزت پیشے اختیار کئے۔ لیکن اپنے آبائی طریقہ زندگی کے بہترین مشاغل سے کبھی اجتناب نہ برتا اور تزکیہ نفس۔ تعلیم دین اور رشد وہدایت کے انوار میں خونِ جگر کا تیل پیش کرتے ہوئے نظر آتے رہے۔ یہاں تک کہ اقتدار نے پھر اِن لوگوں کے قدم چومے۔ جو اس کے صحیح وارث تھے۔ ملک پاکستان کی تشکیل ہوئی۔ اور قوم کو پھر موقع ملا۔ کہ وہ اپنے اسلاف کے راہ مقرر پر چلنے کی کوشش کریں۔

7۔ زیر نظر کتاب کی افادیت قابل رشک مقام اختیار کرتی ہے۔ کہ اسی میں ان اسلاف کے کارنامے لکھے ملتے ہیں۔ جن سے ان کے اخلاف اور اہل خاندان نے ظاہری فائدہ ہی حاصل نہیں کیا بلکہ عامۃ المسلمین نے روحانی تسکین اور

باطنی پیاس کے بجھانے کا کسب فیض کیا ہے۔ ان کے چھوڑے ہوئے معاشرے میں آج تک خداترسی، عبادت گزاری، مہمان نوازی بندہ پروری، غیرت و بہادری کے مظاہروں اور نیکی کے فروغ کا پورا پورا سامان قدم قدم پر ملتا ہے۔ اگر ایسے پاکبازوں کا تذکرہ عام نہ کیا جائے۔ تو کیا ان ہم عصر دین الٰہی کے جاری کرنے اور ایک پاؤ کباب اور پیالہ شراب کے عوض ملکِ ہند کو صنف نازک کے ہاتھوں میں دے دینے والوں کا تذکرہ ضروری ہوگا۔ یہ فیصلہ قارئین پر چھوڑا جاتا ہے۔

8۔ فاضل مصنف نے اپنے مضمون کی ابتداء افسانوی طرز تحریر اور ناول نگاری کے طور پر شروع کی ہے۔ جس کی وجہ سے مضمون کے ساتھ ابتداء میں دلچسپی کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ بعض مقامات پر ایک ایک بات کی کئی کئی توجیحات کئی کئی صفحات تک بکھیری گئی ہیں اور عام آدمی اکتاہٹ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن اس طوالت کی موجودگی میں تنقید کی کسوٹی استعمال کرنے والوں کو کہیں راہ فرار ملنی بہت محال ہو جاتی ہے۔ یقیناً قارئین اس تشنگی اور تلخی کے باوجود مصنّف کی ہمت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

بعض حوالہ جات کے لئے کتابی ثبوت بہم نہیں پہنچتا۔ اور صرف ان روایات کا سہارا لینا ضروری ہو جاتا ہے۔ جو سینہ در سینہ چلی آتی ہیں۔ لیکن ان سینوں کے رازوں کو یکسر نظر انداز کرنے کا جواز نا قابل قبول امر بن جاتا ہے۔ اس لئے ہر تاریخ اسی قسم کے روایات سے انہی یاداشتوں کے سہارے رقم کی گئی ہے۔ ان روایات سے عقلاً و نقلاً کوئی نتیجہ اخذ کیا جائے تو اُسے ''خیالات کے تانے بانے'' سے تشبیہہ دے کر حقیقت کی نفی کی جا سکتی۔ تاریخ کی کڑیاں ہمیشہ لکھی ہوئی باتوں سے ثابت نہیں کی جاسکتیں۔ اس قسم کی زبانی روایات، احادیث کی روایات کی طرح چھلنی اور درایت کے چھاج سے چھٹکنے پر صحیح ثابت ہو کر "نقش کالحجر" کا روپ اختیار کر لیتی ہے۔ حرف آخر کو اللہ کا کلام ہے۔ باقی سب کچھ محتاط اور کچھ غیر محتاط زبانوں سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ جو تاریخ کہلانے کے سزاوار بن جاتے ہیں۔ بس تمام زبانی روایات نہ تو غلط ہیں۔ کیونکہ ان کے لنگڑے پن کے لئے ان کے بازؤوں کے نیچے تحریر کی بیساکھیاں موجود نہیں۔ نہ تمام لکھی روایات سب کی سب تحریر کی موجودگی میں صحیح کہلوا سکتی ہیں۔ ان کی قبولیت اور نامقبولیت ان کی صحتِ واقعہ پر مبنی

ہوتی ہے فاضل مصنّف نے اس روش سے ہٹ کر جسے نقالی کے سوا کوئی دوسرا لقب زیب نہیں دیتا۔ زبانی روایات کو رقم کر کے ہر ذہن کو آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ آج نہیں تو کل۔ کل نہیں تو کچھ عرصہ بعد ان کی صحت اور عدم صحت کا ثبوت مل ہی جائے گا۔ آج ان کو پیش کر دینا ہی علم کی عظیم خدمت ہے۔ ماشاءاللہ۔

9۔ فاضل مصنف نے بزرگوں کی کرامات کا ذکر کیا ہے۔ کرامات و خوارق عادات کے بابت اکابرین اصفیاء اور زعماء ولایت فرماتے ہیں کہ کرامات کے صدور کے واقعات کو اس طرح چھپانا چاہئے۔ جیسے کنواری دوشیزہ اپنے ایّام خاص کو دوسروں سے حتیٰ المقدور پوشیدہ رکھتی ہے۔ اگر مشیت خداوندی کے تقاضہ کے مطابق کرامت کا ظہور لازمی ہو تو صاحب کرامات اسے درجہ کمال نہ سمجھے۔ بلکہ بازیچہ اطفال سمجھے۔ البتہ یہ صدور اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ صاحب کرامت کو لکھو کھا مخلوق خدا میں سے ایک خاص سمجھ کر منتخب کیا گیا ہے۔ دراصل کرامت کا صدور صرف دین حقّہ کی حقانیت کے اظہار کے لئے روبہ عمل لایا جاتا ہے۔ صاحب کتاب کی کرامات کتاب میں درج ہیں۔ ان کا اندراج بھی ضروری تھا۔ کہ اسی صدور کے ذکر سے دوسروں کو ترغیب ملے اور ہر آدمی اس کے حصول کے لئے وہ سعی و عمل کرے جس سے یہ مقام نصیب ہوتا ہے۔ یہی اصل دین ہے۔ جس پر کتاب کے مطالعے کے بعد قاری کا ذہن خود بخود منتقل ہو جاتا ہے۔ اور اسے ہی صراط مستقیم کہا جاتا ہے۔ اور یہ صراط مستقیم ہے۔ ان لوگوں کا جن پر اللہ رب العزت نے انعام کیا۔ اور اسی کی طلب پانچ وقتہ عبادت میں ان الفاظ سے کی جاتی ہے۔

"اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم۔"

انعمت علیھم میں وہ ہستیاں ہیں۔ جو انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین، والشہداء والصلحین کے معزز القاب کے سزاوار ہیں۔

10۔ فاضل مصنّف نے ان ہی لوگوں کے تذکرے کو عام کیا ہے۔ جو ختم نبوت کے اعلان کے بعد صدیقین و شہداء اور صالحین کے زمرے کے منفرد مردِ خدا تھے۔ جن کی مخبر صادق نے ان الفاظ میں خوشخبری سنائی تھی۔ کہ عند

الزکر الصالحین۔ تنزل الرحمت۔ یہ ان صالحین کے تذکرے ہیں۔ جن کے بیان سے رحمت کے بادل برسنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ماشاءاللہ

11۔ کارسازِ حقیقی ڈاکٹر صاحب کی اس سعی بلیغ کو اپنے در پر قبولیت کے خلعت سے سرفراز فرمائے اور آنسرورؐ کی اس اولاد کو جن پر ہم پانچ وقت درود و سلام کے دُرِ بے بہا نچھاور کرتے ہیں۔ کی بتائی ہوئی راہ پر آنے والوں کو گامزن رکھے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں روزگار۔

والسلام مع الاکرام

فقیر محمد امیر شاہ قادری الگیلانی

سجادہ نشین سید حسن علیہ الرحمت پشاور

6ذیقعدہ1401ھ

(ii) پیر سباکؒ

یہ مجموعہ محترم ڈاکٹر سید چراغ حسین شاہ صاحب نے مرتب فرمایا ہے۔ اور مجھ ہیچ مدانی کو بھی اس پر اظہار خیال کی ہدایت فرمائی ہے۔ یہ سید صاحب کا حسنِ ظن ہے۔ ورنہ میں نہ تو تاریخ کا طالب علم رہا ہوں اور نہ سلسلہ ہائے انساب کا عالم ہوں۔ صرف چند تاثرات پر اکتفا کروں گا۔

میرے ایک مسدس شہسوارِ کربلا کے آخری بند کے ٹیپ کا شعر ہے۔

خدائے چہ محمدؐ د رسالت د پارہ غورہ کڑ
آل یے د علیؓ د ھدایت د پارہ غورہ کڑ

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہستی کو رسالت کے لئے پسند فرمایا۔ تو علیؓ کی اولاد کو ہدایت کے لئے مختص فرمایا۔اور یہ حقیقت ہے کہ اولاد علی علیہ السلام نے ہمیشہ اپنی سرفروشی اور اسلام کے لئے قربانی اور جانثاری کا ثبوت فراہم کیا۔ میدان مباہلہ سے لے کر میدان کربلا تک یہ پاک طینت اصحاب اعلائے کلمۃ الحق کرتے آئے ہیں۔ چنانچہ اسی لئے حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ :

''سادات کا احترام اس لئے فرض ہے کہ یہ لوگ مقدس دین اسلام پر شدید متعصب اور مصر ہیں۔''

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے۔

یاآل البیت رسول اللہ حبکم فرض فی القرآن انزلہ کفاکم من عظیم الفضل انہ من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

یعنی اے آل البیت رسول ﷺ تمہاری محبت فرض ہے۔ جو قرآن میں نازل ہوئی ہے۔ تمہاری فضیلت کے لئے یہ کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ بھیجے۔اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

أَحِبُّوا اللَّهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ مِنْ نِعَمِهِ وَأَحِبُّونِي بِحُبِّ اللَّهِ وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي

Narrated Ibn 'Abbas: that the Messenger of Allah (ﷺ) said: "Love Allah for what He nourishes you with of His Blessings, love me due to the love of Allah, and love the people of my house due to love of me."

Jami` al-Tirmidhi: Book 49, Hadith 4158

نسب کے متعلق اکثر علماء کا خیال ہے۔ کہ اسلام میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ مگر مجھے اس سے اختلاف ہے۔ اور وہ یہ کہ یہی علماء یہ بھی فرما گئے ہیں۔ کہ اگر کوئی یہ کہہ دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا عبداللہ کے بیٹے نہیں تھے۔ تو کافر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ :۔ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے بنی آدم کی سب سے شریف قوم عرب میں اور پھر عرب میں سب سے بہترین قوم قریش اور قریش میں بھی بہترین قبیلے بنی ہاشم میں پیدا فرمایا۔ اس لئے میں سید اولاد آدم ہوں اور یہ فخر سے نہیں کہتا۔''

حضرت عمرؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ انساب کے سلسلوں کے گویا حافظ تھے۔ صرف انسانی انساب کے ہی نہیں بلکہ گھوڑوں کے انساب سے بھی باخبر تھے۔ اور ان کی نسل اور نسبتی اہمیت پر قائم رہنے کا اندازہ اس سے بھی بخوبی ہو جاتا ہے۔ کہ انہوں نے کسی بھی عربی کو غلام بنانے کی شدید ممانعت کی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ نسل پرستی کو بت پرستی کی حد تک پہنچانا اچھا نہیں۔ لیکن آنحضرتؐ کی نسل کی حیثیت ہی دوسری ہے۔ چنانچہ کنزالعمال میں اس سے متعلق ایک حدیث ہے۔ جس کے راوی حضرت عمرؓ ہیں اور وہ یوں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے ان کی بیٹی کلثوم کے نکاح کی درخواست کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کلثوم ابھی خورد سال ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یہ صحیح ہے۔ لیکن میں آپ کے حسب نسب میں شامل ہونے کا آرزومند ہوں۔ کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام حسب نسب منقطع ہوں گے۔ مگر میرا حسب و نسب برقرار رہے گا۔''

اس لحاظ سے ڈاکٹر سید چراغ حسین شاہ صاحب نے پیر سباکؒ کے متعلق لکھ کر بہت شاندار کارنامہ انجام دیا ہے۔ اور میرے خیال میں یہ بھی ایک عبادت سے کم نہیں۔ نسل کی حفاظت کی اہمیت اس سے بخوبی ظاہر ہے۔ کہ تمام مذاہب میں نکاح کا تصور موجود ہے۔ اگر اس کی غایت تحفظ نسل نہ ہوتی۔ تو اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کیونکہ صرف جنسی جذبے کی تسکین دوسرے ذرائع سے بھی پوری ہو سکتی تھی۔

قرآن حکیم فرماتا ہے:۔

یَاۤاَیُّھَاالنَّاسُ اِنَّاخَلَقْنَاکُم مِّن ذَکَرٍ وَّ اُنثٰی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوبًاوَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوااِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِندَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیمٌ خَبِیرٌ
(سورۃ الحجرات -آیت 13)

''اے لوگو ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور پھر تمھیں شعوب و قبائل میں تقسیم کیا۔ تاکہ تمھیں معرفت حاصل ہو۔ بلاشک تم میں سب سے افضل وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے''

اب اس آیہ شریفہ کا جو عام مفہوم لیا جاتا ہے۔ وہ ظاہر ہے لیکن اس آیہ میں ایک عظیم مفہوم پنہاں ہے۔ اور وہ یہ کہ لفظ لتعارفو سے صرف یہی مراد نہیں۔ کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلکہ اس سے مراد مختلف علوم و فنون کا عرفان ہے۔ کیونکہ جب دنیا میں بکثرت قبائل ہوں گے۔ تو زبانیں بھی کثرت سے ہوں گی۔ اور پھر تمام زبانوں سے مختلف علوم و فنون معرض وجود میں آئیں گے۔ چنانچہ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف نسلوں یا مختلف رنگوں اور زبانوں کو آیت اللہ فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس آیہ شریفہ کا منطوق مفہوم شعوب و قبائل ہی ہے۔ لہٰذا اس موقع پر اتقاکم کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ تم میں سے افضل تر وہ ہے جو سب سے زیادہ بچنے والا ہے۔ یعنی نسل کو مخلوط کرنے سے بچنے والا ہے۔ کیونکہ اس کا لحاظ نہ کیا جائے۔ تو کوئی قبیلہ یا قوم اپنی صحیح حالت میں باقی نہیں رہ سکتی۔ اس کے علاوہ شریعت میں نکاح سے متعلق کفو کی ہدایت کی گئی ہے۔ یعنی زوج اور زوجہ میں برابری اور مساوات کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ اور کفو میں سب سے اہم حسب و نسب اور نسل ہی ہے۔

چنانچہ سید صاحب نے اپنی تالیف میں ذکر بھی کر دیا ہے کہ ان کے خاندان میں جو اولاد غیر سید بیوی سے ہوتی۔ اُسے سیدانی کی اولاد کے برابر نہیں سمجھا جاتا تھا۔ البتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سید صاحب نے یہ جو لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم، حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کی معیت میں اس غار پر تشریف لائے۔ جس میں شاہ اسماعیل

عزلت گزیں تھے۔ اور اس نے خلوت سے جلوت میں آنے کے لئے چار شرائط پیش کیں۔ اور آنحضرت نے انہیں منظور فرمایا۔ درایت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ادب کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔
اخوند درویزہ صاحب نے پیر سباکؒ اور ان کے اجداد کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ شریعت مطہرہ کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :

''اگر کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ناسمجھی میں کسی قوم کے متعلق سوئے ظن اختیار کرو۔ اور پھر نتیجہ میں ندامت حاصل ہو۔''

اخوند درویزہ کی سادات دشمنی ڈھکی چھپی نہیں۔ خوشحال خان بابا کی شہادت سب سے معتبر ہے جو اسی کتاب میں موجود ہے۔ گو کہ خوشحال خان بابا بھی پیر روشن کے متعلق پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے تھے۔ حالانکہ پیر روشن نے جن کا اسم گرامی بایزید تھا۔ شہنشاہ اکبر کے دین الٰہی کے خلاف جہاد کیا تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ بایزید روشن وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ اور سلسلہ چشتیہ کے علاوہ دوسرے سلاسل میں بھی وحدۃ الوجود کے داعی موجود ہیں۔ مولانا جامیؒ نقشبندی مسلک کے پیرو تھے۔ لیکن نظریہ وحدۃ الوجود کے زبردست داعی تھے۔ لیکن حیرت ہے کہ خود حضرت پیر باباؒ چشتی نظامی ہونے کی حیثیت سے وحدۃ الوجود کے داعی تھے۔ پھر اخوند درویزہ نے اسے کیوں شرک سمجھا۔ غالباً تذکرہ ابرار والاسرار میں اخوند صاحب لکھتے ہیں: ''جب مجھے معلوم ہوا کہ پیر تاریک (پیر روشن) اتمانزئی آ گئے ہیں۔ تو میں مرشد علیؒ ترمذی کو ساتھ لے کر وہاں پہنچا جب دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو باہم بغلگیر ہوئے۔ آپس میں ایک وقت تک گفتگو کی۔ اور پھر رخصت ہوئے۔''[1]
گویا اخوند صاحب جناب پیر باباؒ کو اس لئے ساتھ لے گئے تھے کہ آپ پیر روشن کو ملامت کریں گے۔ مگر پیر باباؒ نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ پیر روشن حقیقت میں اللہ والے ہیں۔

---

[1] پیر روشن - (پیدائش 1525)، وفات (1581 یا 1585)

اخوند درویزہ - (پیدائش 1553)

میں نے خود ایک تاریخی مقالہ میں پڑھا ہے کہ پیر روشن کو پیر تاریک کا خطاب ابوالفضل نے دیا تھا۔اور اخوند صاحب اکبر بادشاہ کو اسلام کا بادشاہ کہا کرتے تھے۔ جناب صاحب کے مبلغ علم کا اندازہ اس سے کیجئے۔ کہ اپنی کتاب ارشاد الطالبین میں حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ ''حضرت حمزہؓ کوہ قاف تشریف لے گئے تھے اور وہاں انہوں نے کئی دیو قتل کر ڈالے تھے۔'' اخوند صاحب بات بات پر کفر کے فتوے دیتے ہیں۔اور کوئی خدا کا بندہ جو اس زمانے میں تھا۔ اس سے نہ بچ سکا۔ حتیٰ کہ اپنے مرشد پیر باباؒ کو بھی کئی بار شریعت کی خلاف ورزی کا مرتکب ٹھہرایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل کو صدقہ لینے سے منع فرمایا ہے۔اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ حضور انورؐ کی اولاد طاہر و مطہر رہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اہلِ بیت کو پاک کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

''تحقیق اللہ نے ارادہ کیا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کرے اے اہل بیت اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا۔''

بعض علماء شاید تعصب کی وجہ سے اہلِ بیت سے مراد آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات لیتے ہیں۔اور اس کے جواب میں چند دوسرے متعصب علماء ازواج مطہرات کو اہلِ بیت میں شامل ہی نہیں سمجھتے مگر جانبین افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں۔ اہلبیت میں آنحضرتؐ کی ازواج بھی شامل ہیں اگرچہ اہلِ بیت میں اولیت حضرت علیؓ، حضرت خاتون جنت اور حسنین علیہم السلام کو حاصل ہے۔

Ahlul Bayt (سلام اللہ علیہ)

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔

(Quran, al-Ahzab, 33:33)

Translation: And stay quietly in your houses, and make not a dazzling display, like that of the former Times of Ignorance; and establish regular Prayer, and give regular Charity; and obey Allah and His Messenger. And Allah only wishes to remove all abomination from you, ye members of the Family, and to make you pure and spotless. (Quran-33:33)

Concerning the wives of the Prophet:

Tafsir Ibn Kathir: "This was revealed solely concerning the wives of the Prophet.", Abu Muhammad ‘Abd al-Rahman Ibn Abi Hatim al-Razi recorded that Abd Allah Ibn Abbas (رضي الله عنه) said concerning the Ayah.

Concerning family of Fatima:

Ans bin Malik (رضي الله عنه) narrates that when the Holy Prophet (ﷺ) used to come out for Fajr (dawn) prayer, as he passed the door of Fatimah (سلام الله علیها), he used to say, “O ‘people of the house’, perform your prayer” and then he used to recite the following verse from the Holy Quran: “Allah only desires

to keep away (all kinds of) impurity from you, O 'people of the house'! (the Prophet's family) and to totally purify you,"

► Tirmidhi, al-Jami-us-sahih (5:352#3206)

► Hakim, al-Mustadrak (3:172#4748)

► Ahmad bin Hambal, al-Musnad (3:259,285)

Safiyyah the daughter of Shaybah narrates that Ayesha (رضي الله عنها) said, "The Holy Prophet (ﷺ) came out one morning wearing a cloak which had camel saddles woven on to it with black wool. Then Hasan bin Ali (رضي الله عنه) came and the Holy Prophet (ﷺ) took him under the cloak, then Husain (رضي الله عنه) came and entered beneath it with the Holy Prophet (ﷺ). Then Fatimah (سلام الله عليها) came and the Holy Prophet (ﷺ) took her under the cloak. Next Ali (كرم الله وجهه) came and the Holy Prophet (ﷺ) also included him beneath it. Then the Holy Prophet Muhammad (ﷺ) recited the verse, 'Allah only desires to keep away (all kinds of) impurity from you, O 'people of the house!' (the Prophet's family) and to totally purify you,' (al-Ahzab 33:33)."

► Muslim, as-Sahih (4:1883#2424)

► Ibn Abi Shaybah, al-Musannaf (6:370#36102)
► Ahmad bin Hambal, Fadail-us-sahabah (2:672#1149)

لٰہذا یہ حقیقت متعدد بار مشاہدہ میں آچکی ہے۔ کہ جن سادات کرام نے اپنی نسل کو مخلوط ہونے سے محفوظ رکھا ہے۔ ان میں اپنے آباواجداد کے اوصاف اور اخلاق موجود ہوتے ہیں۔ اسلام میں بڑے سخت ہوتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ان کی زبانوں میں تاثیر ہوتی ہے۔ اور اپنے نانا کی امت پر حد سے زیادہ مہربان ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس جن سادات نے اپنی نسل کی کماحقہ، حفاظت نہیں کی اور یکے بعد دیگرے اختلاط کے مرتکب ہوئے۔ وہ اخلاق نبوی، مروت و شجاعت علیؓ اور خاتون جنت کے سوز قلبی سے کوئی خاص حصہ نہ پاسکے۔ خود حضرات امامین علیہما السلام کو اپنی نسل کا کس قدر خیال تھا۔ وہ ایک واقعہ سے ظاہر ہوگا۔ ایک روز مردان پلید نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ ''اے حسن! جب میں کہتا ہوں (نقل کفر کفر نہ باشد) کہ تمہارے باپ گدھے تھے۔ تو تم جھٹ سے کہہ دیتے ہو کہ میری ماں گھوڑی تھی۔'' استغفر اللہ، استغفر اللہ کیا سمجھے ! بات سمجھنے سمجھانے کی نہیں۔ مگر مجبوراً کہدینی پڑتی ہے۔ کہ مروان کی یہ بکواس بے سبب نہیں تھی۔ اس لئے کہ حضرت امامین کو اپنی نسل پر بجا طور پر فخر تھا۔ مگر مروان نے تلازم بعید میں بتایا کہ گدھے اور گھوڑی سے خچر پیدا ہوتا ہے۔ اب اس سے زیادہ لکھنے کی تاب نہیں۔ آنکھیں بھر آئی ہیں۔ اور صفحہ قرطاس غائب ہو رہا ہے۔

حمزہ شنواری
لنڈی کوتل

(iii) سخنہائے گفتنی

ڈاکٹر سید چراغ حسین شاہ، ایم بی بی ایس، میڈیکل آفیسر، سول ہسپتال لکی مروت، ضلع بنوں پشتو تواریخ کے آسمان پر وہ ابھرتا ہوا ستارہ اور ہونہار نوجوان ہے جو بااین صغیر سنی ملک کے مختلف جرائد میں شائع شدہ اپنے تحقیقی مضامین کی وساطت سے اپنا لوہا ایک حد تک منوا چکا ہے اور آبنائے جنس کے اذہان میں قدر و منزلت کا مقام پا چکا ہے۔ "تذکرۂ سادات پیر سباک" کتابی کائنات میں ان کی نخسیتن قابل ستائش اور فیروز مندانہ تخلیق ہے جو کہ انہوں نے اپنے نامور قبیلے کی بابت سپردِ قلم کی ہے جس کے مورثِ اعلیٰ سید محمود شاہ المعروف پیر سباکؒ متوفی حدود 1025ھ/1616ء مدفونہ بلند خیل ٹل ہیں اور جن کے نام پر ان کا بسایا ہوا قریہ موضع "پیر سباک" آج بھی موجود ہے جس کا سابق نام شہر صفا تھا اور جو سرائے اکوڑہ خٹک تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور کے پاس دریائے کابل (لنڈے دریاب) کے بائیں کنارے پر واقع ہے۔

پیر سباکی سادات، بخاری سیدوں کی ایک شاخ کا نام ہے جس کے افراد پاکستان کے طول و عرض میں اور پاکستان کے باہر چند دیگر ممالک میں بھی سکونت پذیر ہیں۔ اور سلسلہ طریقت کے اختتام کے باوجود عوام میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ کتاب زیرِ نظر زیادہ تر حضرت پیر سباکؒ اور ان کے چند اسلاف اور زمانہ حال تک کے متعدد اخلاف، لواحقین اور معتقدین کا دلچسپ مملو از معلومات اور جامع گنجینہ ہے لیکن ضمناً اس میں چند اور ہستیوں کے اذکار بھی پائے جاتے ہیں جن کا سادات پیر سباک کے ساتھ کسی نہ کسی قسم کا تعلق رہا ہے۔

یہ کتاب متعدد مآخذ کی مدد سے مرتب کی گئی ہے جن میں فن تواریخ سازی میں ید طولیٰ رکھنے والے قاضی عبدالحلیم اثر کے چند مخطوطات کے حوالہ جات بھی شامل ہیں۔ نیز دیگر بقیدِ حیات اصحاب کے خطوط سے بھی حوالے دیئے گئے ہیں۔ فاضل مصنّف نے جس دلیرانہ طور پر اپنے ماخذ کی بیلاگ چھان بین اور ان پر جرأتمندانہ تبصرہ کیا ہے۔ وہ بجائے خود ایک عظیم الشان سانحہ اور قابل ستائش کارنامہ ہے اور جہاں تک میں دیکھ پایا ہوں مصنّف نے یہ کام اخلاص مندی

اور دیانتداری سے سرانجام دیا ہے اور اپنی تحقیق کے دوران نہ تو کٹھن مسائل کی عقدہ کشائی کے وقت ان کی بحث سے پہلو تہی اختیار کی ہے اور نہ اپنے اسلاف کے متعلق بعض ناخوشگوار بیانات کی پردہ پوشی کرنے یا ان سے اعراض کی سعی کی ہے۔

چونکہ جن مآخذ سے کتاب کا تواریخی حصہ مرتب کیا گیا ہے ان میں سنوں کی یا تو قلت اور یا فقدان ہے اسلئے فاضل مصنف کو سنوں کے تعین میں خاصی دِقت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ کتاب کے آغاز میں تو وہ رقمطراز ہیں کہ شہنشاہ جہانگیر نے اپنے دورِ حکومت میں پیر سباکؒ کو ایک جاگیر بخشی لیکن آگے چل کر دوسری جگہ خامہ فرسا ہیں کہ جہانگیر نے اپنی شہزادگی کے زمانے میں مارچ 1603ء/1011ھ میں ایسا کیا (یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مارچ 1603ء/1011ھ کے ہے نہ کہ 1012ھ کے) کتاب میں وافر مقامات پر طویل البیانی دیکھنے میں آتی ہے مثلاً پیر سباکؒ کے ''اسم گرامی'' کے سرخط کے تحت جن سات توجیہات کو سپرد قلم کیا گیا ہے۔ ان میں سوائے I کے باقی سب کے سب دوراز کار تاویلات ہیں۔ ان میں III تا VI تواریخ ساز عبدالحلیم اثر کے مکاشفات ہیں جنہیں حقائق سے دور کار بھی سروکار نہیں اور VII فاضل مصنف کی اپنی مجتہدانہ قیاس آرائی ہے جس سے استفتاء کے وقت وہ یوں نغمہ سرا ہیں:۔ ''میرے خیال میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ۔۔۔ الخ۔'' لیکن جیسا کہ ہر صاحب الرائے پر واضح اور لائح ہے تاریخی استنباط کو '' میرے خیال میں''۔ ''ہو سکتا ہے''۔ ''شاید''۔ ''اغلباً'' اور ایں گونہ احتمالات پر مبنی کرنا تواریخ نگاری کا محفوظ طریقہ نہیں ہے جو کہ کتاب زیر نظر میں اکثر جگہ دیکھنے میں آتا ہے۔ الجملہ یہ کتاب مصنف کی کاوش اور عرق ریزی کا کامیاب مظاہرہ ہے۔ ہرچند کہ جو مسوّدہ مجھے اظہار خیال کے لئے دیا گیا ہے اس میں کتابیات وغیرہ کی فہارس شامل نہیں ہیں جن کا ازدیاد کتاب کی افادیت اور مقبولیت میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔

عقاب خٹک (بی-اے-ایل—ایل—بی-علیگ)،
ایڈوکیٹ، بنوں، 24۔ نومبر 1979ء

(iv) سعی جمیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈاکٹر چراغ حسین صاحب جس پیشے سے تعلق رکھتے ہیں۔اسکے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ اس سے منسلک حضرات تو اپنی عمر گرانمایہ کاایک ایک لمحہ بہت قیمتی جان کر کسب دنیامیں صرف کرتے ہیں۔ان کے پاس بھلااتناوقت کہاں سے آئے کہ وہ اسمیں علم وادب کی بھی خدمت کر سکیں۔ مگر ڈاکٹر موصوف کی زندگی اس تاثر کی عملاً تردید کرتی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نہ صرف ایک دیندار، ہمدرد، مخلص اور خوش اخلاق ڈاکٹر ہیں۔ بلکہ ایک باذوق ادیب، حقیقت پسند تبصرہ نگار،اعتدال پسند نقاداور پختونخواہ کے ایک بلند ہمت قلمکار بھی ہیں۔

اگر آپ ایک طرف اپنے فن و پیشہ کے لحاظ سے عوام میں مقبول ہیں تو دوسری طرف اپنے محققانہ طرز تحریر کی بدولت فضلاءوادباء کے حلقوں میں جانے پہچانے ہیں۔آپ کی طبیعت پر تلاش و تفتیش کا عنصر غالب ہے۔اس لئے ہر وقت خوب سے خوب تر کی تلاش رہتی ہے۔

آپ پشتوادب وتاریخ کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتے ہیں۔پشتو زبان میں آپ کے کئی مضامین قومی شہرت کے حامل رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ گذشتہ سال آپ نے اپنے پشتو مضامین کو ''دودِ چراغ'' کے نام سے چھپوایاہے۔اس مجموعہ میں تحقیقی، تنقیدی اور تاریخی نوعیت کے مضامین شامل ہیں۔ جن کو پڑھ کر آپ کے علمی تحقیق اور تگ ودو کا اندازہ لگایا جاسکتاہے۔زیر نظر کتاب ڈاکٹر صاحب کی علمی خدمات کاایک قابل قدر کارنامہ ہے۔ جس میں آپ نے پختونخواہ میں سادات سلسلے کے ممتاز روحانی پیشواحضرت پیر سباکؒ کے حالات پیش کئے ہیں۔

تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتاہے کہ ہر قوم اپنے اسلاف کے کردار کواپنے لئے سرمایہ فخر سمجھتی ہے۔اور ہر زندہ قوم کے افراد اور ہر مذہب کے پیروکاروں کی یہ تمنا ہوتی ہے۔کہ وہ اپنے اسلاف کے کارہائے نمایاں کو منظر عام پر لائیں۔تاکہ قوم ان کے نقش قدم پر چل کر شاہراہِ زندگی پر کامیابی کے ساتھ گامزن ہوسکے۔ حق کے علمبردار کون

تھے۔ اور باطل کا ساتھ کس نے دیا؟ یہ بات ان حضرات کی تعلیمات کے آئینے میں صاف دکھائی دیتی ہے۔ اور اہلِ تمیز ان کی شخصیت کی اصل قدر و قیمت کا اندازہ اسی آئینے میں دیکھ کر لگا لیتے ہیں۔

علمائے کرام کا کہنا ہے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و تاثیر کی ایک بڑی علامت یہ ہے کہ جو شخص اس کے جتنا قریب ہوا اتنا ہی زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ اس قول کی حقانیت کا بین ثبوت یہ ہے کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے اذہان و قلوب سے بڑے بڑے صاحبانِ تاج و تخت، سلاطین اور جاہ و جلال والے عظیم فاتحین کے نام محو ہو چکے ہیں۔ مگر ان کے مقابلے میں کتنے ہی بوریا نشین، گڈری پوش، روحانیت کے علم بردار عاشقانِ رسولؐ ایسے ہیں۔ جن کا نام و کام صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی زندہ و تابندہ ہے۔ اور تاابد زندہ و تابندہ رہے گا۔

ہر گز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

پختونخواہ میں بھی ایسے بے شمار محبانِ خدا اور عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں۔ جن کی زندگی تادمِ آخر عبادت خالق اور خدمت خلق کی خاطر وقف رہی ہے۔ اور ان کو عمر بھر اگر غم رہا تو صرف یہ کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو کس طرح راہ راست پر لایا جائے۔ ایسے بندگان خدا میں ایک ممتاز شخصیت شیخ المشائخ حضرت پیر سباکؒ کی ذات گرامی ہے۔ جو اپنے دور میں قافلہ حق کے سالار رہے۔ اور کئی صدیاں گذر جانے کے باوجود آج بھی آپ کا نام یہاں کی فضاؤں میں برابر گونج رہا ہے۔ مؤلف موصوف کی کتاب، میں نے اسی نقطۂ نظر سے مطالعہ کی ہے۔ دوران مطالعہ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب نے دستیاب مواد کو حُسن و خوبی کیساتھ مرتب کر کے مفید نتائج کا استنباط کیا ہے۔ کتاب کا انداز محققانہ ہے اور ہر اہم بات کو تحقیق و تدقیق کی کسوٹی پر پرکھا ہے اور مختلف و متضاد روایات کی تنقیح و تحقیق میں دیانتداری کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ مواد کی قلت و کمیابی کے باوجود چھوٹے پرزوں کو جوڑتے ہوئے آپ آگے بڑھے ہیں۔ اور نتیجتہً آپ یہ کتاب ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ "ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء"۔ تاہم بمقتضائے فوق کل ذی علم علیم۔ اس کے حرف آخر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ تحقیق کا کام

ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ برابر جاری رہتا ہے۔ امید ہے کہ اصحاب علم و نظر جناب ڈاکٹر چراغ حسین صاحب کی اس 'سعی جمیل' کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

قدرِ زر زر گرمی شناسد و قدرِ جوہر جوہری

کتاب کے آغاز میں ڈاکٹر صاحب نے ' سباک ' نام کے بارے میں جن توجیحات وتاویلات کا بیان کیا ہے۔ان میں سے میرے نزدیک ''سباک'' اور ''سباق'' قرین قیاس اور زیادہ صحیح ہیں۔ یہ دونوں عربی الفاظ ہیں۔ سبّاک کا مادہ سَبَکَ ہے۔اہل عرب اس کا استعمال یوں کرتے ہیں۔

سبک الفضتہ ای اذابھا وصبھا فی قالبِ

یعنی چاندی کو پگھلایا اور قالب میں ڈھالا یا اور جس طرح پگھلانے سے چاندی پاک وصاف ہو کر اس کے بے کار اجزاء زائل ہو جاتے ہیں۔اسی طرح آپ کی صحبت و تربیت کی بھٹی میں بھی مریدین اخلاق رذیلہ سے پاک ہو کر اوصاف حمیدہ سے متّصف ہو جاتے۔ لہذا ''پیر سباک'' کے نام سے مشہور ہوئے۔سبک الکلام کے معنی میں بھی یہ لفظ مستعمل ہے۔سبک الکلام ای احسن ترضیغہ و تھذیبہ ،یعنی کلام کو صاف و مہذب کیا اور ادبی قالب میں ڈھال دیا۔

یہاں اگر ظاہری معنی'لیا جائے تو فصیح و بلیغ ہونے پر دلالت کرے گا۔سباق کا مادہ سَبَقَ ہے اور کثیر السبق کے معنٰی میں مستعمل ہے یعنی اپنے معاصرین سے بہت آگے بڑھنے والا۔ اور آپ چونکہ اپنے دور میں ظاہری اور باطنی علوم میں نہایت ارفع مقام پر فائز تھے۔ اس وجہ سے پیر سباق (بہت آگے بڑھنے والا کے نام سے شہرت پائی) ۔ واللہ اعلم بالصواب

ڈاکٹر محمد حنیف،

پروفیسر شعبہ دینیات،

اسلامیہ کالج پشاور، دسمبر 1981ء

(v) عرضِ مصنف

1964ء میں محترمی عقاب خٹک نے ''پیر سباک رحمتہ اللہ علیہ'' کی سوانح مبارک لکھنے کے لئے قلم اٹھایا۔اس غرض سے معلومات وحالات جمع کرنے کے لئے ہمارے گھر بھی تشریف لائے۔ والدم صاحب سے اس بارے میں گفتگو کی۔ میں ان دنوں میڈیکل کالج کا طالب علم تھا۔ ادب، تواریخ اور فلسفے سے تھوڑا بہت شغف رکھتا تھااور میری یہ دیرینہ خواہش تھی کہ اپنے خاندانی حالات کو جمع کرلوں۔اس مباحثے نے اس شوق کو ایک نئ جلا بخشی۔اس وقت سے ارادہ کیا کہ انشاءاللہ اپنے خاندانی بزرگوں کے حالات و کوائف کو یکجا کر کے کتابی شکل دوں گا۔ لیکن تعلیم مکمل کرنے کے بعد بھی عرصے تک فراغت میسر نہ آسکی1974ء میں مشہور ادیب اور محقق جناب عبدالحلیم اثر افغانی مدظلہ کی تالیف ''روحانی تڑون'' پڑھنے کا موقع ملا۔اس کتاب کے ایک حاشئے پر پیر سباکؒ کاذکر بھی لکھا ہوا پایا لیکن متاسفانہ۔ اس میں سباک کے نام سے ملقب دو بزرگوں کے حالات کو آپس میں غلط ملط کر دیا گیا تھا۔ یہیں سے یہ عزم مصمم کرلیا کہ اس موضوع پر ایک مستند کتاب لکھی جائے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں اپنے آباءواجداد کے تاریخی حالات سے باخبر ہوں اور ان بزرگوں کی پاکباز، پاکیزہ اور راستباز زندگیاں ان کے لئے مشعلِ راہ ہوں۔ خداوند پاک ان کی اَولاد واَحفاد کو ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے اور شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

اس کتاب کے لکھنے میں میں نے جن مآخذ سے استفادہ کیا وہ کتب حوالہ جات میں آپ کے سامنے ہیں۔ کوشش یہی کی ہے کہ ہر بات حوالے اور سند سے کی جائے اب یہ قارئین کے اختیار میں ہے کہ وہ ان مآخذ کو کس حد تک قابلِ اعتبار سمجھتے ہیں۔ کتابی دنیا میں اس موضوع پر عقاب خٹک کی تصنیف اس بارے میں ان کی اولین کوشش ہونے کی وجہ سے گرچہ قابلِ ستائش ہے لیکن ذرائع معلومات کی کمی اور ہمارے خاندان کی عدم دلچسپی کے باعث اہم نکتے تشنہ لب رہ گئے ہیں دوم خٹک صاحب نہ تو خود سید ہیں اور نہ ہی صاحب کتاب سے کوئی روحانی تلمذ رکھتے ہیں جو اس قسم کی روحانی تصنیفات لکھنے کے لئے بے حد ضروری ہے لیکن اس کے باوجود کتاب مذکور روایت ودرایت کے لحاظ سے ایک تحقیقی اور معیاری تصنیف ہے۔ جناب قاضی عبدالحلیم اثر افغانی مدظلہ، سے بھی اس بارے میں میری طویل عرصے تک خط و

کتابت رہی۔ ان کے خطوں کی روشنی میں چند اہم نکات سامنے آئے۔ بعض پیچیدہ اور حل طلب مسائل میں ان کی رائے میری مدد و معاون ثابت ہوئی۔ اب بھی اگر اس کتاب میں احباب کو بعض خامیاں نظر آئیں تو انہیں یہ امر پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ اس علاقے کے مشائخ عظام اور علمائے کرام کے مستند حالاتِ زندگی کہیں بھی دستیاب نہیں اور جہاں مستند تاریخ اور روحانی تاریخی نوشتہ مواد نہ ملتا ہو وہاں بعض ٹوٹکے اور گھپلے بامرِ مجبوری چلتے ہیں۔ مادی تاریخ اور روحانی تاریخ پر جرح و تعدیل کے پیمانے مختلف ہیں۔ مشائخ کرام کے بارے میں لکھی جانے والی اکثر قدیم کتب میں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہاں پر ان بزرگوں کے حالاتِ زندگی، زمانہ تعلیم و تدریس، اخلاقِ عالیہ، اعمالِ حسنہ اور ارشاداتِ مبارکہ پر بحث کرنے کی بجائے کرامات پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ وہ زمانہ ہی کچھ اس قسم کا تھا۔ شریعتِ مقدسہ پر تو سب بزرگ قائم تھے البتہ راہِ طریقت میں عروجِ روحانی کے لئے ان میں سے بعض کوشاں تھے۔ اس کتاب کے لکھتے وقت سب سے اہم مسئلہ مُستند شجرے کا حصول تھا جبکہ حال یہ ہے کہ کہیں کسی کے پاس ایک عدد قلمی نسخہ یا شجرہ موجود ہے تو وہ ایک ناقابل فہم ڈر کی وجہ سے کسی کو دکھاتا تک نہیں اور نہ ہی خود اس سے کسی قسم کا علمی فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اس قسم کے نجیلوں نے علمی دنیا کو پہلے ہی کافی نقصان پہنچایا ہے اور اب مزید پہنچارہے ہیں۔ پرُانے شجروں میں ناموں اور القابات کا فرق روا نہیں رکھا گیا۔ پشتوں کا بُعد کمی و بیشی کی صورت میں اس طرح قائم کر دیا گیا ہے کہ بیٹے کو باپ کی جگہ لکھ دیا گیا ہے بھائیوں اور چچوں کو اسی سلسلۂ نسل میں سے شمار کر دیا گیا ہے۔ جائے اقامت و نسبت کو ایک نام فرض کر لیا گیا ہے۔ اب یہ ایک تواریخدان اور محقق کا کام ہے کہ ان کو مناسب ترتیب دے۔ میں اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہوں۔ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ وَمَا تَوفِيقِيۡ اِلَّا بِاللہ۔ خدا کرے کہ میری یہ ناچیز کوشش اولیائے کرام اور صلحائے امت کی سیرت و تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اہلِ علم حضرات کو پسند آجائے اور بارگاہِ ایزدی میں شرفِ قبولیت پاجائے۔ آمین۔

(ڈاکٹر) سید چراغ حسین شاہ ،

لکی مروت۔ 25، جولائی 1980ء

باب دوم

تذکرۂ سادات پیر سباک

کنج عزلت زِ گنجِ شاہی بہ
شکر دائم زہ گاہ گاہی بہ
یک دمے یادِ او باگاہی
زافسر و تاج شاہی بہ

نورالدین محمد جہانگیر کا دورِ حکومت تھا [2]۔ ہندوستان میں ہر طرف عدل و انصاف کا دور دورہ تھا۔ بادشاہ اپنے مصاحبین کے ساتھ کابل کی سیر کے لئے جا رہے تھے۔ دریائے کابل میں کشتی رانی کے دوران انہوں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے دو جھونپڑیاں گھاس پھوس اور لکڑی کے ٹکڑوں کی بنی ہوئی ہیں۔ علاقہ ویران تھا۔ دور دور تک آبادی نہ تھی۔ دلہ زاک قبیلے کے یہاں سے نکالے جانے کے بعد اس ویرانے میں آبادی بادشاہ کے لئے باعثِ حیرت تھی۔ خدام سے پوچھا "یہ متوکل علی اللہ لوگ کون ہیں جنہوں نے آبادی کی بجائے ویرانے میں رہنا پسند کیا ہے؟" عرض کیا۔ "حضور! ایک سیّد ہے۔ نیکی اور پرہیز گاری کے پوشاک سے مزیّن ہے۔ رات دن عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا ہے۔ نہایت متوکل اور صابر بزرگ ہے۔" بادشاہ نے خدام سے کہا۔ "اس فقیر کو میرے پاس لاؤ"۔ ملازم آنحضرت کے پاس گئے اور انہیں بادشاہ کی درخواست سے مطلع کیا مگر انہوں نے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا اور کہا۔ "میں فقیر آدمی ہوں میرا بادشاہوں سے کیا کام؟" بادشاہ کے مصاحبین ہر قسم کی منت سماجت پر اتر آئے۔ آخر آنحضرتؒ کو اولی الامر کے پاس جانے کے لئے راضی کر لیا۔ عادل و منصف بادشاہ نے عقیدت و احترام سے انہیں

---

[2] دیکھیے سخنہائے گفتنی (ص14 - 15) اور حواشی کتاب ہذا نمبر 10

بٹھایا۔ پند و نصائح سننے کے بعد بادشاہ نے ان سے دُعا مانگی۔ آنحضرت نے بادشاہِ وقت کے حق میں دُعا کی اور رخصت ہو گئے۔ شہنشاہ جہانگیر نے اپنے ہفت ہزاری منصب دار (صوبیدارِ کابل) خان دوران کو حکم دیا کہ نوشہرہ اور اکوڑہ کا درمیانی علاقہ آنحضرتؒ کو بطورِ نذرانہ دیا جائے۔ آنحضرت مال و دولتِ دنیا سے اتنے بے نیاز تھے کہ انہوں نے اتنی بڑی جاگیر کا مالک ہونے کے باوجود یہاں دفن ہونا تک گوارا نہ کیا لیکن یادِ خداوندی کے لئے صرف ایک خانہءِ خدا تعمیر کیا جو آج بھی "باباجی کی مسجد" کے نام سے مشہور ہے۔

یہ تھے خاندانِ نبوت کے گلِ سرسبد، ایک بزرگ اور ممتاز شخصیت، متوکل عابد اور زاہد مرد، شیخ المشائخ، قطب الاقطاب، عمدۃ الصالحین، زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین، ناصر الملت والدین، پیر طریقت و شریعت حضرت پیر سباک رحمتہ اللہ علیہ۔

اسم گرامی

آپ کا اسم گرامی سیّد محمود یا محمود شاہ تھا۔ پیر سباک کے نام سے مشہور و معروف تھے اور ناصر الدین ان کا لقب تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کو پیر سباک کیوں کہا جاتا ہے؟ اب تک اس کی درج ذیل توجیہات سامنے آچکی ہیں:۔

I۔ "سباک" عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں پگھلانے والا (ملاحظہ ہو عربی لُغت یا سٹینگاس کی ڈکشنری)۔ اب اس کی دو ہی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ یا تو وہ سباکی کا کام کرتے تھے یا کسی کرامت کے ظہور کی وجہ سے اس نام سے معروف ہوئے۔ اب تک ہم اس بارے میں کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتے۔

II۔ حضرت کاکا صاحبؒ کو سبق پڑھانے کی وجہ سے "پیر سبق" مشہور ہوئے اور سباک "سبق" ہی کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اب اس توجیہہ کے بارے میں میرے خیالات درج ذیل ہیں:۔

(i)۔ سباق زمانہ حال کی ایجاد ہے۔ سب قدیم تحریروں میں یہ لفظ ''سباک'' لکھا ہوا ہے۔ اغلباً مفتی صاحب سیاح الدین پہلے شخص (1) ہیں۔ جنہوں نے اپنی تالیف میں ''سباک'' کو ''سباق'' لکھا۔ اب جرنیلی سڑک کے کنارے گاؤں کے نام کی تختی پر بھی ''پیر سباق'' لکھا ہوا ہے۔

(ii)۔ کاکا صاحبؒ کو سبق پڑھانے کے بارے میں صرف زبانی روایات دستیاب ہیں جنہیں ہم اب تک ثابت نہیں کر سکتے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

(ا)۔ کاکا صاحبؒ سبق پڑھنے کے لئے ''باباجی کی مسجد'' میں آتے تھے۔ آج تک مسجد کے اندر ایک پتھر موجود ہے جس کے بارے میں روایت ہے کہ اس پر بیٹھ کر پیر سباکؒ کاکا صاحبؒ کو درس دیا کرتے تھے۔

(ب)۔ اولادِ پیر سباکؒ لنڈی دریا کے درمیان پانی کی ایک سفید لکیر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ وہ راستہ ہے جس پر چل کر کاکا صاحبؒ آیا کرتے تھے اور اسے کرامت سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ پانی کے اندر ایسی لکیریں بنتی رہتی ہیں۔

(ج)۔ کچھ عرصہ ہوا ایک فوجی افسر نے اپنے گاؤں سرڈھیری کٹی خیل میں اپنی اہلیہ کی یاد میں ایک کنواں تعمیر کیا۔ اس سے پہلے یہ روایت تھی کہ اس گاؤں میں میٹھے پانی کا کنواں نہیں کھودا جا سکتا کیونکہ کاکا صاحبؒ نے اس گاؤں کے لوگوں کو بددعا دی ہے اور واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت کاکا صاحبؒ پیر سباک علیہ الرحمتہ سے پڑھنے کے لئے جا رہے تھے۔ راستے میں یہ گاؤں پڑتا تھا۔ کاکا صاحبؒ پیاسے تھے۔ انہوں نے گاؤں والوں سے پانی مانگا۔ گاؤں والوں نے انکار کر دیا جس پر کاکا صاحبؒ نے انہیں بددعا دی۔ (اب کئی پشتیں گزر چکی ہیں ویسے بھی دعا یا بددعا کا اثر سات پشت تک رہتا ہے) عوام الناس بھی آج تک اس گاؤں کا تلفظ ''پیر سبق'' ہی کرتے ہیں۔ ان روایات کا ذکر کرتے ہوئے ہمیں اس حقیقت کو بھی سامنے رکھنا چاہئے کہ اخوند سباکؒ کے نام سے ایک دوسرے بزرگ ضلع مردان کے گاؤں رستم میں مدفون ہیں ہم اب تک یہ نہ جان سکے کہ ان بزرگ کی اولاد ''سباک'' کے کیا معنی بتاتے ہیں۔ اگرچہ ان کی اولاد میں

ایک فرد میاں شاکر اللہ صاحب آف گوجر گڑھی کے ساتھ اس سلسلے میں میری خط و کتابت ہوئی لیکن بہر حال یہ بات ثابت ہے کہ رستم گاؤں کے یہ بزرگ بڑے اخوند اور مدرس تھے۔

مورخ بے بدل جناب بہادر شاہ ظفر کاکا خیل راقم الحروف کے نام ایک خط مورخہ 22 دسمبر 1978ء میں لکھتے ہیں۔ ''سباک'' کو ''سباق'' سمجھ لیا جائے تو یہ اسم مبالغہ ہو جائیگا یعنی بہت زیادہ سبقت کرنے والا۔ ہو سکتا ہے یہ سبقت علم میں زیادتی کے باعث ہو یا کرامت میں۔ بہر حال میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ یہ لفظ درست طور پر ''سباق'' ہے اور عوام میں ''سباک'' مشہور ہوا ہے۔ اگرچہ میاں صاحب روایت کے دوسرے حصے سے متفق نہیں ہیں کہ وہ (پیر سباکؒ) کاکا صاحب کو پڑھاتے تھے۔

III۔ ''خٹک'' اور ''سباک'' دو مترادف الفاظ ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں ''پیر سباک'' تو اس کے معنی ہوئے ''پیر خٹک''۔

یہ نظریہ سب سے پہلے قاضی عبد الحلیم اثر صاحب نے پیش کیا۔ راقم الحروف کے نام ایک خط مورخہ 29 اپریل 1973ء میں لکھتے ہیں:۔

''لفظ سباک اور خٹک دو مترادف الفاظ ہیں۔ جب آپ کہیں گے سباک تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے کہا ہے خٹک۔ اسی ایک ہی نسل کے لوگ قدیم تاریخی یادداشتوں میں خٹک اور سباک دونوں ناموں سے یاد کئے جاتے تھے۔ جب آپ کہتے ہیں ''پیر سباک'' تو اس کے معنی ہیں۔ آپ نے کہا ہے۔ ''پیر خٹک'' ۔اس کی وجہ کتاب ''تواریخ مجمع الانساب'' ملکیت نواب خواجہ محمد خان ارمڑی مرحوم کی درج ذیل عبارت سے معلوم ہو سکے گی۔
"زوجہ لقمان کہ مشہور بہ خطکہ است، سباکہ نام داشت سیاہ فام، سرو قد، قوی ہیکل۔ نہایت ہوشیار دوراندیش بود"۔ اب اسی لقمان اور سباکہ کی نسل ہے۔ خطک بھی کہلاتی ہے اور سباک بھی۔ حضرت سید محمود ابن سید ابو بکر ابن شاہ اسمٰعیل جو کہ خطک (سباک) قبیلہ کے پیر ہونے کی وجہ سے پیر خطک کی بجائے پیر سباک کہلائے۔ اب ظاہر ہے کہ

قبیلہ سباک (خطک) میں آستانہ داروں کے دوسرے خاندان بھی آباد رہے ہیں جن میں ایک فاروقی خاندان کے مشائخ کی ہے اور اسی فاروقی خاندان میں میر امان اللہ عرف اخوند چالاک اور میر فیض اللہ عرف اخوند سباک دو بزرگ ہو گزرے ہیں"۔

اس نظریئے کے بارے میں میرا خیال یہ ہے:۔

قاضی اثر صاحب کا یہ کہنا کہ خٹک سباکہ زوجہ لقمان کی نسل سے ہیں صحیح ہے۔اس کی تصدیق خوشحال خان خٹک کے دو اشعار سے بھی ہوتی ہے:۔

کہ دَواڑہ پنبتنورانہ تسلیم دے
زہ خو بیاد سباکئ انیا خبنتک یم
بولاق کہ ہر حوئخٹک یادیژی
دسباکی انیادلوریہ بددی

مشہور ادیب و مورخ جناب دوست محمد خان کامل اپنی تصنیف "کلیات خوشحال خان" میں اس پہلے شعر کی تشریح یوں کرتے ہیں: "سباکہ لقمان عرف خٹک (جو خٹک قبیلے کا جد امجد ہے) کی زوجہ اور خٹکوں کی دادی تھی۔" لیکن ہم اب تک یہ ثابت نہ کر سکے کہ کسی قدیم یا جدید تاریخ میں قوم خٹک کو سباک لکھا گیا ہو۔البتہ ہیروڈوٹس نے قوم ستا گو دے (SATTAGUDAI) لکھا ہے جو بعض مورخین کے نزدیک خٹک ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم اس نظریئے کو یکسر مسترد بھی نہیں کر سکتے۔اس بات کی تاریخی شہادت ملتی ہے کہ پیر سباکؒ اور ان کے آباءواجداد خٹک قبیلے کے پیر رہے ہیں۔اخوند درویزہؒ اپنی تصنیف "تذکرۃ الابرار والاشرار" میں سید ابا بکرؒ (والد پیر سباکؒ)' ان کے آباءواجداد اور بیٹوں کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''مردم افغانان خطک بتامہم بالیشاں رجوع دارند''۔ (ساری خٹک قوم ان سے رجوع کرتی ہے)۔ خوشحال خان اپنی تصنیف ''سوات نامہ'' میں جہاں پشتونوں کے مختلف قبیلوں کے پیروں کا ذکر کرتے ہیں۔ وہاں خٹک قوم کو۔ ''بوبکری اور منصوری'' کہتے ہیں۔

خٹک واڑہ بوبکری پیر منصوری وولہ بدعتہ لہ فسادہ پہ بری وو

(خٹک سارے بوبکر اور پیر منصور کے تابع تھے اور بدعت وفساد سے محفوظ تھے)۔ پیر منصورؒ، پیر سباکؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ ''تذکرہ'' کے الفاظ ''بتامہم'' اور خوشحال خان کا ''واڑہ'' قابل غور ہیں۔ راقم الحروف کے نام ایک خط میں استاذی محترم جناب جعفر شاہ پھلواری پیر خٹک کی توجیہہ کو قرین قیاس لکھتے ہیں بشرطیکہ خٹک قبیلے کی کسی تاریخی دستاویز سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

IV۔ سہاکی پیر۔ افغان قوم کا ایک تاریخی مزاج ہے اور اس کے منضبط اصول اور قواعد ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ عربی ناموں کو مفقن بنا لیتے ہیں۔ اس قاعدہ کی رو سے اسحاق کو سہاک اور اسحاقی کو سہاکی کہتے ہیں۔ (اثّر) حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کے ایک بھائی اسحاق الموافقؒ تھے۔ کہتے ہیں کہ اسحاق الموافقؒ کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے ''سہاکی پیر'' کہلائے لیکن اس خاندان کے کسی شجرے میں بھی سلسلہ اسحاق الموافقؒ سے نہیں ملایا گیا۔ سب شجرے حضرت امام موسیٰ کاظمؒ سے جا کر ملتے ہیں۔

V۔ ایک توجیہہ یہ ہے کہ ''سبکین'' کے نام سے ایک گاؤں ملک شام میں واقع ہے۔ جناب جعفر شاہ پھلواری لکھتے ہیں۔ ''سبک مصر کا علاقہ ہے۔ تقی الدین سبکی کے بارے میں المنجد فی الادب والعلوم میں ہے ولہ فی سبک متوفیۃ (مصر 748ھ). کئی محدثین اور فقہاء ''سبکین'' گاؤں سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ''سبکی'' کہلائے۔ تاج الدین سبکیؒ ۔ امام تقی الدین سبکیؒ۔ عبدلباقی سبکی۔ سعید سبکی۔ معروف سبکی اور محمد عمر سبکی وغیرہ۔ مولانا میر محمد یعقوب سبکی

(زمانہ حیات ۶۱۶ھ) ایک محدث جلیل اور فقیہہ بے عدیل بھی اسی خاندان میں گزرے ہیں۔ حضرت محمود شاہ اسی مولانا میر محمد یعقوب سکی کی اولاد میں سے ہیں اور اسی نسبت سے ''سبا کی پیر'' ہوئے۔

اکثر پشتون قبائل کی وجہ تسمیہ یا تو جغرافیائی ہے اور یا مادری۔ شیتک (بنوچی) مسمات بانو کے نام کی مناسبت سے بانوزئی (بنوچی) کہلاتے ہیں۔ بی بی متو کی ساری اولاد کو متی قبیلہ کہتے ہیں۔ اسی طرح خٹک۔ نبیٔے زئی۔ مریم زئی اور عائشہ زئی بھی ہیں۔ جغرافیائی مناسبت کی بھی ایک معقول وجہ ہے۔ پښتون قبائل اپنی مہاجرت کے دور میں الجبال۔ غرجستان۔ بلوچستان۔ قلات، غزناؤاور ننگرہار کے علاقوں میں رہے ہیں۔ تاریخ حیات افغانی صفحہ 231 میں بلوچستان کے تاریخی مقام ڈاڈر کے نام کے ساتھ ایک جگہ کا نام سباک لکھا ہوا ہے جسے آج کل ''سبی'' کہتے ہیں۔ یہ سباک ملک شام کے شہر ''سبکین'' کی مناسبت سے ہے۔ تاج الدین سکی اور تقی الدین سکی وغیرہ یہیں پیدا ہوئے۔ بنی اسرائیل قبائل نے اپنی نئی آبادیوں کو اپنے آبائی شہروں کے نام دیئے۔

لیکن اس نظریئے میں سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ اس خاندان کا کسی وقت بھی بلوچستان میں رہنا ثابت نہیں ہے اور نہ ہی محمود شاہؒ سے پہلے کسی بزرگ کو ''پیر سباک'' کہا گیا ہے۔ اگرچہ ان کے شجرے میں بارہویں پشت پر ایک بزرگ کا نام ''میر یعقوب'' ہے جو سید جلال الدین حسین مخدوم جہانیاںؒ جہاں گشتؒ کے واسطے سے امام موسیٰ کاظمؒ کی اولاد سے ہیں۔

VI۔ قاضی عبدالحلیم اثر افغانی مدظلہٗ العالی اپنے خط مورخہ 1979-6-1 میں ''سباک یا سباق'' کے بارے میں رقمطراز ہیں۔ ''حسن الزیات مصری اپنی تالیف تاریخ الادب العربی (صفحہ 17) میں لکھتے ہیں کہ یہ جو مختلف ممالک میں مقامات اور علاقوں کے تاریخی نام ہیں۔ یہ ثقافتی آثار قدیمہ ہیں۔ ایک جگہ ایک نام ہوگا۔ یہ کسی قدیم قوم کی کسی قدیم زبان کا ہوگا۔ یہ نام ہمیں بتلاتا ہے کہ کبھی تاریخ کے کسی زمانہ میں وہ قوم جن کی زبان سے یہ نام اس ملک میں موجود ہے لیکن وہ قوم خود یہاں موجود نہیں ہے وہ کبھی اس سرزمین پر رہ چکی تھی اور اب یہ نام اس قوم کے آثارِ قدیمہ

کے طور پر باقی رہ گیا ہے۔ حسن الزیات مصری کے اس نظریئے کی بنیاد پر قاضی اثر صاحب نے 'سباک' یا 'سباق' کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

(ا)۔ یہ لوگ سباق ابن عبد الدار ابن قصی کی نسل سے ہیں (قصی ابن کلاب حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد تھے) جو بلوچستان سے ہوتے ہوئے شہاب الدین غوری کے عہد حکومت 595ھ/1199ء میں نوشہرہ کے قریب آباد ہوئے۔

(ب)۔ عربی حرف ق ارامی لہجہ میں صرف ک پڑھا جاتا ہے۔

(ج)۔ علاقہ راجستان کی قوم چلاک جو عربی النسل تھی۔ اسی زمانے میں 600ھ میں مردان کے علاقے بائزے ء میں آباد ہوئی۔ آگے چل کر لکھتے ہیں۔ ''چلاک اور سباق دو بھائی تھے۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ دو بھائی تھے ایک بلوچستان کے مشرقی حصہ توران کے سباک میں رہا۔ دوسرا سراک (چلاک) میں رہا۔ دہلی کی فتح کے بعد وادی پشاور میں آباد ہوئے۔ ان کے مقامات سباک اور چالاک کہلائے۔ کیا یہ لوگ نسلاً سیّد ہیں؟ اور اگر ہیں تو حسینی سادات کے خاندانوں میں کس خاندان سے ہیں۔ یہ بحث چاہتا ہے۔ حیاتِ افغانی نے ان کو عربی خیل کہا ہے۔ ظاہر ہے عبد الدار کی نسل کے سباکی بھی عربی ہیں۔ سادات میں بھی عربی خیل موجود ہیں۔۔۔۔ یہ لوگ اسحاق الموافق ابن امام موسیٰ کاظمؒ کی نسل سے ہیں لیکن ان کے بعض دوسرے شجروں میں جیسا کہ حیاتِ افغانی نے بیان کیا ہے اور مختلف شجرے ترتیب دیئے ہیں۔ ان کا شجرہ سادات کے دوسرے خاندانوں سے ملتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

میرے خیال میں قاضی صاحب نے ''سباک'' گاؤں کی جو وجہ تسمیہ بیان کی ہے وہ قریب الحقیقت نہیں ہے۔ میں اس بارے میں صرف یہ کہوں گا کہ گاؤں کا یہ نام ہمارے جد امجد کے یہاں آباد ہونے کے بعد پڑ گیا۔ اس سے پہلے یہ علاقہ ویرانہ تھا اور شہرِ صفاء کہلاتا تھا۔ دلہ زاک 1530ء سے 1545ء کے درمیانی زمانے میں یہاں سے نکالے گئے۔ اس گاؤں کا نام 1545ء کے بعد ہی پیر سباک مشہور ہوا۔ اس لحاظ سے 1199ء بہت

پہلے کا زمانہ ہے۔ ویسے ایک شجرے میں پیر سباکؒ کی چوتھی پشت پر بزرگ کا نام میر علی کی جگہ سید ولی لکھا ہوا ہے ساتھ ہی حاشیہ میں یوں درج ہے: ''102ھ یا1001ء (سن واضح پڑھا نہیں جاتا) میں شہید ہوا۔اس کی قبر پیر سباک کے گاؤں کے مشرق میں ہے۔ قطعہ تاریخ:۔

سید ولی چوں رفت ازیں سجن عارفان
تاریخ وصلِ اوز خرد جستم آں زمان
آمد ندا بہ گوشِ دلم گوش کن بہ من
شد فوت او شہید قریشی نجی بدن
شد دفن نزد شہر صفا شرق رویہ دیہہ
یارب نصیب کن بعمر رحمتت لدیہہ
عمر شریفش آمدہ ہشتاد ہشت سال
آمد ندا بہ بندہ زدرگاہ ذوالجلال
آنجاز نسل اوست بسے شائقانِ دین
شاہان ہند دادہ بدیشاں ہماں زمیں

فاضل عقاب خٹک اپنی تالیف ''پیر سباک'' میں لکھتے ہیں:۔

''ان بے ربط اشعار سے کوئی تاریخ نہیں نکلتی اور کسی قریشی کے متعلق کہے گئے ہیں جو شہید کیا گیا تھا۔1002ھ میں پیر سباک کے پردادا کے یہاں آنے کا کوئی امکان نہیں ہے چہ جائیکہ یہاں دفن ہونا۔''

VII۔ پیر سہاگ:۔ فاضل خٹک عقاب اپنی تالیف ''پیر سباک'' میں لقب کے عنوان سے لکھتے ہیں: ''مراقبات رحمکار کی بعض بعد کی نقلوں میں سباک کو سہباک اور سبہاک بھی لکھا گیا ہے۔ لیکن بادی النظر یہ دونوں مہمل ہونے

کے ساتھ غلط بھی ہیں۔'' سنسکرت زبان کا ایک لفظ ''سہاگ'' ہے جو اردو میں بھی مستعمل ہے۔ جس کے معنی ہیں ''خوش نصیب''۔ دولتمند۔ عقاب خٹک صاحب اسی کتاب کے صفحہ 14 پر لکھتے ہیں:۔ ''پیر صاحب کی بہت زیادہ جائیداد کی وجہ سے آپ کی اولاد صاحب ثروت ہوگئی تھی۔۔۔''میرے خیال میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کثیر جائیداد کے ملنے کے بعد وہ پیر سہاگ کے نام سے مشہور ہوئے ہوں۔

VIII۔ بیر سبع (عبرانی، سات کنوئیں یا ساتواں کنواں یا قسم کا کنواں)-یہودا کی سلطنت کے انتہائی جنوب میں ایک سرحدی شہر. دریاے کابل کے شمال میں ایک گاؤں پیر سباک یا پیر سباق واقع ہے جو ہمارے مذکورہ خطہ کے انتہاي جنوب کا گاؤں ہے. کلپانی کے مشرق میں واقع ہے. بیر سبع. پیر سباق. پیر سباک (پختون پُشتی ابراہیمی قوم. مصنف سلیم خان صفحہ 80)

اوپر دی گئی توضیحات اپنی بناء قوی اور مضبوط دلائل پر رکھتی ہیں۔ان میں توضیحات IIIتاVI رئیس المحققین قاضی عبد الحلیم اثرافغانی کے زورِ قلم کی مرہونِ منت ہیں جن کے بارے میں دانشوروں کا خیال ہے کہ ان کے لکھے کو احتیاط کے ساتھ پرکھنا چاہئے۔ مُحققیت کے زُعم میں فرضی افسانہ طرازی کر رہے ہیں اور یہ ہماری آئندہ نسلوں کے لئے بہت مضر اقدام ہے۔'' (بہادر شاہ ظفر)

اس کتاب کے دیباچے میں درج ڈاکٹر محمد حنیف کی رائے زیادہ قرینِ قیاس اور صحیح ہے۔لکھتے ہیں۔ ''سباک'' اور ''سباق'' ۔یہ دونوں عربی الفاظ ہیں۔ سبّاک کا مادہ سَبَکَ ہے۔اہل عرب اس کا استعمال یوں کرتے ہیں۔

سبک الفضتہ ای اذابھا وصبھا فی قالبِ

یعنی چاندی کو پگھلایا اور قالب میں ڈھالا یا اور جس طرح پگھلانے سے چاندی پاک وصاف ہو کر اس کے بے کار اجزاء زائل ہو جاتے ہیں۔اسی طرح آپ کی صحبت و تربیت کی بھٹی میں بھی مریدین اخلاق رذیلہ سے پاک ہو کر اوصاف

حمیدہ سے متّصف ہو گئے۔ لہذا ''پیر سباک'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ سبک الکلام کے معنی میں بھی یہ لفظ مستعمل ہے۔ سبک الکلام ای احسن ترضیغہ و تھذیبہ، یعنی کلام کو صاف و مہذب کیا اور ادبی قالب میں ڈھال دیا۔ یہاں اگر ظاہری معنی لیا جائے تو فصیح و بلیغ ہونے پر دلالت کرے گا۔

سباق کا مادہ سَبَقَ ہے اور کثیر السبق کے معنیٰ میں مستعمل ہے یعنی اپنے معاصرین سے بہت آگے بڑھنے والا۔ اور آپ چونکہ اپنے دور میں ظاہری اور باطنی علوم میں نہایت ارفع مقام پر فائز تھے۔ اس وجہ سے پیر سباق (بہت آگے بڑھنے والا کے نام سے شہرت پائی)۔ واللہ اعلم بالصواب

دادا

قطب ارشاد، غوث زمان، پیر شاہ اسمٰعیل قدس سرّہ العزیز پیر سباکؒ کے دادا تھے۔ آپ سید میر علی کے فرزند تھے جو خود بھی مرشدِ کامل، ہادیء وقت اور مشہور ولی تھے۔ حضرت شاہ اسمٰعیل کے حالاتِ زندگی صاحب کتاب ''قصتہ المشائخ'' نے اخوند پنجوؒ کے حوالے سے اور مولانا ملنگ نے کتاب ''مناقبت'' کے حوالے سے جو حضرت سید آدمؒ (5) کی تصنیف بیان کی جاتی ہے لکھتے ہیں۔ حضرت شاہ اسمٰعیل رحمت اللہ علیہ قطب الاقطاب حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کی اولاد میں سے ایک بزرگ کی خدمت میں رہتے تھے۔ ان کے ذمہ دریا سے پانی لانے اور پھر اس سے مرشد کو وضو کرانے کا کام تھا۔ کافی عرصہ وہ یہ خدمت کرتے رہے۔ ایک رات ان کے پیر نے ان کو دریا سے پانی لانے کا حکم دیا۔ دریا ملتان شہر سے دور تھا۔ شاہ اسمٰعیل حسب الحکم دریا کے کنارے پہنچے **اور** کوزے کو پانی سے بھر لیا کہ اتنے میں دریا کی مچھلیاں دریا کے کنارے آکر فصیح زبان میں گویا ہوئیں۔ ''پیر شاہ اسمٰعیل، قطب شاہ اسمٰعیل اور غوث شاہ اسمٰعیل'' . شاہ اسمٰعیل متعجب اور حیران اپنے مرشد کی خدمت میں پہنچے۔ صبح کے وقت مرشد نے ان سے

رات کا واقعہ بیان کرنے کو کہا۔ انہوں نے رات کو جو کچھ دیکھا تھا من و عن بیان کر دیا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا۔ ''میرے تھنوں میں جتنا دودھ اور شہد تھا سب تجھ کو دے دیا۔ اب میرے تھنوں میں دودھ باقی نہ رہا۔ سب کو آپ پر خشک کر دیا اب تجھ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤ اور مخلوقِ خدا کی صحیح رہنمائی کرو''۔ اپنے مرشد کے حکم پر آپ ؒ اٹھ کر علاقہ خوست آ گئے اور صحرا میں زیر زمین ایک غار میں رہنے لگے۔ ایک سال تک وہاں رہے۔ راوی کا بیان ہے کہ کھانے اور پینے کی حاجت سے بے نیاز تھے۔ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمعہ اپنے صحابہ امیر المومنین عمر بن خطابؓ اور جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے غار کے دہانہ پر تشریف لائے۔ غار کے کنارے ایک سرسبز درخت تھا جس کی ٹہنیوں کو سوار مرد کے ہاتھ نہیں پہنچتے تھے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک بلند فرمایا۔ درخت کی ٹہنی جھک گئی۔ آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے ٹہنی کو پکڑا اور امیر المومنین حضرت عمرؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے فرمایا۔ جاؤ غار کے اندر میرے بیٹے اسمٰعیل کو میرے پاس لاؤ۔ دونوں اصحابؓ آنحضرتؐ کے حکم پر غار کے اندر گئے اور شاہ اسمٰعیلؒ کو نبی اکرمؐ کے پاس لے آئے۔ جب شاہ اسمٰعیل نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بھاگ کر اپنا سر حضورؐ کے مبارک قدموں میں رکھ دیا۔ شاہ اسمٰعیل کا جسم زخمی تھا جس میں جگہ جگہ کیڑے پڑ گئے تھے۔ حضور پاکؐ نے اپنا دستِ شفا ان کے جسم پر پھیرا۔ زخم ٹھیک ہو گئے اور اس کے بعد حکم دیا۔ ''اسمٰعیل اس غار سے چلے جاؤ اور لوگوں کی خدائے ذوالجلال کی طرف رہنمائی کرو۔'' شاہ اسمٰعیل نے عرض کیا۔ ''حضور میں تو اَن پڑھ ناخواندہ ہوں میرے پاس تو خلقِ خدا کی تلقین و نصیحت کے لئے کچھ بھی نہیں۔'' رسولِ خداؐ نے فرمایا ''اس سے تمہیں کیا غرض۔ تھوڑے ہی عرصہ میں صاحبِ تکمیل ہو جاؤ گے۔'' اس کے بعد عرض کی۔ ''حضورؐ چند التماسات رکھتا ہوں ان کو قبول فرمایئے۔'' حضور پاکؐ نے اجازت دی کہ کہو۔ شاہ اسمٰعیل نے چار التماسات عرض کیں جو حضورؐ نے قبول فرمائیں:۔

(۱)۔ جس کسی کو تلقین کروں اور بیعت دوں وہ بخشا جائے۔

(۲)۔ فقر و زہد کا یہ منصب روز قیامت تک میرے خاندان میں رہے۔

(۳)۔ میرا ہر بیٹا جان و مال کا سخی ہو (میرے سب بیٹے رحیم و کریم ہوں)

(۴)۔اس آخری وقت میں بہت سے سادات اپنے دلوں میں خیالاتِ فاسدہ رکھتے ہیں میری اولاد میں کوئی رافضی پیدا نہ ہو (میرے لئے دردِ سر نہ ہو)۔

آنحضرتؐ نے چاروں التماسات کے قبول فرمانے کے لئے بارگاہِ ایزدی میں دعا فرمائی اور رخصت ہو گئے۔اس واقعہ کے دوسرے یا تیسرے دن ان اطراف میں رہنے والے افغانوں کے خوگیانی قبیلے کی تین شاخیں: (۱)۔پڑبہہ، (۲)۔عبدالرحمن،اور (۳)۔لہکن (لکمن) حکمِ الٰہی سے غار کے دہانے پر آئیں۔شاہ اسمٰعیل کو غار سے باہر لائے۔تینوں قبیلوں کے افراد نے ان کو ساتھ لے جانا چاہا۔نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچی آخر قبیلے کے ملکوں اور سفید ریشوں نے فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے کیا۔قرعہ پڑبہہ قبیلے کے نام نکلا۔اس قبیلے کے افراد شاہ اسمٰعیل کو ساتھ لے گئے اور اپنے ملک (کدخدائے) کی بیٹی شاہ صاحب کی زوجیت میں دے دی۔اس بی بی سے ان کے بہت سارے بیٹے بیٹیاں پیدا ہوئیں۔آج بھی اس قوم میں صنوبر جیسی سرو قد اور صاحب جمال عورتیں پیدا ہوتی ہیں.

جس درخت کی ٹہنی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے چھوا تھا،اس کا پتہ کھانا آج بھی ہر مرض کے لئے شفا ہے۔

حضرت سید اسماعیل بن محمد عمر بن میر علی سرمست گدائی قدس سرھم اور گزئی علاقہ تیراہ کے رہنے والے تھے۔ملتان جاکر سہروردیہ سلسلہ کے کسی بزرگ سے بیعت ہوئے جو حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کی اولاد سے تھے۔خوست علاقہ سمت جنوبی وزیرستان میں مجاہدے اور ریاضت میں مصروف رہے اور وہیں دسویں صدی ہجری میں وصال ہوا۔وہیں مزار ہے۔(احوال العارفین صفحہ 506)

حضرت اسمٰعیلؒ کے دو بھائی تھے نور اللہ اور شاہ ابراہیم۔آپ کا مزار مبارک علاقہ خوست میں ہے۔ملنگ نے اس مقام کا نام ''نوز'' لکھا ہے جبکہ ایک شجرے میں یہ گاؤں ''اسمار''(2) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔واللہ اعلم۔ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ زیارت گاہِ خاص و عام ہے اور لوگ قبولِ دعا کیلئے وہاں جاتے ہیں۔تاریخ مرصع (صفحہ 230) پر خوشحال خان کے دادا یحییٰ خان کے اولاد کے ذکر میں مذکور ہے "مور دَ دوی پیر خیلہ وہ لہ اَولاد دَ شاہ اسماعیل نغر- پیر خیلہ بہ ئے

ورتہ وے".(ان کی ماں پیر خیل تھی- شاہ اسماعیل نغری کی اولاد سے تھیں ادر پیر خیلہ کہلاتی تھیں).اب نغری کا کیا مطلب ہے؟اس سلسلہ میں جناب سیف الرحمان مسعود کی کتاب 'پیر روشان اور روشنائی انقلاب 'ھماری رہنمائی یوں کرتی ہے. اس کتاب کے صفحہ 283 پر لکھتے ہیں. "دَ خوست پہ شھر کے چہ مغول ورتہ نغر بولی(خوست کے شہر میں جسے مغل نغر بولتے ہیں)". تو اس طرح اسماعیل نغری کا مطلب ہوا.اسماعیل خوستی۔زین العابدین میانجی خیل جواس میدان میں ایک ابھرتے ہوئے محقق ہیں. کا کہنا ہے کہ خوست میں شاہ اسماعیلؒ کا مزار اقدس 'متون بابا' کے نام سے معروف ہے جو ورگون ہوائی اڈے کے قریب ایک ٹیلے پر واقع ہے'ان کو متون اس لئے کہا جاتا ہے کے وہ ملتان سے آئے تھے.اور متون مقامی لہجے(بولی) میں ملتان کو کہتے ہیں. آج کل ایک علمی جامعہ بھی ان کے نام سے منسوب ہے. دین الٰہی کے خلاف پہلا فتوی' انہوں ہی نے دیا تھا. کئی قلمی کتابوں کے مصنف تھے. واللہ اعلم۔ بہر حال یہ سب معلومات مزید تحقیق اور تنقید طلب ہیں.

آبائی وطن

پیر سباکؒ کے آباء واَجداد بخُارا سے آئے اور علاقہ خوست میں ''مشکوہ'' کے مقام پر بود و باش اختیار کی۔ چند نسلوں تک وہاں رہے۔اس کے بعد چند بزرگ بِلند خیل علاقہ کوہاٹ میں آباد ہوئے۔ کچھ دوسرے خوست چلے گئے اور بعض اصل خوست میں رہ گئے۔ الغرض جس بزرگ کو جو بھی جگہ پسند آئی وہاں آباد ہوگئے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ پیر سباکیوں کے اکثر شجروں میں جلال الدین حسین (لال شاہ بخاریؒ) کا ذکر آتا ہے جو اوچ شریف میں دفن ہیں۔اس سے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ پیر سباکؒ کے بزرگ بخارا سے اوچ شریف، وہاں سے ملتان اور ملتان سے خوست آئے جبکہ چالاک خیلوں کا شجرہ اوچ شریف سے نہیں ملتا لیکن ان کی اولاد کے بقول ان کے جدامجد پیر چالاک اس علاقہ میں آنے کے بعد واپس بخارا چلے گئے اور ان کا مزار مبارک بھی بخارا میں ہے۔اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس خاندان کا تعلق بخارا سے کافی عرصہ تک رہا۔

ایک تاریخی روایت ہے کہ جلال اعظم ابوالبرکات میر سرخ بخاری (متوفی 690ھ) کے دو فرزند آپ کے ساتھ بخارا سے آئے تھے۔ وہ وہاں کے بادشاہ کے نواسے تھے۔ ان کے نام تھے علی اور جعفر۔ جعفر واپس بخارا چلا گیا اور علی یہاں ہندوستان میں رہ گیا۔ اس علی کا نام ''تذکرہ سادات مشہدیان'' میں علی کبیر درج ہے۔ شاہ بخارا کا نام تھا طاہر ابن یعقوب۔ یہ طاہر سید اسحاق الامیر ابن موسیٰ کاظمؒ کی نسل سے تھے۔۔۔۔۔

اب شجرہ لکھنے والوں نے یوں کیا کہ علی کبیر کو ابن بنت عبداللہ طاہر بن یعقوب لکھنے کی بجائے علی کبیر ابن طاہر یعقوب لکھا اور شجرہ سہا کی سادات سے ملایا گیا۔

اگر یہ نئے معلومات صحیح ہیں تو حضرت مخدوم جہانیاں جلال الدین حسین بخاری کے والد احمد کبیر اور حضرت سید علی کبیر دونوں بھائی ہیں۔ اور وہ جو آپ لوگ سید مخدوم جہانیاں سے اپنا شجرہ ملایا کرتے تھے اس میں یوں ترمیم کرنی پڑے گی۔ کہ پیر سبا کی سادات حضرت مخدوم جہانیاں کے بڑے چچا صاحب کی نسل سے ہیں۔ (بحوالہ مکتوب قاضی عبد الحلیم اثر افغانی مورخہ 9/4/1979)

شجروں کے باہمی تفاوت کے باوجود میرے خیال میں تین باتیں مشترک ہیں:۔

(i) یہ بخاری سادات کا خاندان ہے۔

(ii) جلال الدین پہلے بزرگ تھے جو بخارا سے تشریف لائے۔

(iii) امام موسیٰ کاظمؒ کی اولاد سے ہیں۔

آبائی پیشہ

بقول مصنف ''قصتہ المشائخ'' اس خاندان کا فقیری، درویشی اور کسب حلال کے سوا کوئی دوسرا شعار نہیں۔ اس خاندان کے اکثر بزرگ کھیتی باڑی اور تجارت بھی کرتے تھے۔''

والد

شیخ ابا بکر قدس اللہ سرّہ العزیز پیر سباکؒ کے والد بزگوار تھے بعض شجروں میں نام ابو بکر لکھا ہے۔ اپنے والد حضرت شاہ اسمٰعیل کے بڑے بیٹے تھے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام مقرر ہوئے طریقہ عالیہ سہر وردیہ میں اپنے والد سے مجاز اور ماذون تھے۔ خلقِ خدا کو دعوتِ حق دیا کرتے تھے۔ ان کے مریدوں میں شیخ بہادر خان المعروف ایک باباؒ۔ شیخ نسک دیوانہؒ اور شیخ حسن افغان ساکن شیدو شامل تھے۔ یہ تینوں بزرگ ان کی صحبت میں درجہ کمال کو پہنچے۔ معنوی کمالات، اچھے اخلاق اور بلند مرتبے کے حامل ہوئے۔

حضرت سید ابو بکر بن حضرت سید اسماعیل قدس سرھما اپنے والد بزرگوار سے سلسلہ سہر وردیہ میں بیعت ہو کر مجاز طریقت ہوئے۔ اور والد بزرگوار کے بعد مسند نشین ہوئے آپ کے خلفاء میں حضرت شیخ بہادر خان المعروف ایکؒ خان قدس سرہٗ متوفی 1002ھ یا 1007ھ والد بزرگوار حضرت شیخ رحمکار المعروف کاکا صاحب قدس سرہٗ۔ آپ کا مزار خوست میں ہے۔ (کتاب احوال العارفین 507)

اب ہم ان تینوں بزرگوں کے مختصر حالات بیان کرتے ہیں:۔

بہادر خان باباؒ

بہادر خان بابا المعروف بہ ایک صاحب حضرت مست باباؒ کے فرزند ارجمند اور اپنے زمانے کے قطب گزرے ہیں۔ حضرت شیخ رحمکار المعروف کاکا صاحبؒ ان کے بیٹے تھے۔ ایک باباؒ کا مزار اقدس قصبہ زیارت کاکا صاحبؒ سے بجانب جنوب مغرب 4 میل کے فاصلے پر واقع ہے اور منبع فیوض و برکات ہونے کی وجہ سے مرجع خلائق ہے۔ ان کی اولاد ایک خیل کہلاتی ہے۔ تاریخِ وفات بعض تذکروں میں 1007ھ اور بعض میں 11 شعبان 1027ھ درج ہے۔ طریقہ عالیہ سہر وردیہ اور چشتیہ دونوں میں بیعت تھے۔ صاحب مجمع البرکات نے ان کے سلسلہ چشتیہ کے مرشد کا نام

شیخ محمد جعفر لاہوریؒ لکھا ہے۔ مفتی سیاح الدین صاحب نے ان کے سہروردیہ سلسلے کے پیر کا ذکر نہیں کیا۔ اب اگر ان کا سلسلہ طریقت جداگوا بانہ ہو تو "قصتہ المشائخ" کے کہنے کے مطابق شاہ ابا بکرؒ ہی اس سلسلے میں ان کے پیر طریقت ہو سکتے ہیں کیونکہ "قصتہ المشائخ" کے باقی ذکر کردہ دو بزرگ شیخ حسن اور شیخ نسک تو یقیناً شیخ ابا بکرؒ کے مرید تھے۔ کتاب احوال العارفین میں بھی بہادر خان المعروف ایک باباؒ کو حضرت شیخ ابا بکرؒ کا مرید اور خلیفہ لکھا گیا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت پیر سباکؒ شیخ بہادر خان باباؒ کے مطالبے اور دعوت پر علاقہ خٹک میں تشریف لائے۔ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ بہادر خانؒ نے اپنے پیر و مرشد شاہ ابا بکر قدس سرہ العزیز سے عرض کی کہ اپنے ایک بیٹے کو عنایت و شفقت فرما کر میرے ساتھ روانہ فرمادیں تاکہ اور لوگ بھی ان کے فیض سے فائدہ اٹھا سکیں۔ شاہ ابا بکرؒ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی اور اس طرح پیر سباکؒ پشاور کے مضافاتی علاقہ خٹک میں آ گئے اور موضع ولئی میں سکونت اختیار کی۔

خوشحال خان خٹک نے "سوات نامے" میں جہاں یوسف زئیوں کو شاہ عیسیٰ کا مرید لکھا ہے، اورک زئی اور آفریدیوں کو روشنائی بتایا گیا ہے غوریہ خیل شاہ قاسم کی فیض بابرکات سے بہرہ ور ہو رہے ہیں اور شیتک یا بنوچی پیر ڈنگر کے مطیع و فرمان بردار ہیں۔ وہاں تمام خٹک قوم کو شاہ ابا بکرؒ اور ان کے بیٹے شاہ منصور کا مرید بتایا گیا ہے۔ نابغہ افغان اس کے ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ قوم خٹک ان ہی کی وجہ سے بدعت و فساد سے بچی ہوئی ہے۔

ھغہ وخت چہ پیر روشان فساد بنیاد کڑ
پشتنو ور سرہ ٹینگ کار د فساد کڑ

پشتانہ پہ ھغہ دور پیر پرست وو
چوک مرید د شاہ عیسیٰ چوک د سر مست وو
دَروشان برخہ ورکزی آفریدی شول

ھغہ خوش پہ رھزنئ پہ عنیدی شول
دَ قاسم پہ بخرہ واڑہ غوریہ خیل وو
ڈنگر(3) پیروتہ دبنو شیتک ایل(4) وو
خٹک واڑہ بو بکری پیر منصوری وو
لہ بدعتہ لہ فسادہ پہ دوری وو
یوسفزی ھمہ واڑہ عیسائی وو
ملکانو سرہ گڈپہ رسوائی وو

"ابو بکراو پیر منصور دواڑہ تر خُو شحال(۹۰۰ھ حدود) دَ مخہ دَ خٹکو پیران تیر شوی دی. چہ دَ خو شحال خان لہ دغہ بیتہ ھے مونگ پیژنو. خو داچے خو شحال غوندے نقاد سڑے دَ دوئی پیرووان 'لہ فسادہ ھے لرے گنڑی داشکارہ وِی چے دوئی بہ شہ خلک وو. داخوند درویزہ پہ تذکرہ کے یو "ابو بکر قندھاری پیر خٹک" یاد شوی دی. چہ اصلاً متی زی خیل او دَ شیخ کٹہ لہ کڑویسیانو سخہ وو۔ 'با بکر خیل متی زی دہ تہ منسوب دی. خائی چہ دلتہ بہ دغہ سڑیےُ مرادوِی اما پیر منصور دَ پیر عمر بابڑ زوی او دَ بنوں او پیشاور تر مینزہ خٹکو پیر وو"(سوات نامہ. حاشیے از عبدالحیی حبیبی)

ترجمہ:۔ ابو بکر اور منصور دونوں بقول خوشحال خان (زمانہ 900ھ) خٹک قبیلے کے پیر گزرے ہیں جن کو خوشحال خان کی اس شاعری کی وجہ سے ہم پہچانتے ہیں۔ چونکہ خوشحال خان جیسے نقاد ان بزرگوں کے پیروکاروں (معتقدین) کو بدعت اور فساد سے دور سمجھتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ اچھے لوگ ہوتے ہوں گے اخوند درویزہؒ کے تذکرے میں ابو بکر قندھاری کے نام سے خٹکوں کے ایک پیر کا ذکر کیا گیا ہے جو اصل میں متی زی خیل اور شیخ کٹہ کے پڑپوتوں میں سے تھا۔ بابکر خیل متی زئی ان سے منسوب ہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہاں مراد وہی بُزرگ ہیں۔ لیکن پیر منصور پیر عمر بابڑ کا بیٹا اور بنوں پشاور کے درمیان آباد خٹکوں کا پیر تھا۔ مندرجہ بالا بیان میں فاضل حبیبی نے ابو بکر خوستی اور ابو بکر قندہاری میں فرق نہیں کیا۔ اخوند درویزہؒ کے بیان کا ذکر بعد میں آجائے گا۔ جس میں وہ ابو بکر اور پیر عمر کا ذکر

کرتے ہیں۔ اور ان کو ایک ہی خاندان کے افراد سمجھتے ہیں۔ ابو بکر قندہاری کا ذکر خوشحال خان نے تذکرہ اولیاء کے حوالے سے تاریخ مرصع میں کیا ہے۔ اور ان کو پشتونوں کے سڑ ابن شاخ کے مشائخ میں سے شمار کیا ہے۔ قاضی اثر افغانی نے بھی اپنے ایک مقالے میں ابا بکر ابن خواجہ محمد زاہد ابن شیخ میر داد ابن شیخ سلطان ابن شیخ کٹہؒ کا ذکر کیا ہے۔ جس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

"ان کی اولاد" کو 'بابکر خیل' کہتے ہیں۔ ان کا ایک بیٹا تھا۔ صاحب خان جسکی اولاد صاحب خان خیل کے نام سے مشہور ہے۔ صاحب خان کا ایک بیٹا فتح خان تھا۔ فتح خان کی اولاد فتح خان خیل کہلاتی ہے۔ یہ دونوں گھرانے باجوڑ میں آباد ہیں۔ ابو بکر کی زیارت علاقہ تیراہ اورک زئی درہ علی شیر زی کے موضع سپری (چتارک) میں واقع ہے۔ ابا بکر ابن خواجہ محمد زاہدؒ پشین بلوچستان کے اس مشہور علمی۔ ادبی اور تاریخی گھرانے کے ایک بزرگ تھے۔ جن کے مورث اعلیٰ خواجہ عبداللہ انصاری ہروی متوفی 481ھ/ 1088ء تھے۔ اس جلیل القدر خاندان میں روحانی اور عرفانی مرتبہ رکھنے والے صاحب تصنیف کئی اور بزرگ بھی گزرے ہیں جیسے (1) شیخ محمود المعروف بہ شیخ متی۔ قلات باباؒ۔ مصنف کتاب "دخدائی مینہ" وفات 688ھ- (2) شیخ یوسفؒ (3) غوث الزمان شیخ کٹہؒ (788ھ) مصنف کتاب 'لرغوفی پشتانہ' (4) شیخ میر دادؒ خلیل متی زئی زمانہ 862ھ-(5) خواجہ خضر زمانہ 1031ھ مصنف کتاب 'تاریخ الافغان' (6) شیخ قدم (زمانہ 951ھ) -ان کی زوجہ حضرت بی بی گلہؒ مصنفہ کتاب ارشاد الفقراء تھیں۔ (7) پیر قاسم (وفات 1016 ھ) مصنف تذکرۃ اولیاء-(8) میاں واصل ابن پیر شیخ قاسمؒ۔ مشہور روشانی المسلک شاعر تھے۔ جن کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف خوشحال خان نے بھی کیا ہے (9) شیخ کبیر ابن شیخ قاسم (10) عبدالمومن ماشو گگر-(11) شیخ امام الدین نعمت اللہ (وفات 1060ھ) مصنف کتاب تاریخ افغانی (12) شیخ میاں نعیم متی زئی خلیل زمانہ 1230ھ--- پیر روشان بھی اس خاندان کے ایک ممتاز فرد تھے۔۔۔ موضع پلوسی پشاور کے پیر صاحبان اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔" (بحوالہ مقالہ پشین کا آستانہ دار حضرت شیخ کٹہؒ متی زئی از عبدالحلیم اثر افغانی۔ ماہنامہ اولس کوئٹہ نومبر۔ دسمبر 1973ء)

مختصر کلام یہ کہ ابو بکر ابن شاہ اسماعیل ابن میر علی اور ابو بکر ابن خواجہ محمد زاہد ابن شیخ سلطان ابن شیخ کٹہؒ دو بالکل ہی مختلف آستانہ دار گھرانوں کے بزرگ افراد تھے۔ تقریباً اسی زمانے میں ابو بکر قندھاری کے نام سے ایک تیسری مشہور شخصیت گزری ہے جو "حالنامے" کے مصنف علی محمد کے نانا تھے اور روشانی المسلک تھے (ھیواد مل) بہادر خان باباؒ بھی قوم کے لحاظ سے کرلانی خٹک تھے اس لئے انہوں نے ضرور شیخ ابو بکرؒ سے بیعت کی ہوگی اور یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ خان کے مندرجہ بالا اشعار سے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ شیخ ابا بکرؒ پیر روشان کے ہم عصر اور ان کے مخالف تھے۔اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

شیخ نسکؒ خٹک کرلانی

شیخ نسک اور ان کے بڑے بھائی شیخ حسن دونوں سید شاہ ابا بکرؒ کے مرید تھے۔ قوم کے خٹک تھے۔ موضع ٹیری (ضلع کوہاٹ) کے رہنے والے تھے۔ ٹیری سے گر گری جانے والی سڑک پر 7 کلو میٹر مغرب (5/4 میل) کے فاصلے پر دفن ہیں۔ ان کی زیارت پر کافی لوگ جاتے ہیں اور نسک بابا کے نام سے مشہور ہیں صاحب حال وجلال ہونے کے باوجود شریعت مطہرہ کے بیحد پابند تھے۔ان کی بہت سی کرامات کا ذکر "تاریخ مرصع" میں مرقوم ہے۔

(ا) روایت ہے کہ شیخ نسک قدس اللہ سرہُ العزیز ٹیری گاؤں میں پیدا ہوئے شیخ ابا بکرؒ خوست میں تھے۔ شیخ نسکؒ نے ان پر سلام بھیجا۔ شیخ ابا بکرؒ خوست سے شیخ نسک کو دیکھنے کیلئے روانہ ہوئے شیخ جب درہ پہنچے تو شیخ نسک کے سلام کا جواب دیا۔ حسنؒ نسک کا بڑا بھائی تھا۔انہوں نے شیخ ابا بکرؒ سے دریافت کیا۔ "آپ نے کس کے سلام کا جواب دیا؟" شیخ ابا بکرؒ نے جواب دیا کہ انہوں نے شیخ نسک کے جواب میں علیک کہا۔ شیخ حسن نے کہا۔ "ہم نے اس کا نام نسک نہیں رکھا"۔ شیخ ابا بکر نے فرمایا "ان کا نام حضور حق تعالیٰ سے نسک دیوانہ رکھ دیا گیا ہے۔ جب میں گر گین چلی کے مقام پر پہنچا تو انہوں نے مجھے سلام کیا اور اب میں نے اس کا جواب دیا۔

(۲) روایت ہے کہ مہمندی قبائل شکار کے لئے روانہ ہوئے۔ انہوں نے شیخ نسک سے کہا۔ ''آپ ہمارے دیوانے ہیں، ہمارے ساتھ جائیں۔ ہم آپ کو اپنے حصہ سے ایک مصلیٰ اور شکاری جانور کا ایک عضو زیادہ دیں گے۔'' شیخ نسک ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب ''کرہڑ'' کے تالاب پر پہنچے تو قبیلے کے لوگوں نے ایک کاروان کو گھیر لیا اور کافی لوٹ مار کی۔ شیخ نسک نے ان کو لوٹ کا مال واپس کرنے کو کہا کیونکہ یہ حرام تھا انہوں نے ایسا نہ کیا۔ شیخ نسک ان سے ناراض ہو کر بونیر چلے گئے۔ سات سال ''توروسک'' میں گزارے۔ سات سال تک مہمندی قبائل قحط میں مبتلا رہے۔ وہ روتے ہوئے شیخ ابا بکر کے پاس گئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور قحط کے خاتمے کے لئے دعا فرمائیں شیخ ابا بکر نے فرمایا۔ ''شیخ نسک تمہارے لئے مثل چولی منڈہ تھا جب تک تم اسے ساتھ نہیں لاؤ گے یونہی قحط میں مبتلا رہو گے۔'' اس کے بعد قبیلے کے دس افراد بونیر گئے۔ شیخ نسک کو ساتھ لائے۔ ہر گھرانے کے اوپر دو عدد بچھڑے اور دو عدد دنبے بطور نذرانہ شیخ نسک کے لے منظور کئے مگر بعد میں وہ اس وعدے سے مکر گئے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بچھڑے گائیوں سے اور لیلے، بکریوں سے جدا ہو گئے۔ کسی نے ان سے کہا کہ یہ شیخ نسک کی نذر سے پھر جانے کا حشر ہے۔ انہوں نے اصل نذر بمع سود زائد بکروں کے شیخ نسکؒ کو بطور نذرانہ پیش کی۔ تب جا کر وہ قحط ختم ہو گیا۔ بچھڑے گائیوں سے اور لیلے بکریوں سے مل گئے۔

(۳) روایت ہے کہ شیخ نسک توروسک میں تھے۔ بونیر کے لوگوں نے تین بار ان کا جھونپڑا بنایا۔ صبح کے وقت اس کی چھت گری ہوئی تھی۔ انہوں نے اس کی وجہ پوچھی۔ شیخ نسکؒ نے فرمایا۔ ''جن مرض کوڑھ میں مبتلا ہیں وہ میرے پاس التجا لے کر آئے۔ میں نے ان کو اپنے جھونپڑے کے خس و خاشاک جلا کر دھواں کرنے کی اجازت دی تا کہ اس مرض سے شفا پائیں۔

(۴) روایت ہے شیخ نسکؒ بونیر میں توروسک کے مقام پر قیام پذیر تھے۔ ایک پہاڑی کے دامن میں ایک چشمے کے کنارے پر بیٹھے رہتے تھے اور شیر اِن کے گرد جمع ہوتے تھے۔ تو پچپانو نے یہ حال دیکھا۔ گاؤں آئے اور یہ حال بیان

کیا۔ لوگوں سے کہا کہ جاکر اس شخص کا حال معلوم کریں کہ شیروں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جب وہ وہاں گئے تو دیکھا کہ شیخ نسک وہاں چشمے کے کنارے لیٹے ہیں اور شیر وہاں موجود نہیں۔

(۵) روایت ہے کہ شیخ نسک ٹیری سے روانہ ہوئے پیر پوئی کے مقام پر قیام کیا۔ ان کا ایک گھوڑا تھا۔ اس کو بیچنے کے لئے پشاور روانہ ہوئے جب نوشہرہ کے قریب پہنچے تو گھوڑے نے ان سے کہا۔ "اے نسکؒ مجھے مت بیچو۔ آپ کو ساتویں دن دنیائے فانی سے جانا ہے۔ آپ کا جنازہ میرے اوپر لایا جائیگا"۔" براقونہ بہ تادہ ڈیروی لیکن دار دَبی بی مریم چہ ویشتہء شی ھغہ پہ ماولہ " شیخ نسکؒ نے یہ درخواست قبول کی۔ ساتویں دن دار الفناء سے دار البقاء کی طرف کوچ فرمایا۔ شیخ نسکؒ کا جنازہ اسی گھوڑے پر رکھا گیا۔ جوں ہی جنازہ قبرستان پہنچ گیا گھوڑا غائب ہو گیا۔

(٦) روایت ہے کہ شیخ نسکؒ نے فرمایا۔ ''جس کسی کو کوئی حاجت پیش آجائے وہ سات عدد نسک خیل اپنے گھر مہمان بلائے۔ اپنے حال کے مطابق نذر مانے حق تعالیٰ اسکی ہر مراد پوری فرمادے گا"۔

'نسک' کے معنی قربانی کے بھی ہیں اور اسکا اطلاق عمومیت کے ساتھ بندگی اور پرستش کی دوسری صورتوں پر بھی ہوتا ہے (بحوالہ تفہیم القرآن. مولانا مودودیؒ. جلد اول صفحہ 605)

نسک بابا کی اولاد آج تک جہانگیرہ اور اکوڑی کے قریب کے دیہات میں آباد ہے (بحوالہ "دَ ٹیری زیارتونہ" اکمل اسد آبادی۔ رسالہ " پشتو" مئی. جون 2003) — اور موضع کاہی اور کمر میلہ علاقہ نظام پور خوڑہ خٹک میں موجود ہے (بحوالہ پروفیسر ابراہیم اظہار خٹک سکنہ کمر میلہ اولاد شیخ نسک)

شیخ حسن

کتاب ''مناقب زین الدین'' میں یہ نام شیخ حسن افغان ساکن شیدو لکھا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ کتاب نے ''حسن'' نام کے دو بزرگوں کو آپس میں غلط ملط کر دیا ہے۔ شیخ حسن افغان بہت پہلے گزرے ہیں۔ جو شیخ

بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ کے مرید تھے۔ ''تاریخ مرصع میں ان کا ذکر غرغشتی قوم کے مشائخ میں کیا گیا ہے۔ بہر حال صحیح حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ شیخ حسنؒ شیخ نسک کے بڑے بھائی تھے۔ جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

روایت ہے کہ شیخ حسنؒ اور شیخ مستؒ دونوں حج پر گئے. فریضہ حج سے واپسی پر منصور حلاجؒ کے مزار پر حاضری دی. شیخ حسنؒ نے مزار پر فاتحہ خوانی کی جبکہ شیخ مستؒ نے یہ کہہ کر مزار کے اندر جانے سے گریز فرمایا کہ منصور حلاج پابند شریعت نہ تھے۔

اس لئے میں ان کی فاتحہ نہیں پڑھ سکتا۔'' واللہ اعلم۔

پیر سباکؒ کے والد شاہ ابا بکرؒ کا مزار اقدس خوست میں ہے اگرچہ موضع پیراں کے ملک شیر بادشاہ ابن ملک تلاوت شاہ مرحوم کا بیان ہے کہ شاہ ابا بکرؒ موضع بیت الغریب میں دفن ہیں۔ پیر زین الدین کے مقبرے کے باہر ایک قبر ان کی بتائی جاتی ہے۔ اس روایت کے مطابق بہادر خان بابا حضرت پیر سباکؒ کی بجائے ان کے والد ماجد سید ابا بکرؒ کو ساتھ لائے تھے اور پھر وہ یہیں بیت الغریب میں فوت ہوگئے۔ لیکن بوجوہ صحیح روایت نزد حقیقت یہی معلوم ہوتی ہے کہ شاہ ابا بکرؒ کا مزار خوست ہی میں ہے۔ واللہ اعلم

والدہ ماجدہ

سیدنا پیر سباکؒ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی بی بی حلیمہ تھا۔ جو آفریدی قبیلے کی قنبر خیل شاخ سے تعلق رکھتی تھیں اور موضع میدان کی رہنے والی تھیں۔

سید شاہ ابا بکرؒ کی دو بیویاں تھیں۔ دوسری بیوی کا نام نور جان تھا۔ وہ خوست کی رہنے والی تھی۔ خان خیل قوم سے تھیں۔ ان کے بطن سے شاہ ابا بکرؒ کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ پیر آمر یا عمر و اور منصور علی یا شاہ منصور۔

باب سوم

بھائی

اب تک جتنے شجرے بھی ملے ہیں ان میں پیر سباکؒ کے صرف دو بھائیوں کا ذکر ہے۔ پیر آمر (یا عمرو) اور پیر منصور (یا منصور شاہ) یہ دونوں پیر سباکؒ کے سوتیلے بھائی تھے۔ عقاب خٹک صاحب نے بعض شجروں کے حوالے سے لکھا ہے کہ پیر سباکؒ کے چھ بھائی تھے۔ وہ پیر چالاک اور اکبر کے نام زائد بتاتے ہیں۔(6)

پیر آمر یا عمروؒ:۔ پیر سباکؒ کے بڑے بھائی تھے۔ ان کی اولاد علاقہ کنڑ یا کنہار ملک افغانستان میں آباد بیان کی جاتی ہے۔ ایک شجرے میں ان کی اولاد کی ایک شاخ کا شجرہ یوں درج ہے:۔

حنیف شاہ ابن اسلم شاہ ابن محمد غوث ابن میاں نور ابن پیر بلال ابن سید جلال ابن پیر شاہ ابن پیر عمر۔(جو موجودہ ضلع کوھاٹ میں موضع پیر خیل میں آباد ہے اور باہو خیل کے نام سے معروف ہے۔ سید ماجد ایڈوکیٹ)۔ سادات بلند خیل ٹل بھی حضرت پیر عمرؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کی ایک شاخ پیر درہ موضع ارمڑ پایاں ضلع پشاور میں آباد ہے۔

شاہ منصور:۔ پیر سباکؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کی اولاد میں سے پیر سید جمال شاہ خوست سے چل کر کوہاٹ میں آباد ہوئے۔ ان کی اولاد ''منصور خیل'' کے نام سے مشہور ہے۔ شاہ منصور ابن پیر عمر کے نام سے الگ موضع شاہ منصور موسوم ہے۔ موضع جنگل خیل میں حضرت پیر عمرؒ کے خلفاء و معتقدین آباد ہیں۔ یہ موضع حضرت نے اپنے خلفاء کو تحفہ میں دیا تھا۔ پیر سید جمال شاہ کا مزار شریف کوہاٹ چھاؤنی کے پرانے سول ہسپتال کے باہر اپنے جد امجد پیر عمر شاہ کے احاطہ میں ہے۔ شاہ منصورؒ خوست میں دفن ہیں۔ پیر سید نور جمال شاہؒ المعروف ڈورا بابا کے مقبرے کے اندر ایک دوسری قبر ان کے ایک خلیفہ اور بالکے کی بیان کی جاتی ہے۔ پیر خیلوں کے ایک بزرگ کی زیارت ملا خوشحال نیکہ کے

نام سے کوہاٹ میں ایک پہاڑی پر واقع ہے۔(یہ رمضان مجاور زیارت پیر نور جمال شاہ کا بیان ہے۔ لیکن بقول سید امجد بخُاری انکا سادات پیر خیل سے تعلق ثابت نہیں ہے)

اس خاندان کے تین افراد سید بادشاہ، حاجی محی الدین اور کرنل (ریٹائرڈ) انور شاہ سے میری خط وکتابت ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں میں اپنے کرم فرماؤں جناب سید سلطان بادشاہ پیر خیل، سید امجد بخاری اور جناب ایوب صابر کا مشکور ہوں۔ جن کے ذریعے سے مجھے ان مندرجہ بالا حضرات کا تعاون حاصل ہوا. جنگل خیل میں کل چھ کندی آباد ہیں۔ جن میں اکثریت قوم خٹک کی ہے۔ یہ کندی بھنگی خیل' کندی اللہ خیل' کندی یوا خیل' کندی جنکا خیل' کندی درے ٹلے اور متفرق۔ یہ تمام وہ اقوام اور قبائل ہیں جنہیں سید عمر صاحب نے کثیر و وسیع رقبہ تحفہ میں دیا تھا۔ موضع پیر خیل اور موضع جنگل خیل الگ الگ موضوعات ہیں۔ انہیں گڈ مڈ نہ کیا جاۓ۔ موضع پیر خیل میں سادات پیر خیل اولاد سید عمر بخاریؒ کے علاوہ دوسرے سادات اور اقوام بھی آباد ہیں۔ ممکن ہے انمیں کوئی بایزید کی اولاد بھی ہو۔ واللہ اعلم!

جنگل خیل کوہاٹ میں تین خاندان آباد ہیں:۔ ا۔ شنواری، ۲۔ منصور خیل، ۳۔ پیر خیل۔ کوہاٹ ڈسٹرکٹ گزیٹیئر کے مصنف نے پیر خیلوں کو پیر تاریکی (پیر روشان) کی اولاد بتایا ہے۔ منصور خیلوں کو پیر خیل کی ایک شاخ لکھا ہے (۱)۔ صابر صاحب نے پیر قاموس شاہ ایڈوکیٹ پیر خیل کے حوالے سے لکھا ہے۔ "پیر خیل سید جلال الدین بخاری کی اولاد ہیں۔ بعد کے ناموں میں سید ابو بکر اور ان کے بیٹے سید عمر کے نام آتے ہیں۔ سید عمر کے تین بیٹے تھے:۔

(1) منصور (جو سوتیلا تھا)۔ اور پیر عمر کی زوجہ اول سے تھا۔

(2) پیر حسن (جن کی اولاد میں سلطان بادشاہ وغیرہ شامل ہیں) اور شاہ مست سید عمرؒ کی دوسری زوجہ سے۔ پیر حسن کی دوازواج سے آفریدی خیل اور خلیل خیل جبکہ شاہ مست کی اولاد شاھی خیل کہلاتی ہے۔ یہ سب یہیں آباد ہیں۔

(3) معصوم شاہ (جو پیر خیلوں کا جد امجد ہے)

سید معصوم شاہ کے دو بیٹے تھے:۔ پیر روح اللہ، پیر مطیع اللہ -"شاعر مطیع اللہ کا تعلق پیر خیل قبیلے سے ہے"(ایوب صابر) لیکن بقول سید امجد بخاری سادات پیر خیل میں سید معصوم شاہ کا کوئیءوجود وذکر نہیں ہے۔ پیر روح اللہ کے والد کا نام سید بدر الدین ہے جبکہ پیر مطیع اللہ کے والد کا نام سید اکرام الدین ہے۔ وہ اس خانوادے کا شجرہ یوں دیتے ہیں۔

پیر عمرؒ۔ پیر شاھی مست۔ پیر جلال الدین۔ پیر گوہر دین۔ پیر صدر الدین۔ پیر بدالدین (انکے چار بیٹے: پیر اکرام الدین۔ پیر روح اللہ۔ پیر محی الدین۔ حاجی اکبر شاہ)۔

آگے اکرام الدین کے دو بیٹے: پیر مطیع اللہ (معروف شاعر) اور پیر قانتین۔ جبکہ پیر روح اللہ کے چار بیٹے (احمد شاہ۔ عارف شاہ۔ حمید شاہ اور مجید شاہ)۔

Acording to Gazetteer of Kohat District (1883.4):
The" Saids" of Pir Khel and Mansur Khel are said to be descended from the Pir Tarikhi mentioned in Major James 'Settlement Report of the Peshawar District'. Pir Tarikhi had at one time a great following among the Khattaks. There are no acknowleged members of the Sect remaining (Page 69. 70).

(ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ پیر خیل اور منصور خیل کے "سید" پیر تاریکی کی اولاد میں سے ہیں جیسے میجر جیمز کی ضلع پشاور کی سیٹلمنٹ رپورٹ میں مذکور ہے۔ایک زمانہ میں خٹکوں میں پیر تاریکی کے بے شمار پیروکار تھے۔آج کل اس گروہ کا

کوئی نمایاں فرد باقی نہیں رہا)- (گزیٹیر میں اس عبارت کے ساتھ حاشیے میں لکھا ہے۔ Followers of Pir Tarikhi۔اب 'ڈیسنڈڈ' کے معنی ہیں نسل سے ہونا اور 'فالوورز' کا مطلب ہے. مقلد یا پیروکار) -

پیر خیل انہی دو بزرگوں سے پھیلے ہیں۔ جبکہ ایک اور شجرہ نسب میں پیر مطیع اللہ وغیرہ کے والد کا نام ''پیر کا نیشن'' درج ہے۔افسوس ہے کہ مجھے پیر خیلوں کا شجرہ ہاتھ نہ آ سکا۔ منصور خیلوں کے جو شجرے مجھے ملے ہیں وہ اولادِ پیر سباکؒ کے شجروں سے ملتے ہیں اور ان میں چنداں فرق نہیں ہے۔اس لئے یقیناً منصور خیل پیر سباکؒ کے بھائی شاہ منصورؒ کی اولاد ہیں۔ پیر خیل کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ روشنائی تحریک کے ختم ہونے کے بعد مغل بادشاہوں نے پیر روشان کی اولاد کو ہندوستان کے مختلف حصوں میں جاگیریں دیں۔ یہ عین ممکن ہے کہ چونکہ پیر روشان کے خلاف اتنا شدید پراپیگنڈہ ہو چکا تھا کہ عام لوگوں کی نظر میں اس کے عقائد ناقابل برداشت تھے اسلئے شاید اس کی اولاد نے بھی اس کے ساتھ رشتہ توڑ دیا ہو اور دیگر آستانہ دار گھرانوں سے گھل مل گئے ہوں۔

خوشحال خان کے ایک شعر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ منصورؒ کے ماننے والے روشنائیوں کے سخت مخالف تھے اور ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ مُشت بہ گریبان رہے۔ ملاحظہ ہو۔

روښاني پیر منصوری سره به دار نگ وو　　قاسمي شاه عیسائي سره به جنگ وو

پیر سید بادشاہ منصور خیل کا شجرہ نسب یوں ہے:۔

سید بادشاہ ابن ملنگ شاہ ابن سید سیدان شاہ ابن بہادر شاہ ابن بلے شاہ ابن سید عبداللہ شاہ ابن سید حسن شاہ ابن سید جمال شاہ ابن پیر شاہ منصور ابن سید عمر شاہ ابن سید ابوبکر۔

کرنل (ریٹائرڈ) انور شاہ نے سید قمرالدین منصور خیل کا شجرہ بھیجا ہے جو یوں ہے:۔

گلاب دین و میر ضاءالدین ابنائے قمرالدین ابن شاہ نواز ابن پیر اباز ابن عبدالواحد ابن سید حسن ابن سید لقمان ابن سید توغان شاہ ابن پیر جمال ابن شاہ منصور ابن سید عمر ابن سید ابو بکر۔

منصور خیلوں کے ان شجروں میں سید عمر کو شاہ منصور کا باپ لکھا گیا ہے جبکہ پیر سباکیوں کے شجرے کے مطابق وہ شاہ منصور کا بھائی تھا۔

ڈورا باباؒ :- کتاب 'اسرار الحقائیق' کے مصنف ان کے بارے میں لکھتے ہیں.

(یہاں پر حضرت شیخ کمالؒ کا ذکر بطور خاص کیا جاتا ہے۔ جو وزیرستان کا باشندہ اور دَوَڑ قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ 'تحفتہ السالکین' میں آپکو کمال دوڑی اور کمال ڈوری لکھا گیا۔ امتداد زمانہ کے ساتھ ڈورا بابا کے نام سے مشہور ہوا جسکا مرقد کوہاٹ کے سول زنانہ ہسپتال کے بالمقابل ہے. اور اب پیر سید جمال شاہ بخاری کے نام کی تختی مرقد پر آویزاں ہے)

مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کمال دوڑی المعروف بہ ڈورے بابا کا دوسرا نام جمال شاہ نہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ نظم مذکور میں آپ سے وابستہ شعر کے دوسرے مصرعہ. گشت از او مظہر جمال و کمال کی رعایت سے لفظ جمال آیا ہے۔ جو تعریف و توصیف کے معنوں میں ہے۔ (بحوالہ اسرار الحقائق ۔ صفحات 79-69) ۔

جناب ذوالفقار شاہ ولد تیمور شاہ گڑھی بہرام شاہ جنگل خیل کوہاٹ اپنی تصنیف ' کوہاٹ تاریخ کے آئینے میں' 'پیر خیل آف جنگل خیل' کے عنوان کے نیچے اس قبیلے کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں (صفحہ 93-191)-
"بنگش گورنر افغانستان میں ایک مشہور ولی بزرگ ہستی سید ابو بکر کا مرید تھا جو خوست میں مقیم تھا۔ ہر سال وہاں جاتا اور حاضری کے بعد واپس آجاتا۔ جنگل خیل کی حدود کو آباد کرنے کے لئے اور دینی رہنمائی حاصل کرنے کے لئے بنگش گورنر نے سید ابو بکر سے درخواست کی کہ وہ اپنے بیٹے سید عمر بخاری کو ان کے ساتھ جانے دیں تاکہ علاقہ کے لوگوں کی اصلاح ممکن ہو سکے جو سید ابو بکر نے اجازت دیدی۔ بنگش گورنر نے سید عمر بخاری کو کوہاٹ میں آباد کیا اور ان کو

ایک وسیع علاقہ گھمگول اور جنگل خیل سمیت ارد گرد کا علاقہ عطاء کر دیا۔ سید عمرؒ بخاری افغانستان سے آتے وقت اپنے ساتھ چند مریدوں کو جو شینواری تھے، ساتھ لے آیا اور انہیں یہاں آباد کر دیا۔ سید عمر کے تین بیٹے شاہ مست، شاہ منصور اور سید حسن پیدا ہوئے۔

جب سید عمر بخاری نے جائیداد کی تقسیم شروع کی تو بونا کی آبادی کا مشرقی حصہ اور چشمہ بڑاناتھ اپنے مریدوں شینواریوں میں تقسیم کر دیا جبکہ مغربی حصہ اور چشمہ شینکی ڈھند اپنے خاندان کے لئے چھوڑ دیا۔ اس طرح جب بیٹے بڑے ہوئے تو شاہ منصور کو سید عمر نے زیادہ حصہ دیا جبکہ باقی بھائیوں کو اس کے مقابلے میں کم حصہ دیا۔ (ہمارے شجروں کے مطابق شاہ منصور پیر عمر کا بھائی تھا۔ اس لئے بھتیجوں کے مقابلے میں اس کا حصہ زیادہ بنتا ہے۔ چراغ)

(بقول امجد بخاری یہ لفظ دراصل "بھوانہ" ہے جو علاقے کا نام نہیں ہے بلکہ پیشے کا نام ہے۔ یہ سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی کاشت کے ہیں۔ چونکہ اس علاقے میں یہ لوگ کاشت کیلیے جاتے 'اس لیے "بھوانہ" سے منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن ایسا کوئی بھی نام ریونیو کے ریکارڈ میں نہیں ہے)

مگر پھر بھی شاہ منصور اپنے والد سید عمر بخاری سے ناراض ہو کر آبائی علاقہ خوست چلا گیا جہاں اس کے دادا سید ابو بکر کی گدی تھی۔ سید ابو بکر کا مزار آج بھی خوست میں موجود ہے۔ شاہ منصور کی اولاد جو کوہاٹ میں آباد ہوئی وہ منصور خیل کہلائی۔ اسی طرح شاہ مست کی اولاد پیر خیل کہلائی اس میں سید حسن کی اولاد بھی شامل ہے جبکہ جنگل خیل میں سید عمر بخاری کے ساتھ اس کے مریدوں شینواریوں کی نسل بھی آگے چلی اور آج بھی اس کی اولاد جنگل خیل میں مقیم ہے۔ سید عمر بخاری کا مزار کوہاٹ چھاؤنی میں واقع ہے۔ سید عمر کی اولاد میں شاہ مست کی اولاد پیر خیل کہلائی۔ ان کے بیٹے سید جلال شاہ اور پھر اس کے بیٹے پیر گوہر پیدا ہوئے۔ پیر گوہر کا ذکر اکبر نامہ میں میں موجود ہے۔ کوہاٹ کے معروف جنگجو بنگش سردار شیر محمد خان بنگش، پیر گوہر کو اپنے ہمراہ دربار اکبری بھی لے گئے تھے جہاں انہوں نے تبلیغ کی۔ شیر محمد خان بنگش نے اپنے دور میں خوشحال خان خٹک اور پیر روشن کے ساتھ بھی جنگیں لڑیں تھیں۔

پیر گوہر کے بیٹے سید صدرالدین کے آگے چھ بیٹے ہوئے جن میں علاؤالدین، پیر ضیاء الدین شاہ بخاری، بدرالدین (جس کی اولاد کو" پیر کور" کہا جاتا ہے) نورالدین، پیر فضل دین اور اصل دین پیدا ہوئے. (اصل دین کا کوئی وجود اور ذکر نہیں اور صدرالدین کے پانچ بیٹے ہیں۔ امجد بخاری) پیر ضیاء الدین شاہ بخاریؒ ولد سید صدرالدین ولد پیر گوہر ولد سید جلال شاہ ولد شاہ مست ولد سید عمر بخاری کا مزار بونا میں اونچی پہاڑی (تور و سپین) پر واقع ہے. سید عمر کی پہلی بیوی سے حسن اور شاہ مست پیدا ہوئے. جس کی اولاد شاہی خیل پیر خیل کہلاتی ہے جبکے ان کی دوسری زوجہ سے شاہ منصور پیدا ہوئے جنکی اولاد منصور خیل کہلاتی ہے. حسن کے دو بیٹے سید انور اور میر خلیل تھے. میر خلیل کی اولاد جنگل خیل میں خلیل خیل کہلاتی ہے. شاہ مست کی پہلی زوجہ سے پیر گوہر پیدا ہوئے جس کی نسل میں انتہائی معروف شخصیات آگے پیدا ہوئیں. شاہ مست کی دوسری زوجہ سے ہلال گل اور بلال گل پیدا ہوئے. بلال گل کے بیٹے شاہ نواز سے اس کی اگلی نسل چلی (میرے دوست سید نعمت اللہ شاہ ماہر امراض جلد اسی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں اگرچہ بقول امجد بخاری آپکا شجرہ انسے نہیں ملتا)۔

شاہ منصور خود واپس خوست چلے گئے اور وہیں وفات پائی. ان کا مزار شریف خوست (افغانستان) میں موجود ہے۔

پیرانِ جنگل خیل کی معروف روحانی شخصیتیں

سید حسن شاہؒ: قاضی عبدالحلیم اثر افغانی اپنی مشہور تصنیف 'روحانی تڑون' (روحانی روابط) میں صفحات 360-361 پر حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت اوچ شریف (707ھ تا 785 ھ) کی اولاد میں ان کا ذکر یوں کرتے ہیں. (ترجمہ) یہ سید حسن شاہ 1050ھ کے لگ بھگ موضع آدی زئی متنی سے کوہاٹ شہر تشریف لے گئے تھے اور وہاں کے محلہ جنگل خیل میں آباد ہو گئے تھے۔اولاد آج تک وہیں آباد ہے۔ بہت عزتمند روحانی ۔علمی اور ادبی گھرانہ ہے۔اس خاندان کے نامور افراد نے گزشتہ تین سو سالوں میں اس ملک میں اسلام کی کافی خدمت کی ہے۔ پشتو زبان کے نامور ادیب مطیع اللہ بھی اسی خاندان میں گزرے ہیں۔(بقول امجد بخاری سید حسن شاہ' در اصل سید عمر شاہ بخاریؒ

کے زوجہ دوم سے تھے۔آپ کی دوازواج تھیں۔ایک قوم پیر خیل سے' جن سے سید خلیل مولود ہوے ء۔آپ کی اولاد خلیل خیل کہلاتی ہے۔اور دوسری زوجہ قوم آفریدی سے تھی' جن سے سید نور پیدا ہوے ء۔آپکی اولاد آفریدی خیل کہلاتی ہے۔

اثر صاحب نے شجرہ یوں ترتیب دیا ہے۔سید حسن شاہ بن سید گوہر شاہ بن سید رنگ شاہ بن سید شیر شاہ بن سید نجیب شاہ بن نبی شاہ بن امام شاہ بن سید رحمت اللہ موج دریا علیہم الرحمۃ والغفران۔ (مذکورہ سید حسنؒ کو اولاد سید عمر شاہؒ کے سید حسن سے گڈ مڈ نہ کیا جاے ء۔مذکورہ سید حسن جو تپہ ادیزیء متنی سے تشریف لاے ء ہیں' کی اولاد پیر شہنشاہ معروف کانگریسی لیڈر رتھے۔انکا اولاد سید عمر شاہ سے کوی ء تعلق نہیں ہے۔امجد بخاری)

پیر مطیع اللہ زمانہ (1150ھ/1737ء تا 1260ھ/1844ء) کے شاعر گزرے ہیں۔اس رحمانی مسلک شاعر کا دیوان چھپ چکا ہے جس پر ڈاکٹر اقبال نسیم خٹک نے ایک علمی تحقیقی دیباچہ بھی لکھا ہے۔ساتھ ہی مکمل شجرہ بھی دیا ہے۔جو یوں ہے۔مطیع اللہ نیکہ بن پیر اکرام الدین شاہ بن حاجی پیر بدرالدین بن سطر الدین بن پیر گوہر بن سید جلال شاہ بن شاہ مست (شاہی مست) بن سید عمر بن ابو بکر بن شاہ اسماعیل بن میر علی بن میر کلاں۔۔۔۔سید جلال الدین بخاریؒ۔پیر مطیع اللہ کے دیوان کی ایک منقبت سے پتہ چلتا ہے۔کہ انہوں نے کچھ عرصہ بیت الغریب میں بھی قیام کیا اور روحانی فیض حاصل کیا(دیوان صفحہ 236ملاحظہ ہو) :

یو کان دَ معرفت بیت الغریب دے۔زعرفان پہ دریاب غرق لہ دے ساحل لاڑ

روحانی تڑون کے صفحہ 697پر حضرت شہباز مہمند نقشبندیؒ کے بارے میں تحریر ہے۔(ترجمہ) حضرت شیخ المشائخ شہباز مہمند نقشبندی(1034ھ تا1146ھ) نے دینی علوم مولانا سید حسن شاہ بخاری قدس سرہ' سے حاصل کئے تھے۔پھر ان ہی کے ساتھ کوہاٹ تشریف لے گئے تھے اور حاجی بہادر صاحبؒ سے خرقہ ء خلافت حاصل کیا تھا۔ان

کی وفات کے بعد شیخ حبیب پشاوری سے تجدید بیعت کی۔ان کا مزار مبارک شیخ حبیب پشاوری قدس سرہ' کے ساتھ احاطہ میں ہے۔

پیر ضیاالدین بخاریؒ/بینا بابا: ولد سید صدر الدین ولد پیر گوہر ولد سید جلال شاہ ولد شاہ مست ولد سید عمر بخاریؒ۔ان میں پیر گوہر' شیر محمد بنگش کا ہم عصر تھا۔ جبکہ پیر عمرؒ حضرت پیر باباؒ کے ہم عصر تھے۔ کتاب "حضرت حاجی بہادر کوہاٹیؒ مصنفہ محمود شوکت" میں لکھا ہے۔

بینا باباؒ جنہیں عرفِ عام میں بودنا باباؒ کہا جاتا ہے' کی اہلیہ حضرت حاجی بہادرؒ کی ہمشیرہ تھیں۔ باباؒ کا اسم گرامی پیر ضیاءا لدین بخاری تھا۔انکی اولاد جنگل خیل میں آباد ہے۔آج کل گدی نشین پیر محبوب شاہ ہیں۔ سید رسول شاہ۔ پیر علاؤالدین بخاری اور سید جمال شاہ گورنمنٹ کنٹریکٹر اِن کی اولاد میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ (بھوانہ شریف میں مدفون ان بزرگوں کو تورو سپین نیکونہ کہتے ہیں۔امجد بخاری)

کتاب 'اسرار الحقائق' کی ایک عبارت جو غلام محمد ملتانی کی تصنیف 'مجمع الانساب' سے ماخوذ ہے کچھ یوں ہے(صفحہ 93): **احوال پیر خیل کہ مشہور بہ منصور خیل اند:** یہ تین طائفوں پر مشتمل ہے۔ایک شاہی خیل کہلاتا ہے۔دوسرا خلیل خیل اور تیسرا آفریدی خیل کہلاتا ہے۔ہر تینوں اقوام مشہور اور معروف ہیں۔ایک قوم کی سکونت غربیہ میں تھی۔دوسری شوکی میں قیام پذیر تھی اور تیسری قوم کوہاٹ چہار باغ کی زمین پر سکونت پذیر تھی۔واضح ہو کہ پیر شاہ مست ابن شاہ حسن تھا اور شاہ حسن اوال پیر خیل ہے۔پیر عمر ابن پیر اکبر قوم بنگش کے ہمراہ قریہ بلند خیل سے کوچ کر کے کوہاٹ آیا اور ملا چیلاک علیہ الرحمت کی غونڈی میں نالہ جوگیاں کے دامن میں آباد ہو گیا۔

قدوۃ المشائخ پیر چالاکؒ

اخوند درویزہ نے اپنی کتاب "تذکرہ" میں پیر چالاک کو پیر عمر کا بھائی لکھا ہے اور ان دونوں کو خٹک افغانوں کا پیر بتایا ہے۔ ملا شمس الدین نے اپنی تصنیف "مناقب شیخ رحمکارؒ" میں پیر چالاک کو روشانی لکھا ہے اور "مناقب فقیر صاحب" سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پیر چالاک کو اسی خاندان میں سے سمجھتے تھے۔ میرے پاس جتنے شجرے ہیں ان میں ان کا نام نہیں ہے۔ البتہ چالاک خیلوں کا جو شجرہ میرے ہاتھ لگا ہے اس میں شجرہ تقریباً گیارہ پشتوں تک پیر سباکیوں سے ملتا ہے۔ اس لئے اغلب خیال یہی ہے کہ پیر چالاک پیر سباک کے بھائی تھے۔ ان کی اولاد آج کل موضع پیر خیل علاقہ ککی ضلع بنوں میں آباد ہے۔ آستانہ دار گھرانہ ہے اور ضلع بنوں کے کئی دیہات میں ان کو بوجہ پیری مریدی "سیری" ملے ہیں۔ ان کے آباء واجداد (7) کے مزارات پر خاص وعام دعا مانگنے جاتے ہیں۔

سید نور علی شاہ پیر خیل ککی (بنوں) کے ایک خاندانی شجرے نوشتہ 4 مارچ 1978ء میں سید چلاک بن ابا بکر بن شاہ اسماعیل بن میر علی کا ایک بیٹا سید ارفول ہے۔ یہ پہلے بزرگ ہیں جو موضع ککی میں آباد ہوئے۔ پروفیسر شمشیر علی خان اپنی کتاب 'بن باس' میں یہ نام اربول شاہ لکھتے ہیں اور بیان اولاد ککی بندوبست 1873ء کے مطابق آبادی دیہہ مذکورہ کا ذکر یوں کرتے ہیں:۔ اسی زمانے کا ذکر ہے کہ مسمی حافظ عبداللہ و قاسم مورثان ہم مالکان قوم قریش ملک عرب سے و مسمی آربول شاہ مورث ہم سید اصل بخاری ملک بخارا سے کسی تقریب سے اس ملک (بنوں) میں آئے۔ ککی نے ان کو متبرک آدمی سمجھ کر کسقدر رقبہ بطور بخشش دیا۔ (صفحہ 273 بن باس) اسی کتاب کے صفحہ 275 پر وجہ تسمیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں۔ جب ککی مورث کو ملکیت حاصل ہوئی تو وہ آبادی بنا کر آباد ہوا۔ اور نام گاؤں کا ککی مشہور ہوا۔ اربول شاہ مورث ہم قوم سید نے اپنی آبادی بنائی جو اندرون آبادیہ ارسلا شاہ سے موسوم ہے۔ (صفحہ 275 بن باس از پروفیسر شمشیر علی خان) شجرہ اولاد پیر چالاکؒ میں یہ نام سید ارفول شاہ لکھا گیا ہے اور پیر چالاکؒ کا بیٹا مذکور ہے (چراغ)

ان کی اولاد کے بقول پیر چالاک کا مزار مبارک بخارا میں ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ واپس بخارا چلے گئے تھے۔ ان کی اولاد کے متعلق مشہور ہے کہ جس کسی کو کوئی حاجت پیش آجائے۔وہ نوافراد چالاک خیل اور میراثی کو اپنے گھر لے جاتے ہیں۔ان سے ہاتھ اٹھواتے ہیں۔ حق جل شانہٗ اس آدمی کی مراد پوری کر دیتا ہے۔

پیر چالاکؒ کا اسم مخصہ معلوم نہ ہو سکا۔ شجروں میں بھی ان کا نام یوں ہی لکھا گیا ہے لیکن ''سباک'' کی طرح ''چالاک'' یا پشتو رسم الخط میں 'سالاک'۔ان کا عرفی نام معلوم ہوتا ہے۔پشتو نخوا میں چالاک،ثالاک یا سالاک کے نام سے تین مشہور تاریخی شخصیتیں گزری ہیں اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ ان میں سے دو کے بھائیوں کا نام بھی ''سباک'' ہے۔

اب ہم چالاک کے معنی کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں۔جناب یوسف سلیم چشتی اپنی تالیف ''شرح جاوید نامہ'' میں لکھتے ہیں:۔

ا) وہ حرص وہوا(مس شیطانی)سے پاک ہو جاتا ہے۔(پاک)

ب) اس میں استقامت پیدا ہو جاتی ہے۔(محکم)

ج) عروج روحانی کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔(سیار)

د) اس کی دماغی قوتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔(چالاک)

ان خوبیوں کی بدولت وہ عالمِ ناسوت کو طے کر کے عالم لاہوت میں پرواز کرنے لگتا ہے اور فرشتوں کے مقام سے اور جنت الفردوس سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ فنافی الرسول ہو جاتا ہے۔اور جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔

اس خیال کی تائید ان تین بزرگوں کے حالاتِ زندگی اور مدارج سلوک پڑھنے کے بعد بھی ہوتی ہے۔ اب ہم باقی دو بزرگوں کے حالات کا مختصر ذکر کرتے ہیں جو چالاک کے نام سے مشہور و معروف تھے۔

اخوند چالاکؒ

مشہور عالم، غازی اور فقیر تھے۔ کئی کتابوں میں ان کا ذکر آیا ہے۔ ان کو ملّا کابل گرام بھی کہتے ہیں تحفتہ الاولیاء، مناقب فقیر جمیل بیگ اور تاریخ مرصع میں ان کا ذکر آیا ہے۔ جو مختصراً یوں ہے:۔

وہ طوغہ کے رہنے والے تھے اور طوغہ اصل میں ترین افغان ہیں۔ ان کے والد علاقہ خٹک میں مقیم تھے اور وہیں ان کی زیارت ہے۔ اخوند صاحب بہاکو خان کے عہد میں علاقہ یوسف زئی جاکر غازیوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوا کرتے تھے اور سلسلہ جہاد کی وجہ سے یہ علاقہ ان کو پسند آیا۔

''تذکرہ شیخ رحمکار'' میں لکھا ہے۔ اخون چالاکؒ اصل میں ملک ترکستان کے ایک صاحبِ املاک و جائیداد بزرگ تھے۔ ترکِ وطن کرکے اخون پنجوؒ سکنہ اکبر پورہ کے ہاں آئے۔ کچھ مدت وہاں رہے۔ شمالی کوہستان اباسین کے کفار سے جہاد کا ارادہ کیا۔ اخون پنجوؒ نے دعا اور امداد کے لئے کاکا صاحبؒ کے پاس بھیجا اور کاکا صاحبؒ نے انہیں شیخ جمیل بیگ (مرید خاص کاکا صاحب) کے پاس روانہ کیا۔ شیخ جمیل بیگ سے مالی امداد لے کر علاقہ صوابی پہنچے۔ بہاکو خان یوسف زئی سردار اُن کے ساتھ ہوگیا اور علاقہ پکلی، الائی، نندیاڑ اور کوہستان چیلاس تک کافروں کو شکست دی اور وہاں دینِ اسلام کو پھیلایا۔

اخون سالاکؒ (8) نے اسی علاقہ کے مقام کابل گرام میں وفات پائی اور وہیں ان کا مزار ہے۔ عبدالحلیم اثر صاحب نے ایک جگہ ان کا سنِ وفات 1067ھ اور دوسری جگہ 1075ھ لکھا ہے۔ اخون سالاک صاحب تصنیف بزرگ تھے جن میں فتاویٰ غربیہ، بحرالانساب غزویہ اور مناقب اخون پنجو مشہور ہیں ان کے ایک بھائی کا نام اخوند سباکؒ تھا۔ یہ بھی اخوند پنجوؒ کے مرید تھے۔ ان کا مزار اقدس علاقہ یوسف زئی میں تپہ سدوم کے گاؤں موضع بھڑوچ سے تین چار میل کے فاصلے پر ہے اور موضع رستم کے شمال میں واقع ہے۔ ان کی اولاد موضع بھڑوچ، چملہ کے جنگئی، کوریا، کدال اور کلائی پورن میں آباد ہے۔ گوجر گڑھی کے میاں شاکراللہ صاحب ان کی اولاد میں سے ہیں۔

حواشی تواریخ حافظ رحمت خانی صفحہ 846۔849 پر ان کو اخون خیل پٹھان اور درانی لکھا گیا ہے۔ان کے جد امجد کا نام طوغان درین (طوغے) تھا جن کی اولاد طوغی اور درانی سے یاد کی جاتی ہے۔اور شجرہ یہود ابن یعقوب علیہ السلام سے ملایا گیا ہے۔اخون چالاکؒ کے چار بیٹے تھے۔صرف دو اخون اشرف اور عبدالرحمن کا ذکر آیا ہے۔۔۔اخون اشرف کے شجرہ نسب میں اخون چالاکؒ کا نام اکبر شاہ بتایا گیا ہے۔

حواشی تواریخ حافظ رحمت خانی میں ایک بار پھر اس غلطی کو دہرایا گیا ہے کہ اخون سباک کو پیر سباک کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے۔

روشن خان صاحب نے میرے توجہ دلانے پر اس غلطی کی اصلاح کا وعدہ کیا ہے لیکن تاحال اس کتاب کی اشاعتِ سوم تک یہ غلطی موجود ہے۔اسی کتاب میں ایک اور غلطی یہ کی گئی ہے کہ پیر عمر کو پیر سباک لکھا گیا ہے حالانکہ وہ ان کا بھائی تھا۔یہی غلطیاں قاضی عبدالحلیم اثر افغانی صاحب نے اپنی کتاب ''روحانی روابط'' میں بھی کی ہیں۔کسی کتاب میں بھی اخون سباکؒ کا سنِ وفات مجھے نہیں مل سکا۔

اخون چالاکؒ پیر سباکؒ کے پوتے پیر زین الدینؒ کے استاد محترم تھے۔

ملّا چالاکؒ:۔اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت کے دسویں سال (1077ھ/1078ھ) یوسف زئی قوم نے بغاوت کر دی اس وقت اٹک گاؤں کے قریب ایک فقیر نے عالمگیر بادشاہ کے بھائی شاہ شجاع ہونے کا دعویٰ کیا۔قوم یوسف زئی تمام اس کی حمایت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔سردار بھاکو خان اس کا ساتھی تھا۔یہ ملا چالاک بھیرہ خوشاب کا رہنے والا تھا۔(بحوالہ عالمگیر نامہ، قصۃ المشائخ اور تاریخ مرصع)

فاضل محقق کامل صاحب نے خیال ظاہر کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ملا چالاک اور اخون چالاک ایک ہی شخصیت ہوں۔لکھتے ہیں:۔

''عالمگیر نامہ کے بیان کے مطابق بھاکو خان کے علاوہ ایک دوسرا شخص ملا چالاک (جو بھیرے خوشاب کا باشندہ بیان کیا جاتا ہے) بھی اس خروج کا باعث تھا اور انہوں نے ایک فضول آدمی کو محمد شاہ کے لقب سے یوسف زئیوں اور منڈر کا بادشاہ بنایا تھا۔ آیا یہ ملا چالاک اور تذکرۃ الاولیاء کا ذکر کردہ اخوند چالاک ایک ہی ہیں؟ تذکرۃ الاولیاء میں ملا چالاک کو توغہ یا ترین بتایا گیا ہے۔ لیکن یہ نہ صرف ممکن ہے بلکہ قرین قیاس اور اغلب دکھائی دیتا ہے کہ کاتب کی غلطی کی وجہ سے تری (جو خٹک ہیں) کو ترین بنا دیا گیا ہو بھیرہ اور خوشاب پر خٹکوں نے کئی حملے کئے تھے اور وہاں پر آباد بھی ہو گئے تھے۔ بلکہ آج بھی سرگودھا میں (بھیرہ اور خوشاب جس کا حصہ ہیں) پٹھان آباد ہیں۔ آیا عالمگیر نامہ کا محمد شاہ اور جعلی شاہ شجاع ایک ہی ہیں؟ یا محمد شاہ اور ملا چالاک کے بارے میں مرزا محمد کاظم کا بیان اس کی اپنی ایجاد تو نہیں ہے؟ مرزا کاظم شاہ شجاع کے بارے میں عمداً چپ رہا ہے (تاریخ مرصع) قصتہ المشائخ میں جو پیر زین الدینؒ کے پوتے خواجہ محمد معصومؒ کے مناقب میں لکھی گئی ہے اس نقلی شاہ شجاع کا ذکر آیا ہے لیکن اس کو ملا چالاک نہیں کہا گیا ہے۔ ساتھ ہی اپنے دادا کے استاد کو اخوند چالاکؒ بتایا گیا ہے جس سے اس بات کا شائبہ کم ہو جاتا ہے کہ ملا چالاک اور اخوند چالاک ایک ہی شخصیت ہیں۔

باب چہارم

پیر سباکؒ کا سنِ ولادت باسعادت اور بچپن کے حالات

زمانہ تعلم: مولد وجائے اقامت اور ابتدائی زمانہ زندگی کے بارے میں ہماری معلومات اب تک نہ ہونے کے برابر ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ دسویں صدی ہجری کے آخیر میں علاقہ خوست میں جہاں ان کے والد مقیم تھے، پیدا ہوئے ہونگے۔ عقاب خٹک نے اپنی تالیف 'پیر سباکؒ' میں لکھا ہے کہ "پیر سباکؒ لکھے پڑھے نہ تھے" اور حوالہ اخوند درویزہؒ کے تذکرہ کا دیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ مجمع البرکات کی ایک عبارت ہے کہ پیر سباکؒ نے شش سال (چھ سال) تک ہندوستان میں تعلیم ظاہر و باطن حاصل کی۔ اور بہت سارے ظاہری کمالات کے مالک ہوئے۔ تذکرہ میں کہیں بھی پیر سباکؒ کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ ان کے دو بھائیوں پیر عمر اور پیر چالاک۔ ان کے والد شیخ ابا بکر اور اجداد شاہ اسمٰعیل اور میر علی کا ذکر موجود ہے۔ "تذکرہ" نے پیر چالاک کو جنی اور مفتری اور بے علم لکھا ہے (ان الزامات کے بارے میں ہم اپنے خیالات کا اظہار بعد میں کریں گے)۔

یہ بات تعجب خیز ہے کہ اخوند درویزہؒ نے پیر سباکؒ کا ذکر کیوں نہیں کیا حالانکہ وہ (پیر سباکؒ) تذکرہ، کے لکھے جانے کے وقت بقید حیات تھے اور اخوند درویزہؒ کے قریب ہی رہتے تھے لیکن اخوند صاحب صرف ان بزرگوں کے بارے میں لکھتے ہیں جن کو انہوں نے دیکھا تک نہیں۔ صرف سنی سنائی باتوں پر اعتبار کر لیا۔ اخوند صاحبؒ نے نہ صرف پیر سباکؒ کا ذکر نہیں کیا بلکہ شیخ بہادر خان بابا۔ کاکا صاحبؒ، حاجی بہادر کوہاٹی اور اخوند پنجوؒ جیسے مشہور بزرگوں کا ذکر بھی تذکرہ میں موجود نہیں۔ حالانکہ یہ سب ان کے ہمعصر تھے۔

بعض محققین جن میں قاضی عبدالحلیم اثر اور ڈاکٹر محمد حنیف شامل ہیں کا خیال ہے کہ تذکرہ میں عبدالوہاب مانکراویؒ کے نام سے جس بزرگ کا ذکر آیا ہے۔ اس سے مراد اخوند پنجو بابا ہیں۔ لیکن تحفتہ الاولیاء کا درج ذیل بیان اس دعوے کی تردید کرتا ہے (صفحات 38-39)

کہتے ہیں کہ حضرت اخوند درویزہؒ جب اپنے پیر علی ترمذیؒ (جنہوں نے 991ھ میں وفات پائی) کی زیارت کرنے کے بعد بُنیر سے براستہ نستہ پشاور آرہے تھے۔ راستے میں اکبر پورہ حضرت اخوند پنجوؒ کے دیکھنے کی غرض سے تشریف لائے۔ لیکن وہ مراقبے اور استغراق کی حالت میں تھے۔ نہ چاہا کہ ان کے کام میں مخل ہوں۔ انتظار نہ کیا اور روانہ ہوئے جب اخوند پنجوؒ کو معلوم ہوا تو اخوند صاحب کو دیکھنے کیلئے گاؤں سے باہر تشریف لائے۔ وہ کافی دور چلے گئے تھے۔ ان کی پیٹھ نظر آرہی تھی۔ بس اسی پر اکتفا کیا اور اپنی جگہ واپس ہوئے۔ مجھے تعجب ہے کہ اخوند درویزہؒ نے تذکرہ میں جو 1021ھ میں لکھی گئی کس لئے اخون عبدالوہاب صاحب اکبر پورہ کا ذکر نہیں کیا۔ اگر یہ خیال کیا جائے۔ کہ وہ چشتی تھے۔ اور اخوند درویزہ متشرع ہونے کی وجہ سے کہ ان میں سے اکثر اہل وجد اور سماع ہوتے ہیں۔ پرہیز کرتے تھے لیکن باباصاحب اکبر پورہ خود کمال درجے کے متشرع اور عالم تھے۔ اور انہوں نے تمام عمر دیگر حضرات چشتیہ کی طرح سماع ہر گز نہ کیا۔ اپنے جوش کو ضبط کیا۔ مستغرق رہتے تھے۔ نیز اخوند درویزہؒ کے پیر چشتی تھے اور اخون صاحب نے اس طریقے میں ان سے بیعت کی تھی۔ البتہ اخوند پنجوؒ کا طریقہ صابری تھا۔ اور اخوند درویزہ کا نظامی - واللہ اعلم۔ (تحفتہ الاولیاء مصنفہ میر احمد شاہ رضوانی)

یہ بات ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ پیر سباکؒ علاقہ خوست سے براستہ کابل یہاں آئے اور ان کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ بہادر خان بابا نے ان کے والد شاہ ابو بکرؒ سے درخواست کی کہ ان کے ساتھ ایک بیٹا روانہ فرمایا جاوے تاکہ اور لوگ بھی ان کے فیض سے فائدہ اٹھا سکیں۔ شاہ ابا بکرؒ نے ان کی یہ درخواست مان لی تھی۔ اور اس طرح پیر سباکؒ علاقہ خٹک پشاور تشریف لائے۔ پہلے پہل موضع ولئی میں ورودِ مسعود فرمایا اور بعد میں دریائے کابل کے اس پار موضع شہر صفا کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رونق بخشی۔

حضرت شیخ سید ناصر الدین محمود المعروف پیر سباکؒ قدس سرہ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد بزرگوار سے مجاز طریقت اور سجادہ نشین تھے۔ آپ کے نانا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے جد امجد حضرت سید عمر شیر رحمتہ اللہ علیہ۔ حضرت سید عبد اللہ الباہر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ اور سلسلہ طریقت میں سہروردیہ سے منسلک تھے۔ اور آپ کی ننہال کے دیگر

افراد بھی سلسلہ سہروردیہ سے منسلک تھے۔آپ نے 976ھ بہ مطابق 1608ء میں وصال فرمایا-مزار مبارک شمالی وزیرستان میں ہے۔(احوال العارفین صفحہ نمبر 507)

موضع ولئی: علاقہ خٹک میں واقع ہے۔نوشہرہ سے زیارت کاکا صاحبؒ جانے والی سڑک کے عین وسط بجانب شرق ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ علاقہ سرسبز اور باغات سے پُر ہے۔ یہاں کچھ کھنڈرات بھی پائے جاتے ہیں۔ جن میں مغلیہ دور کا ''رنگ محل'' قابل دید ہے۔اس گاؤں میں وہ باغ اب بھی موجود ہے جہاں سپیدار درخت کے تنے کے ساتھ حضرت پیر سباکؒ ٹیک لگا کر ذکر وافکار میں مشغول رہتے تھے۔

اس گاؤں کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مصنف ''تاریخِ پشاور'' یوں قلم پرداز ہے:۔''عرصہ آٹھ پشت کا گزرا ہے کہ سید میاں آزاد گل صاحب جن کا سلسلہ نسب تیسری پشت میں حضرت رحمکار صاحب المعروف کاکا صاحبؒ سے ملتا ہے اور پیر سباک صاحب بزرگاں جو اپنے زمانے کے بڑے عابد وزاہد اور ولی کامل مشہور تھے۔معہ چند فقرائے مسترشدین یہاں آئے۔ چونکہ سطحِ زمین اس جگہ کی بباعث روانی چشمہ ہائے کی قدرت کاملہ صانع نے سبز وخوارم اور تراکم درختاں سایہ دارنے اور بھی زیادہ مطبوع وآسائش گاہ بنا رکھا تھا۔ مسافرانہ طور پر جھونپڑی بنا کر بفراغت دل شامل عبادت معبود ہوئے۔ سردار خوشحال خان خطک نے جو اس زمانہ میں علاقہ خطک کا حاکم تھا اپنی لڑکی کی شادی میاں آزاد گل صاحب اور دوسری پیر سباکؒ صاحب کے ساتھ کر کے رقبہ دیہہ ہذا کا بوجہ وہیچ ہر دو دختران کو دے دیا۔ تب ہر دو مورثان مرقومہ الصدر کچی کوٹھی بنا کر یہاں ہی اقامت پذیر ہوئے رفتہ رفتہ عالم گل وحیات گل ونجم الدین وقمر الدین وعرب الدین جو میاں آزاد گل صاحب کے یکجدی تربور بھائی اولاد حضرت ایک صاحب والد ماجد شیخ رحمکار سے تھے موضع کلی کنڈ وسرور خیل سے آکر اوراصل مورثان سے محصل املاک ہو کر آباد ہوتے چلے گئے۔ بعد آبادی نام آبادی دیہہ کا بشہرت مرتبہ ولایت ہر دو مورثان ان کے ولئی مشہور ہوا۔تب سے گاؤں بلا تزلزل آباد اور قوم سید کا دفتر سمجھا جاتا ہے۔ تین کندیاں بہ تمیز اولاد مورثان حسب ذیل:۔

1) کنڈی سیداں مقبوضہ اولاد پیر سباک
2) کنڈی اولاد ایک صاحب۔
3) کنڈی اولاد آزاد گل صاحب مشہور ہیں"

"تاریخ پشاور" کے مندرجہ بالا بیان میں درج ذیل باتیں محل نظر ہیں:۔

(1)۔ حضرت آزاد گل میاں ملقب بہ میاں ضیاء الدین صاحب کاکا صاحبؒ کے بیٹے تھے نہ کہ پوتے۔1083ھ میں وفات پائی۔
(2)۔ حضرت پیر سباکؒ اب تک کی تاریخی شہادت کے مطابق 1025ھ سے پہلے فوت ہو چکے تھے-خوشحال خان نے1040ھ میں شادی کی تھی اس لئے پیر سباکؒ سے ان کی بیٹی کا نکاح ناممکن بات ہے۔
(3)۔ پیر سباکیوں کی روایت کے مطابق موضع ولئی پر کاکاخیلوں نے آج سے چار پانچ پشت پہلے قبضہ مخالفانہ کر لیا تھا جبکہ وہ خاندانی دشمنی کی وجہ سے زیارت کاکا صاحبؒ سے اٹھ کر ولئی میں آباد ہو گئے تھے۔

نامور مورخ جناب بہادر شاہ ظفر کاکاخیل نے راقم الحروف کے نام اپنے خط میں ان اعتراضات پر بھی بحث کی ہے جو موضع ولئی کے بارے میں "تاریخ پشاور" کے مندرجات پر کئے جا سکتے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

"تاریخ پشاور کا جو اقتباس آپ نے در بارہ ولئی لکھا ہے یہ ایک قابل قبول شہادت ہے اور اس میں واقعہ کی اصلیت تو موجود ہے یعنی گوپال داس کے سامنے موضع ولئی کی وجہ تسمیہ کے بارے میں تحقیق تھی نہ کہ جناب آزاد گلؒ یا پیر سباکؒ کے بارے میں۔ ظاہر ہے یہ دونوں صاحبان ولی تو تھے ہی۔اس لئے ان کے قیام کے باعث اس موضع کا نام ولئی ہو گیا۔

یہ بات بھی درست ہے کہ خان خوشحال خان کا داماد پیر زین الدین تھا نہ کہ جناب پیر سباکؒ۔اسی طرح حضرت آزاد گل صاحبؒ کاکا صاحب کے بیٹے تھے نہ کہ پوتے۔ لیکن یہ ایسی خامی نہیں ہے کہ جس سے تاریخ پشاور کی شہادت

مشکوک ہو جائے۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ تاریخ پشاور اصل زیر بحث واقعہ کے کم از کم پانچ یا چھ پشت گزر جانے کے بعد لکھی گئی ہے اور گو پال داس کے ذرائع معلومات تو عوام الناس ہی تھے۔ اب گو پال داس کے زمانے میں اگلے زمانے کے لوگ ختم ہو چکے تھے۔ لیکن روایت کے طور پر واقعہ کی یاداشت پشت بہ پشت محفوظ چلی آرہی تھی۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ پیر زین الدینؒ کی شہرت بھی پیر سباکؒ کے باعث تھی یعنی میرا مطلب ہے کہ جناب پیر سباکؒ صاحب اتنی شہرت کے مالک تھے کہ کئی پشتیں گزرنے کے باوجود بھی لوگوں کے ذہن میں ان کام نام موجود تھا لیکن پیر زین الدین کی یہ حیثیت نہ تھی۔ تاریخ پشاور کے زمانے میں پیر زین الدین کا نام لوگوں کے ذہن میں موجود نہ تھا' بخلاف جناب پیر سباکؒ کے اسی لئے انہوں نے پیر زین الدین کی جگہ پیر سباکؒ کا نام لیا۔ تاریخ پشاور میں خوشحال خان کی بیٹی اور پیر سباک کی شادی کا جو بیان ہے عوام میں آج تک یہی بات مشہور ہے۔ کل ہی میں نے ایک معمر اور تاریخ دان شخص سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے بھی کہا کہ خوشحال کی ایک لڑکی حضرت گل صاحبؒ کی اہلیہ تھی جبکہ دوسری جناب پیر سباکؒ کی۔ پھر اس میں گو پال داس کا کیا قصور ہے اور چونکہ گو پال داس کے سامنے اور کوئی تحریری شہادت موجود نہ تھی اس نے عوام کی زبانی شہادت پر اعتماد کر لیا اور پانچ چھ پشت بعد والی نسل سے صرف یہی توقع ہو سکتی ہے اور اسی پر جناب آزاد گل صاحبؒ کا معاملہ بھی قیاس کر سکتے ہیں۔ ویسے دوسری کی جگہ تیسری پشت لکھنا محرر کی غلطی بھی ہو سکتی ہے''۔ مزید ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں۔

''تاریخ پشاور نے موضع ولئی اور کاکا خیلوں کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ خوشحال خان کی بیٹی آزاد گل بابا سے بیاہی گئی تھی اور اس نے اپنی بیٹے کے جہیز میں موضع ولئی دیا ہو گا۔ یہ بھی درست ہے کہ بعد کے زمانے میں کاکا خیلوں کے کچھ گھرانے دشمنی کے باعث موضع ولئی میں آباد ہوئے لیکن موضع ولئی میں ایسے کاکا خیلوں کی بھی جائیداد ہے جو زیارت میں آباد ہیں اور ان کی دشمنی نہ تھی۔

پاپا میاں صاحب برہان الدین اور شمس الدین کے خاندان میں ہیں۔۔ اور دشمنی ان کے خاندان کی تھی۔ ویسے بھی اگر غور کیا جائے تو پاپا میاں صاحب سے چار پانچ پشت پہلے تو آزاد گل بابا ہی ہو سکتے ہیں اس لئے قبضہ مخالفانہ کا سوال ہی پیدا

نہیں ہوتا۔ میں حضرت رحمکار کاکا صاحبؒ کی نویں پشت میں ہوں تو آج سے ایک سو بیس سال پہلے تو یہی پانچ پشتیں گزر چکی ہوں گی۔ تاریخ پشاور اور ظفر صاحب کے بیانات کے بعد میں اپنی معروضات پیش کرتا ہوں:۔

(1)۔اپنی خاندانی تاریخ اور روایات پر نظر رکھتے ہوئے میں صرف اتنا کہوں گا کہ اب تک ہمارے خاندان میں ایک غیر سید خاتون سے شادی کو معیوب سمجھا جاتا تھا بلکہ فوت ہو جانے کے بعد اس غیر سیدہ بی بی کو الگ قبرستان میں دفنایا جاتا تھا جیسے کہ اوچ شریف میں آج تک ہوتا ہے۔ایسے ہی غیر سیدہ کی اولاد ان افراد سے رتبے میں کم تر سمجھی جاتی ہے جو سیدہ سے ہوں۔اس لئے میں نے آج تک اپنے خاندان کے کسی بزرگ سے یہ روایت نہیں سنی اور نہ ہی کسی شجرے میں اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ پیر زین الدین، خوشحال خان خٹک کے داماد تھے جس کی وجہ یہی ہے جو بیان کی گئی۔ ویسے جہاں تک ولئی میں پیر سباکیوں کی جائیداد کا تعلق ہے تو اس میں سے کچھ آج بھی موجود ہے۔موضع ولئی پر پیر سباکی، پیر زین الدینؒ کے زمانے سے ہی نہیں بلکہ اس سے پہلے ہی قابض تھے۔ولئی میں پیر سباکؒ کا ایک باغ تھا جو اب نعیم شاہ پیر سباکی کے قبضے میں ہے۔ پیر سباکیوں کی روایت کے مطابق کاکا خیلوں نے پاپا میاں صاحب کے زمانے ہی میں موضع ولئی پر قبضہ مخالفانہ کر لیا تھا جو آج سے چار پانچ پشت ہی پہلے گزرے ہیں۔آج تو نہ صرف یہ کہ پاپا میاں صاحب کی اولاد کے علاوہ دیگر کاکا خیلوں کا موضع ولئی میں حصہ ہے بلکہ ان کے علاوہ ایک بابا کی اولاد بھی وہاں پر قابض ہے، جبکہ پیر سباکیوں کا حصہ وہاں برائے نام ہی رہ گیا ہے۔دیگر زمینوں پر اور لوگوں نے دھوکے سے، زبردستی یا خرید کر قبضہ کر لیا ہے۔

جہاں تک تقویمی حساب کا تعلق ہے تو خوشحال خان کی بیٹی کا پیر زین الدینؒ سے ہی نکاح ہو سکتا ہے اور یہ 1074ھ اور 1076ھ کے درمیانی عرصے کا واقعہ ہے جب خوشحال خان خٹک دہلی میں اور بعد میں رنتھمبور میں مغلوں کی قید میں تھے جیسے ان کے ایک شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی بیٹیاں اسی زمانے میں بیاہی گئیں۔ادھر ہم پیر زین الدینؒ کے تاریخی زمانے کا تعین قطعیت کے ساتھ نہیں کر سکتے لیکن پیر صاحب کے ایک شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پہلے اخوند چالاکؒ اور بعد میں یونس گیلانیؒ کے شاگرد رہے۔اخوند چالاک 1075ھ (بعض روایات میں 1067ھ) اور

یونس افلاک 1059ھ میں فوت ہوئے۔ پیر زین الدینؒ نے یونس افلاکؒ کے پاس اپنے علم ظاہری کے آخری اسباق کو اختتام پذیر کیا۔ اسلئے 1074ھ تا 1076ھ ان کی شادی کے لئے موزون مدت تھی۔ شجروں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ پیر زین الدینؒ نے اپنی زندگی میں پانچ شادیاں کی تھیں۔ گمان یہ ہے کہ یا تو محمد علی شاہ اور شاہ نجم الدین کی ماں خوشحال خان کی بیٹی تھیں یا محمد سعید المعروف مسعود شاہ اور سعد الدین کی والدہ محترمہ۔ واللہ اعلم۔

شہر صفا :۔ پیر سباک گاؤں کا پرانا نام ہے۔ دلہ زاک قبیلے کی ملکیت تھا اس قبیلے کو یوسف زئیوں نے مغل بادشاہوں کی امداد سے نکال باہر کر دیا۔ یہ 1530-1545ء (937-952ھ) کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد یہ علاقہ ویران اور بنجر پڑا تھا۔ مثلِ حقیّت پیر سباک میں لکھا ہے کہ یہ علاقہ پیر صاحبؒ کو شہنشاہ اکبر نے بلا عطائے سند دیا تھا۔ لیکن "قصۃ المشائخ" اور مناقب زین الدین" میں شہنشاہ جہانگیر کا نام لکھا ہوا ہے۔ مثل حقیّت کے مقابلے میں قصۃ المشائخ کا بیان اس کے قدیم تر ہونے کے سبب زیادہ قابل اعتبار ہے۔ تاریخی لحاظ سے اکبر بادشاہ کا دور حکومت 964ھ تا 1016ھ (بمطابق 1556ء تا 1605) زمانے پر محیط ہے۔ اب تاریخ ہند کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اکبر نے کابل 993ھ (1585ء) میں فتح کیا اور سرحدی قبائل اور پیر روشان کی سرکوبی کے لئے 993ھ ہی میں اس علاقے میں وارد ہوا اور ۱۰۰۱ھ (1593ء) تک مغل فوجیں یہاں پر برسرپیکار رہیں۔ ملک اکو کو بھی 994ھ (1586ء) میں جاگیر ملی۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ملک اکو(9) پیر سباکؒ کی خدمت میں آیا جایا کرتے تھے اور ان کی دعا سے ان کی پریشان حالی اور سیاہ بختی جاتی رہی۔ ان روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیر سباکؒ 994ھ (1586ء) سے پہلے ہی اس علاقہ میں وارد ہو چکے تھے لیکن ہو سکتا ہے کہ جاگیر ان کو بعد میں ملی ہو۔

پیر سباکؒ اور شہنشاہ جہانگیر کا مکالمہ آپ پہلے ہی سن چکے ہیں۔ جہانگیر (10) نے ان کو جو جاگیر دی تھی اس کی حدود جو "مناقب زین الدین" کے ایک حاشیئے میں دیئے گئے ہیں وہ یوں ہیں:۔ "مایار کے گاؤں سے لے کر لنگر کوٹ گاؤں تک اور مصری بانڈے کے پہاڑ سے لے کر کلپانی تک"۔ لیکن یہاں پر جہانگیر بادشاہ کی بجائے اورنگ زیب کا ذکر ہے جو غلط ہے لکھا ہے۔ "بادشاہ اورنگزیب نے ان کے (زین الدین) کے دادا حضرت پیر سباکؒ قدس اللہ کو وجہ معاش اور

بطور انعام دیا تھا۔ نیز اور بھی کئی گاؤں دیئے تھے جیسے پیر بابا کا گاؤں (یہاں موضع پیران یابیت الغریب مراد ہے) بعد کے زمانے میں فرخ سیر (1127ھ) کی دی ہوئی سند میں اس جاگیر کی حدود جو فرمانروایان سلف کی طرف سے پیر سباکؒ کی اولاد کو دی گئی تھی درج ذیل ہیں:

''غرباً نالہ کالا پانی (کلپانی) شرقاً آب باریک (نرئی اوبہ) اور زڑہ میانہ کے حدود جو سر ابدال کی آبادی تک پہنچتے ہیں۔ شمالاً بانڈہ تور وجو عالم گنج کے گدر (گھاٹ) تک پہنچتا ہے اور جنوباً دریائے کابل''۔

پیر سباکؒ نے شہر صفا کے مغربی حصے میں صرف ایک مسجد بنائی تھی جو آج بھی ''باباجی جمات'' کے نام سے مشہور ہے۔ باقی موضع ویران تھا۔ ایک قبالے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیر سباکؒ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے اور جانشین پیر فریدالدینؒ نے پہلی بار اس گاؤں کو آباد کرنے کے لئے درخواست دی اور نئی آبادی ''پیر سباکؒ'' کے نام سے مشہور ہوگئی۔

باباجی کی مسجد میں ایک ستون کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے آپ مکہ معظمہ سے واپسی پر ساتھ لائے تھے۔ اسی مسجد میں ایک بڑا پتھر بھی پڑا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن آپ عبادت کر رہے تھے کہ جنات نے آپ کی توجہ ہٹانے کے لئے آپ پر اس پتھر کا وار کیا۔ اسی پتھر پر بیٹھ کر آپ درس دیا کرتے تھے۔

کوہ خلوت

موضع پیر سباکؒ کے مشرق کی طرف ایک پہاڑی کا نام ہے پیر سباکؒ اس پہاڑی پر خلوت میں رہا کرتے تھے۔ اسی پہاڑی کے مشرقی ڈھلوان میں ''رحیمی غار'' ہے جس میں آپ بمعہ اپنے ایک مرید ''رحیم داد'' کے عبادت کیا کرتے تھے۔ پیر صاحبؒ کی برکت سے اسی غار میں پانی نکلتا تھا جو وضو اور پینے کے کام آتا تھا۔ پینے میں یہ پانی بیحد میٹھا شیرین اور صاف وشفاف تھا اور دن رات جاری رہتا تھا۔

خلفاء و مسترشدین

پیر سباکؒ بے شمار خلفاء مسترشدین کے ساتھ اس علاقے میں تشریف لائے۔ ان کے خلفاء میں شیخ عبد الرحیم المعروف شیخ میاں جی صاحب مشہور و معروف ہیں۔ مریدانِ باصفا میں ملک اکو۔ کاکا صاحبؒ۔ رحیم داد اور سردھی میزہ خیل کے اسماء گرامی کتب تواریخ میں ملتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ ان سب بزرگ ہستیوں کے حالات زندگی اور پیر سباکؒ کے ساتھ ان کے تعلق پر بحث کریں گے۔

رحیم داد

رحیم داد پیر سباکؒ کے خادم خاص تھے۔ ہر وقت ان کے ساتھ ذکر و عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ کوہ خلوت میں واقع غار رحیمی انہی کے نام سے مشہور ہے۔ نیک، قانع اور طبع سلیم کے مالک تھے۔ موضع بیت الغریب کے جنوب مغرب کی طرف اس مقام پر جہاں پانی کا ہیڈ ہے اور جہاں سے نوشہرہ چھاؤنی کے لئے نہر نکلتی ہے۔ ایک قبہ ہے۔ لوگ زیارت اور دعا کے لئے وہاں جاتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ شیخ رحیم دادؒ کی نشست گاہ تھی (راوی نعیم شاہ پیر سباکی)

خادمش بود آں رحیم داد سلیم	بود نیک و قانع و طبع سلیم
درمیاں کوہ غار است اے رفیق	بر رحیمی غار مشہور اے شفیق
خادم و مخدوم در یکجا بہم	در ریاضاعتِ خدامی برد غم
کوہ شد مشہور خلوت بعد ازاں	قریہ شد آباد بے باد خزاں

ملک اکو

ملک اکو مشہور افغان شاعر، صاحب سیف و قلم خوشحال خان خٹک کا پردادا تھا۔اکبر بادشاہ کے زمانہ میں 1586ء میں پشاور سے اٹک جانے والی شاہراہ کی حفاظت کی ذمہ داری اس کے حوالے کی گئی تاکہ اسے یوسف زئی اور دیگر قبیلوں کے حملوں سے محفوظ رکھ سکے۔ساتھ ہی اسے اس سڑک پر چونگی وصول کرنے کا اختیار بھی دیا گیا۔ملک اکو کو جو جاگیر دی گئی تھی اس کی حدیں اس مقام سے جہاں اب اٹک کا پُل ہے۔سے چند میل کے فاصلے سے شروع ہو کر موجودہ نو شہرہ چھاؤنی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں ملک اکو نے اپنے نام سے دریا کے دائیں کنارے پر ایک ڈھلوان میدان میں اکوڑہ نام کی بستی کی بنیاد رکھی۔ بعد میں وہ بولاق خٹکوں کیساتھ لڑتا ہوا۔ پیر سباک گاؤں میں مارا گیا۔ان کا حال کتاب ''مناقب زین الدین'' میں یوں مرقوم ہے:۔

''کہتے ہیں اکوڑہ ایک مصیبت زدہ اور ناچار افغان تھا۔ہمیشہ پیر سباک قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت کیا کرتا تھا۔آپؒ اُن پر بڑے مہربان تھے۔آپؒ کی خدمت کی برکت سے چند گائیوں کا مالک بنا اور وجہ معاش حاصل کی۔ایک دن ایک گائے آپ کی نذر کی۔آپ نے قبول فرمائی اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔ساتھ ہی فرمایا جاؤ اور سڑک کے کنارے اپنا مسکن بنا کر رہو۔اللہ تعالیٰ کا فضل تمہارے شامل حال ہوگا۔اکوڑہ نے آنحضرت کے کہے پر عمل کیا۔کچھ ہی عرصے میں گاؤں آباد ہوا اور اکوڑہ کے نام پر مشہور ہوا، جو بڑھتے بڑھتے شہر بن گیا اور آج جبکہ 1146ھ سے تمام خٹک پٹھانوں کی سرداری اکوڑہ کی اولاد کے پاس ہے جو بحال اور برقرار ہے ان کی حکومت تین دن اور تین رات کی مسافت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ دو لاکھ آدمیوں پر ان کا حکم چلتا ہے۔ان کی جاگیر کابل صوبے کے آدھے کے برابر ہے''۔

یہ واقعہ قصتہ المشائخ سے لیا گیا ہے۔

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ ملک اکو کو اکثر تاریخی کتب میں ملک اکوڑہ لکھا گیا ہے جیسے کہ ''حواشی تواریخ حافظ رحمت خانی'' ۔ سراولف کیرو کی ''دی پٹھان'' اور ''تذکرہ شیخ رحمکار'' وغیرہ۔ملک اکو اس وقت چند آدمیوں کے ہمراہ

اٹک کے جنوب مغرب کے ایک پہاڑ میں قیام کر رہا تھا (جو موضع ولئی کے قریب ہے) اس کی بیچارگی اور پریشانی تو اسی سے ظاہر ہوتی ہے کہ قبیلے کے افراد نے اسے موضع ٹیری سے نکال دیا تھا اور وہ تو وہ، اس کے قبیلے خٹک کا ذکر بھی اس سے پہلے سننے میں نہیں آتا۔ پیر سباکؒ کے پوتے زین الدینؒ کے بارے میں مؤلف تاریخ مرصع لکھتے ہیں ''خصوصاً دادَ پیر زامن دَ مونژ خانہ وادہ پیران دی'' (صفحہ 466)۔ ترجمہ: (خصوصاً اس پیر کے بیٹے ہمارے خاندان کے پیر ہیں) ۔اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ملک اکوکا خاندان پہلے ہی سے پیر سباکؒ کے خاندانی مرید تھے۔ جہاں تک کاکا صاحبؒ کے بزرگوں کے ساتھ ان کے سلسلہ ارادت کا تعلق ہے تو یہ خوشحال خان خٹک کے باپ شہباز خان کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ ویسے بھی یہ کوئی ناممکن یا بری بات نہیں کہ کئی آستانہ دار خاندانوں سے ان کا سلسلہ ارادت ہو۔ اس سلسلے میں محترم عقاب خٹک کے اعتراضات بے معنی ہیں۔

شیخ عبدالرحیم المعروف میانجی صاحبؒ

شیخ عبدالرحیم المعروف میانجی صاحبؒ مشہور و معروف بزرگ گزرے ہیں۔ موضع شویکی ضلع کوہاٹ میں ان کا مزار پرانوار واقع ہے۔ لوگ دور دور سے ان کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ ان کی اولاد ''میانجی خیل'' کہلاتی ہے مشہور آستانہ ہے علاقہ خٹک اور مروت میں ان کے بے شمار مرید ہیں۔ ان کی زیادہ تر آبادی موضعات شکر درہ، شویکی، شنوا گڈی خیل، ڈم کلہ (ضلع کوہاٹ) اور چھپری (ضلع میانوالی) میں ہے پیر صاحب معصوم شاہ ایڈوکیٹ اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ (پیر معصوم شاہ بمع اپنے ایک فرزند ڈاکٹر مکرم شاہ 1983ء میں کار کے ایک حادثہ میں جان بحق ہوئے۔ انکے دوسرے بیٹے سید مسرت حسین شاہ مشہور ماہر تعلیم اسلامیہ کالج پشاور کے پرنسپل بھی رہے)۔

''مناقب پیر زین الدین'' میں کتاب ''قصتہ المشائخ'' کے حوالے سے ان کے جو خوارق، عادات، مناقب اور حالات لکھے گئے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:۔

(سن وفات میانجی صاحبؒ، تقریباً 1660ء/ 77۔1076ھ بموجب لوح مزار میانجی صاحبؒ موضع شویکی)

''شیخ عبد الرحیمؒ صاحبِ کرامات ظاہری و باطنی تھے۔ حضرت سید محمودؒ المعروف پیر سباک کے خلفاء میں سے ایک تھے۔ وہ حضرت پیر سباکؒ کی خدمت بطریق احسن سرانجام دیتے تھے۔ پہلے پہل پانی لانے کے کام پر مامور تھے۔ رفتہ رفتہ پیر سباکؒ کی نظر عنایت بڑھتی گئی۔ لنگر چلانے کا کام اور اس طرح کے اور کام ان کے حوالے ہوئے اور پستی سے فلک الافلاک کی طرف ترقی کی۔ پیر سباکؒ نے انہیں ارشاد و بیعت دینے کی اجازت دی تو وہ حضرت وہاں سے رخصت ہو کر دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں علاقہ خٹک کے ایک گاؤں ''شوکی'' میں قیام پذیر ہوئے۔ چند دنوں کے بعد دو تین گڈریوں نے انہیں وہاں دیکھا۔ جب قریب گئے تو دیکھا کہ ایک خوش شکل، شریف اور نیک انسان ہیں۔ حضرتؒ سے ان کا پتہ پوچھا۔ تمام ماجرا اور سرگزشت سن کر ان چرواہوں کی حضرت سے عقیدت بڑھ گئی۔ چرواہے جب دو تین گھر سے غائب رہے تو ان کے عزیز و اقارب کو ان کی فکر لاحق ہو گئی۔ ان کی تلاش میں نکلے۔ دیکھا کہ ایک روشن ضمیر بزرگ کے ساتھ بیٹھے ہیں اور یادِ خدا اور رسولؐ برحق میں مشغول ہیں۔ نور حق کے دیکھنے میں محو ہیں۔ عزیز و اقارب نے یہ واقعہ دیکھا اور چرواہوں کو گھر جانے پر مجبور کرنے لگے لیکن انہوں نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور بیحد روئے۔ رشتہ داروں نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور چلے گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد ان کے نیک اثرات تمام علاقہ خٹک میں پھیل گئے۔ علاقہ ساغری، شکردرہ، بھنگی خیل سے لے کر سینی خٹک کے علاقے خرم تک ان کی شہرت پھیل گئی۔ لاچی اور ٹیری سے لوگ ان کی زیارت کے لئے آنے لگے۔ دعا مانگتے اور اپنے ساتھ لے جانے کی دعوت دیتے مگر وہ انکار کر دیتے کہ اس جگہ سے بہتر کوئی جگہ نہیں۔ میں اسی جگہ جینا مرنا چاہتا ہوں۔ اس جگہ کے مالک نے ان کی خواہش پر یہ جگہ ان کی ملکیت میں دے دی کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ اس قطعہ زمین کے بخشے جانے کے بغیر میری عبادت فضول اور نامقبول ہے۔ بعد میں انہوں نے وہاں مکانات، لنگر خانہ، مسجد اور خلوت خانہ بنایا۔ وہ دراصل گرہ گری کے نزدیک مانجی خیل نامی گاؤں کے رہنے والے تھے جو زمانہ قدیم سے ایک نیک اور صاحب حال بنگش کی اولاد ہیں جن کا نام 'مانجی' تھا کثرتِ استعمال سے غلط طور پر مانجی سے 'میانجی' مشہور ہو گیا۔

شیخ میانجی صاحبؒ کے بارے میں اب تک میرے علم میں جو معلومات آئی ہیں وہ درج ذیل ہیں:۔

(1)۔ حضرت عبدالرحیم صاحب موسوم بہ میاں جی صاحب حضرت پیر سباکؒ کے بیٹے تھے۔ یہ میانجی خیلوں کا اپنا دعویٰ ہے۔ ''مثل حقیّت'' موضع شویکی میں بھی لکھا ہے کہ ''عبدالرحیم صاحب موضع پیر سباکؒ سے تشریف لائے۔ وہ کچھ عرصہ حاجی بہادر صاحب کوہاٹی کے پاس بھی مقیم رہے''۔ ان کا شجرہ جو میرے ہاتھ میں ہے وہ بھی معمولی ردوبدل کے ساتھ اولاد پیر سباک کے دیگر شجروں سے ملتا جلتا ہے۔ شہر لکی کے پیر جنان شاہ صاحب میاں جی خیل جو عرصہ دو سال ہوا فوت ہو گئے ہیں، کا شجرہ یوں ہے:۔

''پیر جناں شاہ بن پیر میرک شاہ بن غلام حسن شاہ بن شاہ حسین شاہ بن باز گل شاہ بن پیر شراف شاہ بن شرافت پناہ بن سید عبدالرحیم شاہ بن پیر محمود شاہ بن پیر سباق بن سید ابو بکر شاہ بن سید اسمٰعیل بن سید میر علی بن سید امیر کلاں بن سید امیر قلندر بن سید میر ولی بن سید میر سلیمان بن سید امیر قطب الدین بن میر سلطان بن عبدالرحمن بن محمد شاہ بن امیر احمد بن شمس الدین بن سید امیر حمید الدین بن مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ۔
اس شجرے میں محمود شاہؒ کے عرفی نام پیر سباق کو ان کا والد لکھا گیا ہے۔

(2)۔ ''قصتہ المشائخ'' کے مصنف اس بات کی شد و مد سے تردید کرتے ہیں کہ عبدالرحیمؒ حضرت پیر سباکؒ کے بیٹے ہیں اور اسے تبادلہ نسل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میانجی صاحب حضرت پیر سباکؒ کے خدام میں سے تھے جن کے ذمے لنگر کا کام تھا۔ بعد میں ارشاد و بیعت کی اجازت ملی اور موضع شویکی میں آباد ہوئے دراصل گرگری کے قریب ''مانجی'' نامی گاؤں کے ایک نیک بنگش بزرگ کی اولاد میں سے ہیں۔

(3)۔ قاضی عبدالحلیم اثر افغانی نے بھی سادات شویکی کے متعلق راقم الحروف کے ایک خط کے جواب میں ''تواریخ مجمع الانساب'' کا حوالہ دیا۔ لکھتے ہیں:۔

''پیر خاکیانڑی۔ پیر گیانڑی۔ پیر جرانڑی۔ پیر گمانڑی این چہار برادر بودند۔ یک در تل بلند خیل۔ دوئم در ملک غربیہ۔ سوئم در قریہ شویکی چہارم در کوہاٹ ماندند۔'' میرے خیال میں یہ چاروں کرلانڑی پشتونوں کی مختلف شاخیں ہیں جن

کی یوں رمز کشائی کی جاسکتی ہے۔ خوگیانی (خاکوانی)۔گگیانی(زدرانی)۔گمانڑی کی تشریح پر میں ابھی قادر نہیں۔(چراغ)

اس بیان میں پیر جرانڑی کے نام سے بحث کا ایک نیا موضوع سامنے آجاتا ہے۔ وہ یہ کہ جرانڑی درحقیقت حسنی سادات کا خاندان ہے۔ اگر ان چار بھائیوں میں سے ایک جرانڑی ہے اور وہ حسنی سید ہے تو باقی تین بھی حسنی سید ثابت ہو جاتے ہیں۔ جرانی سادات حضرت میر قاسم جرانی ابن ابو طاہر ابن محمد صابر ابن موسیٰ ثانی ابن اللہ صالح ابن موسیٰ الجون ابن عبداللہ المحض ابن حسن مثنیٰ ابن امام حسن ابن امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ ایک بڑا خاندان ہے۔ علاقہ جات خوست، تیراہ اور کرزئی، جنوبی وزیرستان، فورٹ سنڈیمن اور صوبہ سرحد کے اضلاع میں پھیلا ہوا ہے۔

(4)۔ مفتی صاحب سیاح الدین کاکاخیل نے میاں عبدالرحیم صاحب مشہور بہ میاں جی گل صاحب کو شیخ رحمکار کاکا صاحبؒ کے خلفاء ومسترشدین میں سے لکھا ہے۔ چنانچہ اپنی تالیف ''تذکرہ شیخ رحمکار'' میں لکھتے ہیں:۔ ''میاں عبدالرحیم صاحب مشہور بہ میانجی گل صاحب بخاری سادات میں سے تھے بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ اس لئے میاں جی صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے حاجی بہادر صاحب کوہاٹی سے تعلق تھا۔ پھر بعد میں حضرت کاکا صاحبؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ تھوڑے عرصہ میں راہ سلوک کی منزلیں طے کیں اور خلافت حاصل کی۔ آپ کا مزار شویکی میں ہے جو کوہاٹ میں لاچی سے شکردرہ جانے والی سڑک پر لاچی سے 9 میل کے فاصلے واقع ہے۔ ضلع کوہاٹ کے اکثر علاقوں کے لوگ خصوصاً ساغری اور بھنگی خیل آپکے نہایت معتقد اور مرید ہیں۔ مزار پر اکثر لوگ جاتے ہیں۔ آپ کی اولاد شویکی میں اور اس کے علاوہ شکردرہ اور بعض دوسرے دیہات میں موجود ہے اور پیر صاحبان کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ لوگ ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حضرت عبدالرحیم صاحب المعروف میاں جی صاحب کے بارے میں اب تک میری تحقیق یہ ہے کہ وہ افغان مشائخ کے اس خاندان جلیلہ سے تعلق رکھتے تھے جس میں حاجی بہادر صاحب کوہاٹیؒ بھی پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے تین

جلیل القدر مشائخ یعنی پیر سباکؒ، حاجی بہادر صاحبؒ اور کاکا صاحبؒ کے ساتھ ان کا تعلق رہا۔ پیر سباکؒ نے بھی سادات بلند خیل کو اپنا عزیز کہا تھا اور ان ہی کے پاس دفن ہونے کی وصیت کی تھی اور ''تواریخ مجمع الانساب'' کے لکھے کے مطابق سادات شویکی اور بلند خیل آپس میں ہم جد ہیں۔ اسی طرح حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے جد امجد سید ابی ذکر موسیٰ ثانی کا مزار پُرانوار سمرقند میں ہے۔ ان کے فرزند بخارا میں رہے۔ اسی طرح لاتعداد حسنی سادات کے خاندان ہیں جن کے آباءواجداد بخُارا میں رہ چکے ہیں بخُاری کہلاتے ہیں۔ اس لحاظ سے مفتی صاحب سیاح الدین نے میانجی صاحب کو جو بخُاری سید لکھا ہے وہ صحیح ہے۔

آج کل میانجی خیل قوم کے افراد بھی اپنا شجرہ نسب زبانی طور پر حاجی بہادر صاحب کوہاٹی کے اجداد سے ملاتے ہیں۔ اگرچہ جو تحریری شجرہ میرے ہاتھ لگا ہے اس میں سلسلہ نسب حضرت پیر سباکؒ سے ہی ملایا گیا ہے۔ کتاب ''قصتہ المشائخ'' میں گر گری کے قریب مانجی نامی جس گاؤں کا ذکر آیا ہے وہاں سادات کا ایک خاندان آباد ہے جو حاجی سید کمال الدینؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ خاندان کسی زمانے میں بلوچستان کے شہر پشین میں قیام پذیر رہ چکا ہے اور آج بھی اس قبیلے کے بعض افراد وہاں مقیم ہیں۔

حاجی سید کمال الدینؒ کا مزار اقدس میانجی خیل گاؤں علاقہ خٹک مابین گر گری اور ٹل کوہاٹ واقع ہے۔ لوح مزار پر ان کا سنِ وفات 1450ء درج ہے۔ یہ بزرگ بھی حاجی بہادر کوہاٹی کے خلیفہ بیان کیے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ حاجی بہادر کوہاٹیؒ سے تقریباً دو سو سال پہلے گزرے ہیں۔ اس طرح 'قصتہ المشائخ' کا یہ بیان کہ موضع شویکی کے میاں جی صاحب ان کی اولاد سے ہیں صحیح ہے۔ لیکن میرے استفسار پر مزار کے مجاور نے بتایا کہ مستری کی غلطی کی وجہ سے 1650ء کی جگہ سن وفات 1450ء لکھا گیا ہے۔ اس تصحیح کے بعد یہ بزرگ حاجی بہادر کوہاٹی کے خلیفہ اور میاں جی شویکی عبدالرحیمؒ کے ہم پیر اور ہم عصر ہو سکتے ہیں۔ شجرہ از دستِ مولوی صاحب عبدالرحمان 18 جنوری 1938ء یوں ہے:

حاجی کمال ابن قرار ابن واصل ابن ذکریا ابن اوتب ابن میٹ ابن شہاب الدین ابن موسیٰ ابن محمد ابن حاجی عبد الکریم ابن مبارک ابن عیسیٰ ابن عثمان ابن احمد ابن ابوسعید ابن ابراہیم ابن ابوالقاسم بن ابوالمبارک ابن حرب ابن ابوالمعانی ابن ابوالمفاخر ابن ہارون تقی ابن ابوالہاشم ابن جعفر ثانی ابن موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق ابن امام باقر ابن زین العابدین ابن امام حسینؓ ابن علی کرم اللہ وجہہٗ۔

(5) 'اسرار الحقائق' کے لکھے کے مطابق منصور خیل پیر خیل کی شاخ خلیل خیل شوکی میں قیام پذیر تھی۔اس طرح یہ بزرگ پیر سباکؒ کے بھائی پیر منصورؒ کی اولاد سے ہوئے۔ معاملہ مزید تحقیق طلب ہے۔

شیخ رحمکار حضرت کاکا صاحبؒ

شیخ رحمکار حضرت کاکا صاحب رحمت اللہ علیہ صوبہ سرحد (خیبر پختونخواہ) کے ان اولیاء نامدار میں سے ہیں جن کی شہرت آفتاب نصف النہار کی طرح عیاں ہیں۔ ان کی اولاد کاکا خیل کہلاتی ہے۔ کاکا صاحبؒ یکم رمضان المبارک کی رات کو 983ھ میں پیدا ہوئے۔ جناب عقاب خٹک نے سن پیدائش 981ھ لکھا ہے۔ محترم اثر افغانی صاحب نے اپنی تالیف ''روحانی روابط'' میں حضرت کاکا صاحب پر جو مقالہ لکھا ہے اس کے آغاز میں کاکا صاحب کی تاریخ پیدائش 983ھ دی ہے جبکہ بعد میں یہی تاریخ 981ھ بھی لکھی ہے 1027ھ میں اپنے والد کی وفات کے بعد ارشاد بیعت کی گدی پر متمکن ہوئے۔ تاریخ وفات 24 رجب 1063ھ بروز جمعۃ المبارک ہے۔ ''قصتہ المشائخ'' میں لکھا ہے:۔ ''حضرت پیر سباک رحمتہ اللہ علیہ کے بہت سے مرید تھے جیسے کہ شیخ رحمکار رحمتہ اللہ علیہ جن کی قبر مبارک علاقہ خٹک میں ہے 'کامل اور مکمل پیر تھے۔ یہ اصحاب پیر سباکؒ میں سے ایک ہیں۔'' اب ہم اس بحث کی طرف آتے ہیں کہ کیا کاکا صاحبؒ حضرت پیر سباکؒ کے مرید تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ حضرت کاکا صاحبؒ نے اپنی حیات مبارک میں کسی کو بھی اپنے پیر و مرشد کے متعلق نہیں بتایا۔ یہاں تک کہ اپنے فرزندوں اور مریدانِ خاص کو بھی نہیں بتایا۔ چونکہ حضرت کاکا صاحبؒ حضرت پیر سباکؒ سے ملنے کئی دفعہ موضع ولئی اور موضع

پیر سباکؒ گئے اس لئے ان دو بزرگوں کی وفات کے بعد پیر سباکؒ کی اولاد اور ان کے خاص مرید مسلسل یہ دعویٰ کرتے رہے کہ کاکا صاحبؒ پیر سباکؒ کے مرید تھے جبکہ کاکا خیل اس بات کو اپنی اہانت تصور کرتے تھے اسلئے ان کی اولاد اور مرید ہر بار اس کی شدومد سے تردید کرتے رہے۔ اب ہم تاریخ اور مناقب کی کتابوں کے حوالے سے یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ ان دو بزرگوں کے درمیان تعلقات کی نوعیت کس قسم کی تھی۔

(1)۔ **مراقبات رحمکار:۔** خواجہ اخوند اسمٰعیلؒ کی تصنیف ہے جن کی زیارت موضع چار باغ سابق ریاست سوات میں ہے۔ عالم اور مؤلف تھے۔ ''مراقبات رحمکار'' کے نام سے فارسی نثر میں اپنے پیر کے مناقب لکھے ہیں جن میں دو نظمیں اخوند صاحب کے بیٹے مظفر کی بھی ہیں۔ اخوند اسمٰعیل فارسی زبان کے بہترین شاعر اور نثر نگار تھے۔ کتاب کا سنِ تصنیف 1079ھ سے 1086ھ کے درمیان ہے۔ یہ کاکا صاحبؒ کے مناقب کی سب سے پرانی اور مستند کتاب ہے۔ اس میں حضرت پیر سباکؒ سے کاکا صاحبؒ کے دو دفعہ ملنے کا ذکر ہے۔

(مراقبات رحمکار کی وجہ تصنیف یہ ہے کہ شہباز خان خٹک (متوفی 1050ء) نے مصنف کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس لحاظ سے تو کتاب کا سنِ تصنیف 1050ھ سے پہلے متعین ہو جاتا ہے (چراغ)۔ یہاں اگر شہباز خان خٹک دویم سردار ٹیری (زمانہ سرداری 1759ءتا1799ء/ 1214ھ) مراد لیا جائے۔ تو مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں یہ دوبارہ قلمی ہوئی۔)

ایک ملاقات کا ذکر کاکا صاحبؒ کے مرید خاص شیخ حسن بیگ کے حوالے سے تفصیلاً درج ہے شیخ حسن بیگ کاکا صاحبؒ کی وفات 1067ھ کے بعد بھی زندہ تھے۔

(2)۔ پہلی ملاقات موضع ولئی میں ہوئی تھی۔ پیر سباکؒ سپیدار کے ایک درخت کے تنے کے ساتھ تکیہ فرماتے۔ بہتر یہ ہے کہ اخوند اسمٰعیل کے اپنے قلم سے اس ملاقات کا حال درج کیا جائے:۔

''نقل است کہ شیخ عبد الرحیم کہ یکے از مریدان آں حضرت است بہ دعوت التماس نمود۔ آنحضرت بہ طریق سنن کہ اجابتِ دعوت سنت است، اجابت فرمود چوں آز آں طرف عنانِ عزیمت بہ صوب دولتِ خانہ معطوف داشتہ بریشتہ کی الحال محل مدفنِ آں گنج اسرار الٰہی است رسید، عنان فرس راباز کشید۔ دخود زمانے توقف ورزید۔ باشیخ حسن بیگ اتمان خیل، کہ یکے از مریدان آنحضرت بود، بہ زبان صدق جریاں تقریر ایں مقاولہ فرمود کہ ایں خیر خواہِ خلائق بہ شرفِ اقدام بوسئ پیر ودستگیرِ خود حضرت پیر سباکؒ درولئ کہ باغ آں پیر بود، مشرف پیرِ بزرگوار بہ تنہء درخت سپیدار تکیہ زدہ نشستہ بود۔ آں درخت بہ زبانِ حال چیزے بہ پیر عرض مے نمود عالم سرِ والخَفِیّات دانائے راز است کہ پیر عرضِ تنہ ءِ درخت، کہ بہ زبانِ بے زبانی اظہار مے کرد، بہ گوشِ ہوش درمے آوردیانہ۔ زمینِ ایں پشتہ ءبلند کہ درایں پستی واقع است۔ مراہم اظہار مے کند بہ گوشِ ہوش۔

شیخ حسن بیگ گفت کہ من در محل سوال استادم وبہ عرض رسانیدم کہ از آں گفتہ وعرض پیر وازیں فرمودہ دستگیر مرا، ہیچ واضح ومبرہن نہ گشت۔ آن حضرت مرا بہ ہر دو جواب خورم وکامیاب ساخت کہ تنہ ءِ آن درخت سپیدار، مجرداز علائق بار، بہ پیر بزرگوار بہ زبانِ برگ بے گفتار ایں اسرار اظہار مے نمود کہ چوں پیر بہ تنہ ءِایں درخت تکیہ درحال حیات نمود حق تقدس و تعالیٰ زکمالِ کرم ورحین وفات از تنہ ایں درخت صندوقِ تربت اش ارزانی فرمود واز تنِ مبارک آں پیر بہ ایں قائم بے نوا بار داد دسود۔

آخرالامر از تنہ ءِ ہماں درخت سپیدار تابوتِ آں بزرگوار شد۔ وایں زمین پست پشتہ کہ درایں ارتفاع پائمال است بہ ایں مقال بہ زمترنم بانِ حال است کہ بہ مدفن آں حضرت ہمیں پشتہ ءِ پست رفعت فلک اعظم خواہد یافت''۔

(ترجمہ):۔ روایت ہے کہ شیخ عبد الرحیم نے جو آں حضرت کے مریدوں میں سے تھے کھانے کی دعوت دی۔ آں حضرت نے سنت کے طریقے کے مطابق کہ دعوت کا قبول سنت ہے، دعوت قبول کرلی۔ جب وہاں سے واپس گھر تشریف لارہے تھے تو اس جگہ جہاں آج اس اللہ تعالیٰ کے اسرار کے خزانے کا مدفن ہے (جہاں آپ دفن ہیں)

گھوڑے کے لگام کو کھینچ لیا اور کچھ دیر توقف فرمایا۔ اس کے بعد شیخ حسن بیگ اتمان خیل سے جو آنحضرت کے مریدوں میں سے تھے۔اس زبان سے جو ہمیشہ سچ بولتی تھی یوں فرمایا۔ ''یہ خیر خواہ خلائق (یعنی کاکا صاحبؒ) ولئی میں جو کہ اس پیر کا باغ تھا، اپنے پیر و دستگیر پیر سباکؒ کی کی قدمبوسی کے شرف سے مشرف تھا۔ پیر بزرگوار ایک سپیدار کے درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ وہ درخت حال کی زبان سے کوئی بات پیر صاحب سے عرض کر رہا تھا۔ رازوں اور خفیہ باتوں کا جاننے والا ہی اس راز سے آگاہ ہے کہ وہ پیر اس درخت کے تنے کے راز کو جو وہ بہ زبان بے زبانی کہہ رہا تھا ہوش کے کانوں سے سن رہا تھا یا کہ نہ۔ اس اونچے ٹیلے کی زمین جو کہ اس پستی میں واقع ہے مجھے بھی ہوش کے کانوں سے سن رہی ہے۔

شیخ حسن بیگ نے کہا کہ میں نے پوچھنا چاہا اور عرض کیا کہ اس کہنے اور پیر کے عرض اور دستگیر کے فرمانے سے مجھ پر کچھ واضح نہ ہوا۔ آنحضرت نے مجھے ان دونوں سوالوں کے جواب سے خوش و خرم کر دیا۔ فرمایا کہ سپیدار کے درخت کا تنہ جو کہ تعلقات اور بکھیڑوں کے بوجھ سے آزاد ہے، پیر بزرگوار کو بناالفاظ کی زبان سے یہ راز بتلا رہا تھا کہ چونکہ پیر نے بحالت زندگی اس درخت کے تنے سے ٹیک لگایا، اللہ جل شانہٗ نے اپنے کمالِ کرم سے وفات کے وقت اس درخت کے تنے سے ان کی تربت کا صندوق بخشا ہے اور اس پیر کے جسد مبارک کے طفیل اس خشک پیڑ (درخت) کو میوہ دار اور سود مند بنایا۔

آخرالامر اسی سپیدار کے درخت کے تنے سے ان کے لئے تابوت بنایا گیا اور اس ٹیلے کی زمین مترنم زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ آنحضرت کے مدفن ہونے کے طفیل اس پستی کی زمین فلک اعظم کی بلندی کو پہنچ جائے گی۔''

''مراقبات رحمکار'' میں دوسری ملاقات دریائے کابل کے اس پار موضع پیر سباک میں ہونی بیان کی گئی ہے۔ اصل عبارت یوں ہے:۔

''نقل است کہ روزے آں حضرت جہت ملاقات پیر سباک توجہ فرمودہ عازم گردید۔ چوں بہ دریائے کابل رسید۔''

(ترجمہ) روایت ہے کہ ایک دن آنحضرتؒ پیر سباکؒ سے ملنے کی غرض سے روانہ ہوئے۔ جب دریائے کابل کے کنارے پہنچے۔

(3)۔ مناقب شیخ جی صاحب:۔ کاکا صاحبؒ کے فرزند شیخ عبد الحلیم کی تصنیف ہے۔ 1093ھ میں لکھی گئی۔ شیخ عبد الحلیم جنہیں ''فرزند دانشمند'' سپین بابااور صاحب ہندوستان بھی کہا جاتا ہے۔ 1024ھ میں پیدا ہوئے اور 70سال کی عمر میں 1094ھ میں فوت ہوئے ''مقاماتِ قطبیہ اور مقاماتِ قدسیہ'' فارسی زبان میں آپ کی تصنیف ہے جس میں حضرت شیخ رحمکارؒ کے کچھ فضائل و مناقب اور حالات و سوانح بھی ہیں اور آپ کے مقامات و مراتب عالیہ کا ذکر بھی ہے۔ اس کے ساتھ تصوف و سلوک کے مسائل بھی شامل ہیں۔ 1318ھ میں ابواسد اللہ میاں مہتد اللہ مرحوم کاکاخیل نے پہلی دفعہ اس کو طبع کرکے شائع کیا ہے۔ جناب عقاب خٹک اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

''مہتد اللہ خان کاکاخیل نے جو کتاب ''مقامات قطبیہ اور مقالات قدسیہ'' کے نام سے چھاپی ہے۔ اس کا پہلا حصہ صفحہ 1تا174 یہ کتاب اور بقایا مہتد اللہ خان کی اپنی تصنیف ہے۔ اکثر متاخرین مہتد اللہ خان کی تصنیف کو بھی عبد الحلیم کی تحریر سمجھتے ہیں۔''

عبد الحلیم صاحبؒ پیر سباکؒ سے حضرت شیخ رحمکارؒ کے بیعت یا ارادت کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
''اور بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضرت شیخ المشائخ قدس سرہٗ ایک مرتبہ سباکی پیر کو دیکھنے گیا تھا، پس یہ ارادت کی نشانی ہے اور اس فقیر نے آنحضرت کے کئی مریدوں سے پوچھا ہے۔ انہوں نے منظور نہ کیا اور اس بات کو غلط بتلایا اور آنحضرت پیر سباکی کی مدح کی کوئی بات اس فقیر اور دوسرے مریدوں کے سامنے ہر گز پیچ میں نہ لاتے تھے اور اگر کبھی بزرگوں کی مدح کرتے تھے تو آغازاً اپنے باپ شیخ بہادر خان قدس اللہ سرہٗ کی مدح سے کرتے اور بہت کچھ کہہ جاتے اور کاکا صاحبؒ جب اپنے باپ کا نام لیتے تھے تو ادب کے طریقے پر لیتے تھے اور انہیں ''ریشیتینے'' یعنی

سچ بولنے والا کہتے تھے اور اگر کبھی پیر سباکؒ کا نام لیتے تھے تو خٹک قوم کے کہنے کے مطابق لیتے تھے جو خٹک اولس کے بعض لوگ اسے سبا کی پیر کہتے تھے۔

اور شاہی فقیر (فقیر جمیل بیگ ☆) سے منقول ہے کہ جب میں ابتدائے حال میں اپنے شیخ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا تو کچھ مدت کے بعد پیر سباکؒ کے خاندان والوں نے کہا کہ آنحضرت پیر سباکؒ کے مریدوں میں سے تھے اس لئے میں ان کی طرف مائل ہوا۔ اس کے بعد جب میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ میں ایک دن سبا کی پیر کو دیکھنے گیا۔ جب میری نظر اس پر پڑی تو دیکھتے ہی سبا کی پیر اٹھا اور وجد میں آ گیا اور رقص کیا اور سماع میں آیا' یا ہوا۔ ان کے رک جانے کے بعد اس گاؤں کے ایک شخص نے مجھے بلایا اور ضیافت دی اور گائے ذبح کی آنحضرت نے پیر سباکؒ کی شان میں کہا کہ وہ اچھے لوگ تھے ایک دوسرے سے حسد نہیں کرتے تھے پس شاہی فقیر نے کہا کہ میں بتحقیق جان گیا کہ آنحضرت پیر سباکؒ کے مرید نہ تھے۔ جھوٹ تھا۔" (قلمی نسخہ، مقامات قطبیہ۔ صفحہ 230)[3]

"مقاماتِ قطبیہ" کے اصل الفاظ یوں ہیں:۔

" وبعض مردم پندارند کہ حضرت شیخ المشائخ شیخنا قدس سرہٗ یک مرتبہ برویت سبا کی پیر رفتہ بود۔ پس ایں علامت ارادت است وایں فقیر از اکثر اصحاب حضرت الیشان تفتیش کردہ منظور نداشت وایں قول بہ غلط وخطا نسبت کردہ اند۔ و حضرت ایشاں اصلاً چیزے از مدح پیر سبا کی بہ پیش ایں فقیر و مریداں درمیاں نیاوردے واگر از مدح بزرگان گفتے از مدح پدر خود حضرت شیخ بہادر خان قدس سرہٗ آغاز نمودے۔۔۔۔ الخ وچوں احیاناً نام پیر سباک یاد میکردندے بہ رسم لفظ اولس خٹک یاد میکرد کہ بعض اولس خٹک او را "سبا کی پیر" خواندے۔ واز شاہی فقیر منقول است کہ چوں درابتدائے حال بقدم بوسی حضرت شیخ المشائخ شیخنا قدس سرہٗ مشرف شدم۔ بعد از مدتے خاندان پیر سباک گفتند کہ

---

3 فقیر جمیل بیگ زمانہ 1024ھ تا 1116ھ (تحقیق ھیواد مل)

حضرت شیخ المشائخ از مریدان پیر سباک است پس من طرف الیشان مائل شدم۔ بعد ازاں چوں بحضرت ایشاں حاضر شدم بزبان مبارک خود فرمود۔ یک روز بدیدن سباکی پیر رفتہ بودم۔ چوں نظر من۔ بدو افتاد بمجرد دیدن سباکی پیر برخاست۔ تواجد نمود رقص کرد و در سماع آمد باشد بعد از قرار او یک شخص دراں دہہ مرا طلبانید و ضیافت کرد و مادہ گاؤ ذبح کرد و حضرت ایشاں در شان پیر سباک گفت کہ آن خلق نیک بود۔ حسد در میان نیاورد۔"

پس شاہی فقیر گفت کہ من بتحقیق دانستم کہ حضرت شیخ المشائخ مرید پیر سباکؒ نیست افترابود۔" (قلمی نسخہ، مقامات قطبیہ۔ صفحہ 230)

یہی عبدالحلیم آگے چل کر اسی کتاب کے صفحہ 232 پر لکھتے ہیں:۔

"ونیز یک مرید از مریدان خاص حضرت ایشاں گفت کہ حضرت شیخ المشائخ شیخنا قدس سرہٗ بہ یک جائے رفتہ بود چوں نیز دیک زمین رسید کہ ہنوز جائے قبر و روضہ متبرکہ ایشاں است گفت کہ در موضع ولئی سباکی پیر را یک باغ بود و در آں باغ درختاں سپیدار بود۔ و بہ یکے ازاں درختاں سپیدار سباکی پیر ہمیشہ در آں باغ تکیہ بدوے نشست و آں سپیدار ہر روز او را مے گفت کہ من تابوتِ جنازہ تو شوم۔ پس بعد از فوت و رحلت او آں سپیدار تابوتِ جنازہ او شد بہ ٹل برود آں جا دفن کرد۔ و سباکی پیر آں کلام یاد انست و بآں عالم بود یا نے دانست مے بے خبر و ما یاں راہم قبر آواز مے کند میگوید کہ جائے تو در من است۔ و مایاں نے دانم و نے فہم پس یقین است کہ ایں ز شکستگیٔ نفس خود گفتہ است۔ والا آواز آں درخت سپیدار و آواز آن زمین کہ مقبرہ حضرت ایشان است۔ بگوش سر اد کمشوف بود و حقیقت آں او را معلوم و مفہوم بود مے دانست بنابر آں بہ طریق ایماء افرنمود"۔

مندرجہ بالا بیان "مراقبات رحمکار" کے بیان کی صدائے بازگشت ہے جب کاکا صاحبؒ پیر سباکؒ سے موضع ولئی میں ملے تھے۔ نیز اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کاکا صاحبؒ حضرت پیر سباکؒ سے تین بار ملے تھے۔ اور عبد

الحلیم بابا کے اس بیان سے کہ :۔ ''یک مرتبہ برویتِ سباکی پیر رفتہ بود'' سے یہی مطلب لیا جاسکتا ہے کہ یہ ان کئی ملاقاتوں میں سے ایک ہے کیونکہ اسکی وضاحت آگے جا کر خود ہی ہو جاتی ہے۔

(4)۔ ''**مناقب زین الدین**'' مصنفہ فضل حسین ولد عبد الصمدانی میں کتاب ''قصتہ المشائخ'' کے حوالے سے لکھا ہے:۔

''حضرت پیر سباک رحمتہ اللہ علیہ کے بہت سے مرید تھے جیسے کہ شیخ رحمکار رحمتہ اللہ علیہ جن کی قبر مبارک علاقہ خٹک میں ہے اور کامل اور مکمل پیر تھے۔ یہ پیر سباکؒ کے صحابہ میں سے ایک ہیں۔'' لیکن آگے چل کر ''مناقب و خوراک وعادات ونامہاء حقیقت حضرت شیخ رحمکار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

''اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شیخ رحمکار کے پیر طریقت پیر سباک رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ اس وجہ سے کہ حضرت جیور حمتہ اللہ علیہ ان کی زیارت کے لئے ان کی صحبت میں جایا کرتے تھے اور آنحضرت کا بہت ادب اور عزت کرتے تھے اور میں نے جتنی بھی اس بات کی جستجو اور تلاش کی ہے دوستوں سے پوچھا ہے کسی نے منظور نہ کیا اور اس بات کو خطا قرار دیتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ شیخ جیو صاحب کے والد شیخ بہادر خان مرید۔۔۔۔ (اس سے آگے کتاب کے صفحات غائب ہیں۔ اغلباً یہ عبارت یوں ہے) اس وجہ سے تھا کہ شیخ جیو صاحب کے والد شیخ بہادر خان شیخ ابا بکر (والد پیر سباکؒ) کے مرید تھے۔''

(5)۔ خواجہ ملنگ جو ایک خوشنوا شاعر اور ادیب تھے نے تقریباً اسی زمانے میں نظم میں ''مناقب زین الدین'' لکھے ہیں۔ ان کے ایک شعر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ رحمکارؒ نے پیر سباکؒ سے فیض حاصل کیا۔

رحمکار از رتبہ شان بردہ بہر۔۔۔ باب شد علم لدنی راز ثمر

(ترجمہ) رحمکار نے انکے رتبے سے فائدہ اٹھایا۔ وہ علم ظاہری کے بغیر علم لدنی کا دروازہ ہیں۔

انہی مناقب میں آگے چل کر وہ ایک مجلس پاک کا ذکر کرتے ہیں جن میں دیگر اعیان دین کے ساتھ شیخ رحمکارؒ بھی پیر سباکؒ کی پاک واعلیٰ صحبت میں تشریف فرما تھے۔

این چنیں نقل است از دانائی راز۔۔۔ کہ نشستہ بود روزے دیدہ باز
جملگی اعیانِ دین بنشستہ بود۔۔۔۔۔ رحمکار از جملہ شاں پیوستہ بود

(ترجمہ) دانایانِ راز سے یوں نقل ہے کہ وہ صاحب کشف ایک دن بیٹھا تھا۔ دین کے ستون اور بھی بیٹھے تھے۔ رحمکار ان کے ساتھ شامل تھا۔

(6)۔ ''تذکرہ شیخ رحمکار'' مفتی سیاح الدین کاکاخیل، صدر جمعیت اتحاد العلماء اور رکن اسلامی نظریاتی کونسل آف پاکستان کی تصنیف ہے جو پہلی بار 1951ء اور دوبارہ 1964ء میں چھپی۔ اسی کتاب میں ''اولیاء عصر اور ان سے آپ کی ملاقاتیں'' کے عنوان سے پیر سباکؒ سے حضرت کاکا صاحبؒ کی دو ملاقاتوں کا حال یوں درج ہے:۔

''آپ کے عصر سے کچھ زمانہ پہلے کے مشہور بزرگوں میں سے سید سباقؒ صاحب بھی تھے جو پیر سباق کے نام سے مشہور ہیں۔ والد ماجد کی وفات کے بعد جوانی ہی کے زمانہ میں حضرت شیخ رحمکارؒ دو دفعہ سید سباقؒ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ ان کے پاس بیٹھے۔ گفتگو کی اور واپس ہوئے۔ (مجمع البرکات، صفحہ 395)

اس سے پہلے وہ اسی کتاب میں ''مجمع البرکات'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

''صاحب مجمع البرکات نے بھی نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اویسی تربیت کے علاوہ آپ نے صرف والد بزرگوار سے بیعت کی ہے اور دوسرے مشائخ کرام سے اگرچہ صحبت کی ہے، ملاقاتیں کی ہیں لیکن بیعت واستفاضہ نہیں کیا۔''

اس سے آگے چل کر وہ کاکا صاحبؒ کے بیٹے عبدالحلیم کے حوالے سے ان (کاکا صاحبؒ) اپنے والد سے سلسلہ سہروردیہ میں بیعت لکھتے ہیں۔ اگرچہ اصل عبارت میں یہ عبدالحلیم صاحب کا محض گمان ہے کہ کاکا صاحبؒ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت تھے۔ شیخ عبدالحلیم فرماتے ہیں:۔

''واز قول حضرت الیشاں نشنیدہ ام لیکن از آداب و مدح بسیار و رفتن بسوئے مزار پر انوارِ او بخاطر مے رسد کہ بطریقہ سلسلہ سہروردیہ از جانب پدر خود شیخ بہادرؒ ہم نسبتے دارد۔''

(ترجمہ)۔ میں نے آنحضرت کی زبانی نہیں سنا لیکن چونکہ وہ اپنے والد ماجد کی بیحد مدح و توصیف کرتے اور اکثر ان کے مزار پر انوار پر جایا کرتے تھے اسلئے دل میں یہ خیال آتا ہے۔ کہ وہ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد شیخ بہادرؒ سے بھی نسبت رکھتے ہیں۔

(7)- کاکا صاحبؒ: سر فراز خان عقاب خٹک نے 1964ء میں "کاکا صاحبؒ" کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اس میں آپ کے دو استاد بتلائے گئے ہیں۔ 1) شیخ ادین، (2 پیر سباکؒ۔ ساتھ ہی لکھا ہے مشہور بزرگ گزرا ہے۔ ان کے مستند حالات لکھ رہا ہوں۔ لیکن ''پیر سباک'' کے نام سے اسی سال شائع ہونے والی کتاب میں وہ عبدالحلیم بابا اور شاہی فقیر کے اقوال کو قابل تسلیم اور ''قصتہ المشائخ'' کا پیر صاحب کے مریدوں میں سے صرف اکو اور کاکا صاحبؒ کا ذکر کرنا ناقابل فہم سمجھتے ہیں۔

(8)۔ روحانی تڑون اور روحانی روابط:۔ قاضی عبدالحلیم اثر افغانی کی مشہور تالیف ہے جس میں مغربی پاکستان اور سابق مشرقی پاکستان کے اولیائے کرام کے حالات اور ان کے سلسلہ طریقت کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اسی کتاب میں صفحہ 560 پر ملامست کے ذکر میں جناب پیر سباک اور اخون سالاک کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

"حضرت مولانا سالاک او مولانا پیر سباک دواڑہ رونڑہ وواو پہ قول داخوند درویزہ (تذکرۃ الابرار صفحہ 132) دوئی پہ قام خٹک وو۔ د مولانا سالاک پہ نوم یو کلے ؤ قندھار پہ ارغنداب نومے علاقہ کے (سالا) او بل کلے د ضلع مردان پہ علاقہ

باء ئیزائی کے دلوند خوڑنہ مشرق طرف تہ (سالاک) نومی موجود دے۔ مزارئے دااباسندھ کوہستان پہ کابل گرام کے دے۔ پہ 1075ھ کے وفات شوے دے۔ دَ دہ رور اخوند سباک علیہ الرحمۃ نوشہر ضلع کے پہ موضع ولئی کے اوسیدلو۔ فاضل عالم او کامل عارف وو۔ حضرت شیخ رحمکار صاحب د دوئی صحبت نہ فیض حاصل کڑے وو۔ روستو د نوشہر سندھ پہ غاڑہ پہ کوم کلی کے چہ اوسیدلو ھغہ کلے د دوئی نوم پہ مناسبت سرہ ''پیر سباک'' نامہ یادیژی۔ مزار مبارک ئے د ضلع مردان علاقہ سدھوم پہ موضع رستم کے دے۔ د وفات تاریخ ئے راتہ معلوم شوے نہ دے۔''

مندرجہ بالا بیان میں فاضل محقق نے ''سباک'' اور ''چالاک (سالاک)'' نام سے معروف دو بزرگوں کے حالات کو آپس میں گڈمڈ کر دیا ہے۔ اخوند چالاک اور اخوند سباک دو بھائی تھے جن کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اور یہ جدم بزرگوارم پیر سباک اور پیر چالاک سے بالکل الگ بزرگ تھے۔ اثر صاحب نے ''تذکرہ'' کا حوالہ دیا ہے اور ان دو بھائیوں کو قوم خٹک لکھا ہے۔ لیکن یہاں بھی انہوں نے تذکرہ کی عبارت کا غلط مطلب سمجھا ہے۔ ''تذکرہ'' کی اصل عبارت یوں ہے:۔

''تا روزے پیر عمر و پیر چالاک ہر دو برادر از پیر افغان خطک دریں حدود رسیدہ بودند۔''

(ترجمہ)۔ ایک دن پیر عمر اور پیر چالاک دونوں بھائی جو خٹک افغانوں کے پیر ہیں اس طرف آ پہنچے تھے۔
اب اس عبارت سے یہ تو کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا کہ پیر عمر اور پیر چالاک نسلاً بھی خٹک ہیں کیونکہ یہ بات تو ضروری نہیں کہ خٹکوں کا پیر بھی لازماً خٹک ہی ہو گا۔

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ اثر صاحب نے پیر عمر کو پیر سباک خیال کر لیا ہے حالانکہ وہ اس کا بھائی تھا۔ اس خیال کی تائید اثر صاحب کی اسی کتاب کی ایک اور عبارت سے بھی ہوتی ہے۔ محمد یونس گیلانیؒ کے حالات میں لکھتے ہیں:۔

''دویمہ بی بی ئے د حضرت مولانا شیخ المشائخ محمد عمر المعروف پہ پیر سباک علیہ الرحمۃ لور بی بی وہ۔ چہ دھی ''بیگم'' نوم وو۔ د ضلع مردان تحصیل صوابئ د موضع بر مول پیران ئے دِ دغہ بی بی اولاد دے''۔

اس غلطی کا ارتکاب رشتین صاحب نے اپنی تصنیف '' دَپښتو دَادب تاریخ'' (صفحہ 56) اور جناب روشن خان نے تواریخ حافظ رحمت خانی کے حواشی کے لکھنے کے وقت کیا۔ ملاحظہ ہو اس کتاب کا صفحہ 848۔

(9)۔ خوشحال اور روشنایان:۔ ڈاکٹر یار محمد مغموم خٹک رسالہ 'پښتو' کے دسمبر (1996ء) کے شمارے میں لکھتے ہیں کہ خٹک نامے میں آج تک مشہور ہے کہ کاکا صاحبؒ پیر سباکؒ کے مرید تھے۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر یار محمد مغموم خٹک شیخ بابر رحمت اللہ علیہ ۔۔/کی اولاد میں سے ہیں' جن کا مزار اقدس ڈاک اسماعیل خیل (ضلع نوشہرہ) میں واقع ہے.'انکی کتاب'روشنایان او پښتو ادب" (چاپ پښتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی' نومبر 2011ء) میں صفحہ 176 پر اصل عبارت یوں ہے

دَخٹک نامے پہ عواموکښِ داخبرہ مشہورہ دہ چہ حضرت کاکا صاحب دَحضرت پیر سباکؒ مرید وو۔

مختلف ادوار میں لکھی جانے والی مختلف مناقب کی تواریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد میری اپنی رائے یہ ہے کہ حضرت کاکا صاحبؒ نے سلوک کے ابتدائی زمانے میں اپنے وقت کے مشہور مشائخ کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اسی زمانے میں انہوں نے پیر سباکؒ کے علاوہ اخوند پنجوؒ بابا، حاجی بہادر صاحب کوہاٹی اور حضرت سید آدم بنوری کے ساتھ صحبت کی اور بزرگوں کی اس قسم کی صحبتیں فیوض و برکات سے خالی نہیں ہوتیں۔ امیر حمزہ خان شنواری، چشتی، نظامی اپنی تصنیف ''تذکرہ ستاریہ'' میں چار قسم کے رہبروں کا ذکر کرتے ہیں جن میں سے ایک کو پیر صحبت، دوسرے کو پیر طریقت، تیسرے کو پیر ارادت اور چوتھے کو خلافت کہتے ہیں۔۔ لکھتے ہیں:۔ ''عین ممکن ہے کہ یہ چاروں صفات صرف ایک شخصیت میں موجود ہوں اور اسی کے ذریعے کوئی سالک پایہ تکمیل کو پہنچ جائے ورنہ انفرادی طور پر چہار قسم کے مرشدوں سے درجہ بدرجہ تکمیل کا کام ہوا کرتا ہے۔(صفحہ 359)

ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ پیر سباکؒ، کاکا صاحبؒ کے پیر صحبت تھے۔ کیونکہ جب کاکا صاحبؒ آغاز جوانی میں تلاش مرشد میں نکلے تو ان کی نظر سب سے پہلے شاہ ابا بکرؒ کے بیٹے پر پڑی جو ان کے والد ماجد کے پیر طریقت تھے۔ اس کے علاوہ شاہ ابا بکر تمام قوم خٹک کے پیر رہ چکے تھے اور کاکا صاحبؒ بھی قوم خٹک میں قیام پذیر تھے اور بہت سے مورخین کے نزدیک خود بھی کرلانی خٹک تھے۔ اسکے علاوہ پیر سباکؒ اس وقت ان کے سب سے نزدیک بھی رہتے تھے اس لئے ان کی (کاکا صاحبؒ) نظر پہلے پہل حضرت پیر سباکؒ پر پڑی، وہ ان سے ملے، کئی بار ملاقاتیں کیں اور انکی صحبت پاک سے فیضیاب ہوئے۔ اس سلسلے میں اولاد اور مریدان پیر سباکؒ اور کاکا صاحبؒ دونوں کی طرف سے بات کو چبا چبا کر بیان کرنا مناسب نہیں۔ وہ لوگ ہر قسم کے تعصب اور حسد سے پاک تھے جیسے کہ شیخ عبدالحلیمؒ شیخ جمیل بیگ کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔ ''آن خلق نیک بود۔ حسد در میان نیاورد''۔ اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ کاکا صاحبؒ نے طریقت، ارادت اور خلافت کسی سے بھی حاصل نہیں کی۔ وہ اویسی بزرگ تھے۔ یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ کاکا صاحبؒ حاجی بہادر صاحب کوہاٹی کے ماذون تھے لیکن طریقہ یا خلافت ان سے بھی حاصل نہ کی۔

حمزہ باباؒ اپنے ایک مرید اور خلیفہ ملک عبدالرحمان کے ایک استفسار کے جواب میں لکھتے ہیں۔ ''اس کے علاوہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کاکا صاحبؒ نے اپنی زندگی میں بھی کسی سے استفادہ کیا ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہمیں معلوم بھی ہو کہ انہوں نے کس سے استفادہ کیا ہے۔ کیونکہ عدم علم سے عدم شے لازم ثابت نہیں ہوتا''۔ ویسے حمزہ باباؒ اویسی سلسلے میں بھی کسی زندہ شخصیت کے فیض کو ضروری گردانتے ہیں (مکتوبات حمزہ باباؒ مولف ملک عبدالرحمن صفحہ 423)۔

طریقہ عالیہ سہروردیہ(11):۔ پیر سباک رحمتہ اللہ علیہ طریقہ عالیہ سہروردیہ میں اپنے والد شیخ ابا بکر قدس اللہ سرہٗ العزیز سے بیعت تھے۔ سلسلہ سہروردیہ اس خاندان میں سید جلال الدین حسین جلال اعظم شیر شاہ میر سرخ بخاریؒ (ولادت 595ھ، سن وفات 690ھ، مزار اقدس اوچ شریف) کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔ سید جلال سرخ بخاریؒ خود شیخ الاسلام حضرت بہاء الحق ملتانیؒ کے مرید تھے جو ملتان میں دفن ہیں۔ کتاب '' قصتہ المشائخ'' میں درج ہے:

"کہ شاہ اسمٰعیلؒ جو پیر سباکؒ کے دادا تھے۔ شیخ بہاء الحق ملتانیؒ کے گھرانے کے ایک بزرگ کے پاس ملتان میں رہتے تھے اور بعد میں انہوں نے انہیں بیعت اور ارشاد دینے کی اجازت دی۔"

حضرت پیر سباکؒ کی اولاد میں بعد میں کئی بزرگ گزرے ہیں جو دیگر سلسلہ ہائے نقشبندیہ، قلندریہ، قادریہ اور چشتیہ میں بیعت ہیں، سہروردیہ سلسلہ عالیہ میں منسلک بزرگ کا آوازہ آج کل میں نے نہیں سنا۔ ممکن ہے جو اولاد برما اور آسام میں آباد ہے اس میں کوئی سہروردیہ بزرگ ہوں یا گزرے ہوں۔ واللہ اعلم۔

قطب دوراں غوث آواں نور پاک　　　گمراہاں را رہنما پیر سباکؒ
ہست فرزندِ بابکر جسمش جمیل　　　قطب وقت است اوز اولاد خلیل
قصہ کوتاہ کن پیر سباکؒ　　　سر بسر نور است بر بالائی خاک
نورِ روئیش پر توی انداختہ　　　بر ہمہ قوم ختک بیتافتہ

(ترجمہ) زمانے کا قطب، وقت کا غوث، پاک نور ہے، گمراہوں کا رہنما پیر سباکؒ ہے۔ یہ ابو بکرؒ کا فرزند، جسم ان کا خوبصورت ہے۔ وقت کا قطب ہے۔ خلیلؑ کی اولاد سے ہے۔ قصہ مختصر، پیر سباکؒ روئے زمین پر تمام نور ہے۔ ان کے چہرے کے نور نے تمام قوم ختک پر روشنی ڈالی ہے۔

کرامات وخوارق

خرق عادات انشانزا طریق　　　　　　اسخیاء وزاہدانند وشفیق

(خرق عادات (کرامات) ان کا طریقہ ہے، شفقت والے سخی اور زاہد ہیں)

اولیاء کرام اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے خوارق عادات اور کرامات کے ظہور کا طریقہ اہلسنت کے ہاں ایک مسّلم عقیدہ ہے لیکن سب سے بڑی کرامت شریعت مقدسہ پر استقامت تھی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت پیر سباکؒ کے اخلاق عالیہ، عادات مبارکہ، اعمال حسنہ اور کردارِ بلند کے متعلق لکھا جاتا لیکن قدیم کتب میں زیادہ تر زور کرامات پر دیا جاتا تھا۔ اس وقت زمانے کا مزاج ہی اس رنگ کا تھا۔ شریعت پر استقامت تو اکثر حضرات کو حاصل ہوتی۔ چند ایک مخصوص افراد سلوک کی بلند ترین منزلیں طے کرنے کی کوشش میں لگے رہتے۔ آج کل اس مادیّت کے دور میں ان باتوں کو کون جانے۔

"اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں　　　　　　بلبل چہ گفت وگل چہ شنیدہ وصبا چہ کرد"

مختلف کتب مناقب کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ پیر سباک رحمتہ اللہ علیہ سے کئی کرامات کا ظہور ہوا۔ ان کی حیاتِ مبارکہ میں اور ان کے اس جہانِ فانی سے کوچ کر جانے کے بعد بھی، آج بھی ان کی زیارت پر جانا فائدہ سے خالی نہیں۔

(1)۔ ''تاریخ مرصع'' میں پیر سباکؒ کے کرامات کے ذکر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کے بارے میں بتلایا کہ میرا باپ اٹک کے قلعے میں قید تھا۔ پیر سباکؒ اُس کے پاس پہنچے۔ اس شخص کے ہاتھ پیر سے زنجیریں گر گئیں۔ حاکمِ وقت کو خبر پہنچی سخت حیران ہوا، اس نے سروپا دے کر رخصت کیا۔ یہ واقعہ خوشحال خان کی بیاض سے نقل کیا گیا ہے، اگرچہ تفصیلات کا حامل ہے لیکن یہاں پر مختصراً بیان کیا گیا۔

(2)۔ خان علیین مکان خوشحال خٹک کی بیاض سے نقل ہے جن پر انہوں نے خود دستخط کیئے ہیں کہ ماہ محرم کی اٹھارہ تاریخ کو ایک عجیب بات مشاہدے میں آئی۔ وہ ایک بیل کا ٹخنہ (بننگرے) تھا جو طالب الدین ولد رحیم الدین (ولد پیر سباکؒ) اپنے ساتھ لایا۔ اس کے بارے میں روایت یوں تھی کہ ایک دفعہ پیر سباک علیہ الرحمتہ اپنے دادا شاہ اسمٰعیلؒ کی زیارت کے لئے خوست جا رہے تھے۔ ایک بیل بھی اس نیت سے ان کے ساتھ تھا کہ اسے قبر مبارک پر ذبح کریں۔ راستے کے پہاڑوں میں اس بیل کا پاؤں پتھروں سے زخمی ہو گیا اور چلنے سے رہ گیا۔ پیر صاحبؒ کا ایک مرید ان کے پاس آیا اور یہ اطلاع دی کہ بیل ایک پیر سے لنگڑا ہو گیا۔ چلنے سے معذور ہو گیا۔ پیر صاحبؒ حالتِ جذب میں تھے۔ فرمایا۔ ''خدائے پاک اس پر میخ گاڑ دے گا۔'' اسی وقت اس نازک ٹخنے پر لوہے کی ایک میخ کندہ ہوئی۔ میخ گڑنے کی آواز سب حاضرین نے بھی سنی۔ میخ یوں پیوست تھی جیسے کہ نعل کی میخ ہو۔ صاف نظر آرہی تھی۔ دیکھنے سے آدمی حیران ہو جاتا کہ میخ بمقدار خود گڑی ہوئی ہے میخ پر کرامت کے سوا کسی چیز کا گمان نہیں ہوتا تھا۔

(3)۔ روایت ہے کہ سردھی نام کا خٹک قوم میزہ خیل ان کا مرید تھا۔ اکثر پیر صاحبؒ کے پہلو میں بیٹھتا تھا۔ ایک دن ایک آدمی کسی دور دراز علاقے سے پیر سباکؒ کی زیارت کے لئے آیا۔ غلطی سے اُس نے پیر صاحبؒ کی بجائے سردھی مرید کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ کسی نے اس کو بتایا کہ یہ پیر نہیں ہے۔ سردھی ہے۔ پیر صاحبؒ اس وقت حالت جذب میں تھے اور مریدوں نے ان کو بتایا کہ۔ ''پیر صاحب آپ کی اور سردھی کی ریش مبارک کا رنگ ایک ہے اس لئے اجنبی کو غلط فہمی ہوئی اور اس نے سردھی کی داڑھی کو ہاتھ لگایا۔'' پیر صاحب جوش میں آئے اور زبان مبارک سے نکلا کہ۔ ''سردھی، تمہاری داڑھی اُدھڑ جائے کہ اجنبی اس سے دھوکہ کھا جاتا ہے۔'' اسی آن سردھی کی داڑھی یوں اُدھڑی کہ کوئی بال نہ رہا۔

(4)۔ خواجہ ملنگؒ نے ''مناقب زین الدین'' کے حصہ نظم میں ایک بزرگ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک دن پیر سباکؒ تشریف فرما تھے۔ ان کے ارد گرد اعیان و عابدان دین کا جھمگھٹا تھا۔ اس محفل میں حضرت شیخ رحمکارؒ

بھی شامل تھے کہ ناگہان دروازے سے ایک نوجوان داخل ہوااور ادب کے ساتھ درویشوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ ایک ساعت کے بعد پیر صاحبؒ نے اس کی خیر وعافیت دریافت کی اور مدعائے آمد پوچھا۔ نوجوان نے عرض کیا کہ وہ ہندوستان کے پایہ تخت سے آیا ہے۔ اس کا بادشاہ اپنے دشمن کے ہاتھوں سخت مصیبت میں مبتلا ہے۔ بادشاہ نے آپ کے پاس دعا کے لئے بھیجا ہے۔ ساتھ ہی ایک خط ان کے حوالے کیا جس میں بادشاہ نے قوی دشمن کے ہاتھوں اپنی تباہ حالی کا ذکر کیا تھا۔ لکھا تھا۔ آپ میری حالت پر شفقت اور مہربانی فرمائیں اور وقت سحر میرے لئے دعا کریں کہ دشمن مجھ سے اپنا ملک لینے کے درپے ہے۔ اس پُرزہ کاغذ میں دشمن کی تمام کیفیات درج تھیں۔

پیر سباکؒ نے کاغذ کو دیکھنے کے بعد فرمایا:۔ "بادشاہ کا غم خداوند پاک نے میرے سپرد کر دیا ہے۔ تو جا۔ اپنے وطن واپس چلا جا۔ تیرا بادشاہ فتح مند ہو گیا۔" قاصد نے عرض کی۔ بادشاہ نے آپ کیلئے زر نقد بھیجا ہے اور اس کے ساتھ وہ رقم آپ کے سامنے پیش کی تا کہ آپ اسے قبول کر لیں۔ قاصد نے بادشاہ کا ہدیہ زر قبول کرنے لے لئے بے حد منت وزاری کی۔ آپ نے قبول نہ فرمایا۔ قاصد نے مال یونہی چھوڑ دیا۔ اسی وقت شیخ رحمکارؒ نے اشارتاً اس بات کا اظہار کیا کہ اگر اجازت ہو تو یہ ہدیہ میں اپنے ساتھ لے جاؤں۔ آپ نے تمام مال وزر ان کے حوالے کیا اور اپنے پاس کچھ بھی نہ چھوڑا۔ ادھر قاصد نے ہندوستان کی راہ لی۔ جب دربار میں پہنچا تو بادشاہ خوش ہوا۔ بتایا کہ فلاں تاریخ کو میری مشکل حل ہو گئی۔ دشمن سرنگوں ہوااور کھویا ہوا مال ہاتھ لگا۔ خدائی اِمداد سے دشمن مغلوب ہوا۔ بادشاہ نے قاصد سے پیر صاحبؒ کا حال پوچھا۔ قاصد نے عرض کیا جب میں ان کی خدمت میں پہنچا وہ دشمن کی مغلوبیت کے دن تھے۔ جب دن اور مہینے کا حساب لگایا گیا تو پتہ چلا کہ یہ اس دن کا واقعہ ہے جب پیر صاحبؒ نے قاصد سے فرمایا کہ "جا تیرا بادشاہ غالب ہوااور اس کا دشمن مغلوب۔"

شاعر خوش زبان ملنگ نے اس واقعے کو یوں بیان کیا ہے:۔

این چنیں نقل است از دانائی راز
کہ نشستہ بود روزے دیدہ باز

جملگی اعیان دین نشستہ بُود
رحمکار از جملہ شان پیوستہ بود

ناگہاں وارد شداز دریک جواں
باادب بنشست پیش عابداں

بعد یک ساعت از وپرسید پیر
خیر باد توچہ داری در ضمیر

گفت از ہند آمدم از پیش تخت
شاہ مارا شد نود شمن روز سخت

شاہ بفرستادہ ام بہر دعا
ہم دریں کاغذ نوشتہ مدعا

داد کاغذ را بدست شاہ بخت
حالِ شاہنشاہ در وی بود سخت

کہ ز خصم صعب شد حالم تباہ
ائی ترا اشفاق و لطف ائی دین پناہ

در سحر گاہان دعا از بہر من
کن از من مے گیرد ملک اہر من

حال بود در وئ نوشتہ سر بہ سر
جملہ کیفیات خصم آں پر ہنر

دید کاغذ را بچشم خویش و گفت
کہ غم شاہی خدائے بر من سپرد

اندریں روز آن شہ نیکو خصال
غالب آمد دشمنش شد دروبال

او کہ آن شاہ تو دمساز گشت
رو از یں جا ملک خود را باز گشت

عرض کرد آں قاصد نیکو سیر
کز برائیت شاہ بفرستاد زر

ہدیہ آوردہ بنہادش بہ پیش
تا قبولش کرد آن فرخندہ کیش

ہدیہ زر پیش تو آوردہ ام
در سفر بسیار کلفت بردہ ام

کرد التجا حش پذیر این مال و زر
نا قبولش کرد زر آن پر ہنر

چونکہ قاصد مال و زر مہمل گزاشت
رحمکار از پیش ایشاں عرض داشت

کرد ظاہر گر اجازت باشدم
ہدیہ آوردہ را بمن مے برم

حسب عرض رحمکار خوب کیش	داد مال و زر نماند ش پیش خویش
جملگی زر را به او بسپرده شد	بعد یک ز پیش برده شد
رفت قاصد راه ہندوستاں گرفت	چوں بہ ہندوستان رسید آن شہ شگفت
کہ فلاں تاریخ مہم گشت خفت	سر نگوں شد دشمن و مالم بدست
در کف آمد حسب تائید خدا	دشمنم زار اس و تن گشتہ جدا بعد
غور و فکر و تعمیق نظر	چوں نگہ کردند بر چشمان سر
شاہ قاصد را شکے آمد پدید	آشکارا خواست حال آں سعید
گفت آن روز یکہ من وارد شدم	حال مغلوبی خصمان خودم
گفت شاہنشہ ایں ماتم سرا	روز آں روز ست غالب مر ترا
چوں حساب روز و ماہ را کہ باد	شد موافق قول شاہ دیں و داد
کامذراں روز یکہ آن شہ گفتہ بود	پیش قاصد دُر معنی سفتہ بود
کہ امیر است غالب و مغلوب خصم	شاہ تو غالب شد و معتوب خصم

پیر سباکؒ کی ذات اقدس سے جب بہت سے خوارق و کرامات کا ظہور ہونے لگا تو اس کا غلغلہ چار سو برپا ہو گیا۔ لوگ جوق در جوق اپنی دینی و دنیاوی ضروریات و حاجات کے حصول کے لئے دعا کی خاطر آنے لگے۔ ان کی کرامت اور تصرف کی برکت سے یہ عالم تھا کہ مٹی کے ڈھیلے اور پتھر ان کی حاجات روائی کی خاطر ان کی طرف چلے آتے تھے اور پانی کا آفتابہ جسم مبارک کے ہر اندام کے وضو کیلئے خود بخود سمت بدلتا رہتا تھا۔ (مجمع البرکات)

بعد از وفات کرامات وفیوضات

(1)۔ یہ روایت بھی خان علیین کی بیاض سے لی گئی ہے۔ تفصیلاً بیان ہے لیکن یہاں پر اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ خان علیین نے خود اپنے قلم سے لکھا ہے:۔

''جب پیر سباکؒ فوت ہو گئے تو ان کا جنازہ ٹل کے لئے اٹھایا گیا جب جنازہ شیر کرہ پہنچا تو وہاں لوگ اکٹھے ہو گئے۔ دھکم پیل میں ایک عورت کی نتھ کھو گئی۔ جتنا بھی اسے ڈھونڈتے رہے نہ ملی۔ اس عورت نے اپنے خادم کو اسے ڈھونڈنے کے لئے کہا۔

جب پیر صاحبؒ کا جنازہ کوہاٹ لے گئے تو وہ نوکر جنازے کے پاس کھڑا ہو گیا اور گستاخانہ کہنے لگا۔ ''اے پیر! اس عورت کی نتھ شیر کیرے میں کھو گئی ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ اسے تلاش کرو۔ اب چاہے جتنا بھی اسے ڈھونڈا نہیں ملی۔ وہ عورت آس لگائے ہوئے ہو گی۔'' اس کا یہ کہنا ہی تھا کہ سونے کی ایک نتھ اچانک کسی طرف سے انکھوں کے سامنے آ گری۔ دیکھی تو بعینہ وہی نتھ تھی جو کھو گئی تھی وہ اس عورت کو واپس دیدی گئی۔''

(2)۔ مشہور ہے کہ پیر سباکؒ کے مزار اقدس کے پاس ہی سرمے کی کان تھی۔ یہ سرمہ موجب شفا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس پہاڑی پر موجود درختوں کی شاخیں بھی ہر بیماری کے لئے نفع مند تھیں۔ سرمے کی کان کی اس خاصیت کا جب لوگوں کو علم ہوا تو اردگرد کی اقوام اس کان پر قبضہ کرنے کے لئے آپس میں لڑ پڑیں۔ لڑائی طول پکڑتی گئی اور شر وفساد بڑھتا رہا۔ انہی دنوں شاہ زمان نامی ایک مرد تھے۔ وہ طبعاً مسکین اور دل سوز سے پر رکھتے تھے۔ ہمیشہ اس جھگڑے فساد سے دلگیر رہتے تھے۔ ایک رات جب سو گئے تو پچھلے پہر خواب میں پیر سباکؒ کو رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دیکھا۔ شاہ زمان رسول مقبولؐ کی قدمبوسی کے لئے آگے بڑھے۔

مصطفٰی و مجتبیٰ نے پریشانی کا سبب دریافت فرمایا۔ شاہ زمان نے سارا واقعہ بیان کیا۔ پیر سباکؒ یہ فتنہ و فساد اور شور و غوغا مابین خلق سن کر بیحد رنجیدہ ہوئے اور حضورؐ کے دربار اقدس میں درخواست کی کہ سرمہ کے لئے ناحق خونریزی ہو رہی ہے۔ آپ خداوند قدوس سے دعا مانگیں کہ وہ اس شور و شر کا خاتمہ فرمائے۔ حضور پر نورؐ نے پیر صاحبؒ کی دلجوئی کی خاطر بارگاہ قدس میں دعا مانگی:۔ ''اے خدائے متقیان وراستان۔اس سرمے کے اثر کو نیست و نابود فرما تاکہ یہ باعث جنگ و جدال نہ رہے۔'' تھوڑے وقفہ کے بعد امر خداوند ہوا کہ سرمے کی تاثیر ختم ہو گئی۔ پیر کو خوشخبری سنائیں کہ آئندہ جھگڑا نہ ہو گا۔'' حضور پاکؐ نے پیر صاحبؒ کو یہ بشارت سنائی۔ پیر صاحبؒ خوش ہوئے۔اور شاہ زمان کو بھی اس امر حق سے آگاہ فرمایا۔ شاہ زمان فوراً سجدہ شکر بجالایا۔ جب کے اٹھ کر دیکھا تو رسول پاکؐ اور پیر صاحبؒ دونوں غائب تھے۔ صبح صادق کے وقت جب شاہ زمان خواب سے بیدار ہوئے تو ادائے نماز - درود اور وظائف کے بعد کان کے پاس پہنچے۔ سرمہ کوٹ کر آنکھوں میں ڈالا تو سرمہ خاک کی طرح لگا اور آنکھیں درد کرنے لگیں۔

وفات، تکفین وتدفین

روایت ہے کہ جب پیر سباکؒ بیمار ہوئے تو انہوں نے اللہ تبارک و تعالٰی کی بارگاہ میں اپنی شفایابی کے لئے دعا مانگی۔ لیکن اسی رات آپ نے خواب میں سنا کہ اپنے حق میں دعا نہ مانگو کیونکہ آپکی رحلت کا وقت آن پہنچا ہے۔ ''مناقب زین الدین'' میں اس پر یوں تبصرہ کیا گیا ہے۔ ''کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام ملک الموت سے حیات کی مہلت چاہی تھی جب پیغمبروں نے مہلت چاہی تھی تو اولیاء کیسے مہلت نہیں چاہیں گے۔

مرقد مبارک پر زائرین کا تانتا اب بھی بندھا رہتا ہے

سن وفات:۔ پیر سباکؒ کا صحیح سن وفات معلوم نہیں لیکن ایسے قرائن موجود ہیں کہ آپ 1025ھ سے کچھ عرصہ پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔چونکہ آپکی زیارت پر ہر سال میلہ ماہ محرم کی نویں اور دسویں تاریخ کو لگا کرتا ہے اس لئے قیاس غالب یہ ہے کہ آپ محرم کی نویں یا دسویں تاریخ کو فوت ہوئے چونکہ آپ نے اپنی زندگی میں وصیت فرمائی تھی کہ میں یہاں مسافر ہوں اسلئے جیسا کہ حضرت یوسفؑ نے وصیت کی تھی جس کے مطابق ان کا

جسد مبارک مصر سے کنعان لے جاکر دفن کیا گیا۔ اسی طرح مجھے بھی موضع بِلند خیل (ٹل، ضلع کوہاٹ) میں میرے عزیزوں کے پاس پہاڑی پر دفن کیا جائے۔

چنانچہ غسل، تکفین اور نماز جنازہ کے بعد آپ کی میت کو سپیدار لکڑی کے تابوت میں بند کر کے اونٹ پر لادا گیا۔ اونٹ غیب سے نمودار ہوا۔ ظہر کے وقت جنازہ اٹھایا گیا اور دوسرے دن اسی ظہر کے وقت بلند خیل پہنچ کر دفنایا گیا۔ راستے پر جگہ جگہ لوگوں کی کثیر تعداد نے آپ کی آخری زیارت کی۔

صاحب کتاب ''مناقب زین الدین'' لکھتے ہیں کہ بلند خیل اور پیر سباک گاؤں کے درمیان پانچ یا چھ دن کا سفر ہے لیکن آپ کی برکت سے ایک ظہر کے وقت سے دوسرے دن ظہر کے وقت تک یہ فاصلہ طے ہو گیا۔ اولیاء کی کرامات برحق ہیں۔ ان کے سامنے زمان و مکان کی حدود سمٹ کر رہ جاتے ہیں۔ اس زمانے کے لوگ بھی نیک تھے اور ایسی باتیں ان کے عام روزمرہ مشاہدے میں آتی تھیں۔ صاحب نظر لوگوں نے اس زمانے میں بھی اعتراض نہ کیا اور نہ آج اللہ والوں سے یہ حقیقت مخفی ہے۔ اس کوچے کی راہیں وہ جانے جس نے اس سلسلے میں محنت وریاضت کی اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جسے مقام محمود حاصل ہو جائے۔

آپ کا مزار اقدس دریائے کرم کے کنارے ٹل سے بنوں جانے والی سڑک کے جانب غرب ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ اس پہاڑی پر دو گنبد ہیں۔ ایک پرانا جس کو توپ کے گولے سے نقصان پہنچا ہے۔ وہ بلند خیل قوم کے مورث اعلیٰ کا بیان کیا جاتا ہے۔ دوسرے نسبتاً نئے گنبد کے اندر آپ آرام فرما ہیں۔ آپ کے ساتھ کی قبر آپ کی زوجہ مطہرہ کی بیان کی جاتی ہے۔ ان قبروں کے پاؤں کی جانب ایک چھوٹی سی قبر ہے جو روایت ہے کہ اس معمار کی ہے جس نے یہ گنبد تعمیر کیا اور پھر وصیت فرمائی کہ اسے بھی اس کے اندر دفن کیا جائے۔

پہاڑی کے نیچے ڈھلوان میں ایک اور مشہور زیارت ہے جسے مندرو بابا کہتے ہیں۔ مجاور اسی قبر پر بیٹھا ہے۔ آپ کی قبر بڑے پر فضا مقام پر واقع ہے۔ پہاڑوں کے نیچے دریائے کرم بہتا ہے جس پر پل بنایا گیا ہے۔ سامنے ٹل کا

قلعہ نظر آتا ہے۔ ''مراقبات رحمکار'' میں اس مقام کو درہ کوہ سرور کہا گیا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے:۔ ''درہ کوہ سرور کہ آن محل منسوب بہ پیر دستگیر سباک است''۔ یعنی درہ کوہ سرور میں جگہ پیر دستگیر سباکؒ کا مکان کہلاتی ہے۔

آپ کی زیارت پر گنبد آپ کے بیٹے پیر فرید الدینؒ نے تعمیر کیا۔ ملنگ نے ان کے پوتے ''پیر زین الدین'' کو اس گنبد کا تعمیر کنندہ لکھا ہے لیکن صحیح پیر فرید الدین ہی ہیں۔ روایت ہے کہ اکثر گائے بیل اور دیگر جانور قبر مبارک کے قریب جا کر ان کے اطراف کے پتھر اور مٹی کو پائمال کیا کرتے تھے۔ ایک رات اپنے فرزند ارجمند پیر فرید الدینؒ کو خواب میں آکر فرمایا کہ مجھے حیوانات زیادہ تکلیف دیتے ہیں۔ اگر وہاں مقبرہ تعمیر کیا جائے تو امید ہے کہ چوپائیوں کے آزار سے بچ جاؤں گا۔ جب آنحضرتؒ کے بیٹے نے خواب دیکھا تو ان کے پاس کل چالیس روپے تھے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے بلند خیل روانہ ہوئے اور وہاں گنبد بنانے میں مشغول ہوئے۔ چار ہزار اور چار صد روپے خرچ ہوئے۔ یہاں تک کہ مقبرہ مکمل ہوا آنحضرت کی برکت سے روپیہ ہر جگہ سے آتا تھا۔

میلہ:۔ آپ کی زیارت پر ہر سال محرم الحرام کی نو اور دس تاریخ کو ایک بڑا میلہ لگتا ہے۔ ہر جمعرات کو معتقدین زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ اس علاقے میں مشہور ہے کہ جس فرد کو بھی اولاد کی خواہش ہو۔ وہ وہاں جا کر دعا مانگے تو رب العزت اس کی مراد پوری کر دیتا ہے۔ ٹل میں ایک دینی مدرسہ ہے جس کے طلباء وہاں زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ گنبد کے باہر زمین دوز تہہ خانے ہیں جو اگلے وقتوں میں بطور خانقاہ اور چلہ گاہ استعمال ہوتے تھے۔ آج کل وہاں پر قرآن پاک اور ایسے ہی فقہ و شرح کی کتابوں کے پھٹے پرانے نسخے رکھے جاتے ہیں تاکہ ان کی بے حرمتی نہ ہو۔

باب پنجم

اولیائے عصر سے تعلقات

اس باب میں ہم پیر سباک رحمتہ اللہ علیہ اور بعد میں ان کی اولاد کے ساتھ ان کے ہمعصر مشائخ عظام اور علمائے کرام کے تعلقات کے بارے میں بحث کریں گے۔

اخوند پنجو باباؒ :۔ان کا اصلی نام عبدالوہاب تھا۔ارکان خمسہ اسلام (پنج بناء) کی سختی سے پابندی کرنے کی تعلیم دیتے تھے اسلئے عوام میں ''پنجو بابا'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ان کے والد غازی خان ہندوستان میں ''سنبھل'' کے مقام پر رہتے تھے اور ابراہیم لودھی کے امراء میں شمار ہوتے تھے ابراہیم لودھی کی شکست کے بعد علاقہ یوسف زئی میں آباد ہوئے 945ھ میں بمقام چتہ ڈھیری (صوابی) اخون پنجو بابا کی ولادت باسعادت ہوئی۔اخوند پنجو نے نو سلجام گاؤں رو،ہیلکھنڈ میں تعلیم حاصل کی اسلئے ان کو ''افغانی نوسلجامی'' بھی کہا جاتا ہے۔آپ کے والد غازی خان کا مزار اقدس قلعہ بالا حصار کے نیچے ہے۔اخوند پنجو 990ھ میں موضع اکبر پورہ آئے اور مستقل سکونت اختیار کی۔993ھ میں شیخ جلال الدین تھانیسریؒ کے خلیفہ میر ابوالفتح قنباچی سے طریقہ عالیہ چشتیہ میں بیعت کی۔

یہ مشہور ولی، عالم اور غازی بالآخر عہد شاہجہان میں 95 سال کی عمر میں 1040ھ بمطابق 1630ء فوت ہوئے۔ان کی تجہیز و تکفین میں میاں عثمان، اخون چالاک، شیخ علی، شیخو شاہجہان پوری اور شیخ رحمکار جیسے جلیل القدر بزرگ شریک تھے۔

''مناقب زین الدین'' میں لکھا ہے:۔ ''زبدۃ العارفین اخون پنجو قدس اللہ سرہٗ اکبر پوری جو اپنے زمانے کے کامل و مکمل اولیاء میں سے تھے۔بے شمار مرید رکھتے تھے۔خاص کر مولانا علی رحمتہ اللہ علیہ تکمیل کے درجے کو

پہنچے تھے اور مخلوق کی صحیح رہنمائی فرماتے تھے۔ان کے بیٹے مولانا عبدالرحیم خوارق عادات کے مالک تھے۔ایک دن اخوند عبدالرحیم نے اپنے والد اخوند علی سے پوچھا کہ اخوند درویزہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں شاہ ابا بکر، شاہ اسمٰعیل اور پیر سباک رحمتہ اللہ علیہم کی نسبت جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں۔اخوند علی نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ میں نے اخوند پنجوؒ کی زبانی کئی مرتبہ سنا ہے کہ ابو بکرؒ۔شاہ اسمٰعیلؒ اور پیر سباک تینوں کے تینوں غوث کا مرتبہ پاکر فوت ہوئے ہیں اور ان کی طرح اصلی اور صحیح النسب سیّد کمیاب ہیں۔اخوند درویزہؒ نے اہل غرض کے کہنے پر بلا تحقیق لکھا ہے۔اس کے لکھے پر اعتبار نہیں۔ایضاً مولانا اخوند پنجو قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے تھے کہ جتنا میں ان کے حال سے واقف ہوں دوسرا کوئی نہ ہوگا۔

اس کے بعد کا بیان آپ شاہ اسمٰعیل کے حالات میں پڑھ چکے ہیں۔

اس روایت کے راویوں مولانا علی رحمتہ اللہ علیہ اور انکے بیٹے اخوند عبدالرحیمؒ کا مختصر سا تعارف یوں ہے۔ قاضی عبدالحلیم اثر افغانی صاحب ان بزرگوں کے متعلق اپنی کتاب" روحانی تڑون" میں یوں لکھتے ہیں (صفحہ 503)۔(ترجمہ): شیخ اخوند میاں علی اصل میں ھشت نغر کے گاؤں شیر پاؤ کے رہنے والے تھے۔وہ ماموں زئے یوسف خیل قوم سے تھے۔بلند عرفانی اور روحانی مرتبے کے مالک تھے۔ان کی زیارت اخوند پنجو باباؒ کے مزارِ اقدس کے مشرقی دروازے کے باہر ہے۔اپنے پیر کے مناقب کی ایک کتاب اپنی یادگار چھوڑی ہے۔بعد میں انکے بیٹے میاں عبدالرحیم بھی اپنے وقت کے بلند مرتبہ بزرگ گزرے ہیں۔ان کی زیارت موضع ٹارہ میں واقع ہے۔

بقول قاضی عبدالحلیم اثر افغانی پیر سباکؒ کے فرزند پیر فریدالدین نے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں مولانا اخوند پنجو باباؒ سے بیعت کی تھی۔واللہ اعلم

بہادر خان باباالمعروف ایک صاحب اور کاکا خیل خاندان:۔ شیخ رحمکارؒ المعروف کاکا صاحبؒ کے والد ماجد بہادر خان باباؒ اوران کے آباء واجداد کے ساتھ پیر سباکؒ کے اجداد کا تعلق اسی زمانے سے معلوم ہوتا ہے جب یہ لوگ علاقہ خوست میں مقیم تھے۔ شیخ ابو بکرؒ تمام خٹک قوم کے مرشد تھے اور اس خٹک قوم میں کاکا صاحبؒ کے آباواجداد بھی شامل تھے۔کتب تاریخ سے شیخ ابو بکرؒ اور بہادر خان باباالمعروف ایک صاحب کے درمیان تعلق ثابت ہے۔ شیخ ابو بکرؒ سلسلہ عالیہ سہر وردیہ میں بہادر خان باباؒ کے پیر طریقت تھے۔ان ہی کی درخواست پر شیخ ابو بکرؒ نے اپنے فرزند سید محمود المعروف پیر سباکؒ کوان کے ہمراہ روانہ کیاتا کہ ان کی صحبت بابرکت سے فیض حاصل کریں۔بعد میں کاکا صاحبؒ بھی پیر سباکؒ کی صحبت (21) میں آیاجایا کرتے تھے۔ پیر سباکؒ کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں پوتوں کے ساتھ بھی کاکا صاحبؒ کے تعلقات خوشگوار اور خصوصی عقیدت کے حامل رہے۔ ''تاریخ مرصع'' میں لکھا ہے۔(591 صفحہ) کہ حضرت کاکا صاحبؒ نے ایک دن اپنی تمام کتابیں جن میں حدیث، فقہ اور اقوال مشائخ کی کتابیں شامل تھیں۔ علماء اور خدّام کی نذر کردیں اور مسجد کو ویران کر دیا۔اس کی لکڑیاں اور اینٹیں فقیروں میں تقسیم کردیں۔ شیخ شہاب الدین جو پیر سباکؒ کے فرزند اور راہ حق پر چلنے والے تھے۔نے حضرت شیخ کے پاس پیغام بھیجا کہ کتابیں لوگوں میں تقسیم کردیں۔اس کا آپ کو حق حاصل تھا کیونکہ آپکی ملکیت تھیں لیکن مشکل یہ ہے کہ مسجد جو کسی کی بھی ملکیت نہیں ہے آپ نے کس بناء پر اس کی اینٹیں اور لکڑیاں فقراء میں تقسیم کردیں شیخ کاکا صاحبؒ نے جواب میں کہا کہ میں ان چند کتابوں اور مسجد کے علاوہ کسی شے کے ساتھ وابستگی نہیں رکھتا اور جس چیز کے ساتھ بھی دلبستگی رکھتا ہوں اسے اپنے راستے کا دشمن خیال کرتا ہوں۔اسی وجہ سے کتابیں تقسیم کردیں۔ایسے ہی مسجد کے ساتھ میری دلی وابستگی تھی۔ میں اس میں نماز پڑھتا تھا۔ایسا نہ ہو کہ مسجد کے ساتھ میری یہ دلبستگی اس جگہ میری نماز کو بت پرستی بنادے۔ اسی وجہ سے مجھ سے یہ عمل سرزد ہوا۔ اس سلسلے میں مجھے معذور سمجھیں۔

لیکن یہ خوشگوار عقید تمند دانہ اور خصوصی تعلقات کاکا صاحبؒ کی وفات کے بعد قائم نہ رہے۔ کاکا خیل اس بات کو اپنی اہانت سمجھنے لگے کہ کاکا صاحبؒ اور ان کے اجداد نے پیر سباکؒ اور ان کے اجداد سے فیض حاصل کیا تھا۔ اسی طرح پیر سباکی اس پر بیجا فخر کرتے تھے یہاں تک کہ پیر زین الدین کے وقت تک حالات بدل گئے اور بعد میں برہان گل میاں صاحب کی اولاد میں پاپا میاں صاحب نے موضع ولئی پر قبضہ مخالفانہ کر لیا۔ اور شمس الدین مولانا نے جو کچھ لکھا بعد میں وہ اسی مخالفت کی بنا پر تھا۔

لیکن اس کے باوجود جب کاکاخیلوں اور اشرف خان خٹک کی اولاد میں جنگیں ہوئیں تو ایک دفعہ کاکاخیلوں نے بمعہ مال واسباب پیر زین الدین کی اولاد کے پاس موضع پیراں میں امان پائی۔ اس واقعے کا ذکر افضل خان نے تاریخ مرصع میں کیا ہے۔

اخون چالاک باباؒ:۔ ان کا ذکر اس سے پہلے بھی آ چکا ہے۔ پیر زین الدینؒ کے استاد تھے اور ابتدائی کتابیں انہوں نے ان ہی بزرگ سے پڑھیں۔ بقول قاضی عبدالحلیم اثر صاحب جب اخوند چالاکؒ جہاد کے لئے جا رہے تھے تو ان کی سرگردگی میں جانے والے لشکر میں سید محمد یوسف ابن سید محمد یونس اور سید علی گیلانی المعروف بہ سید زندہ پیر و علی مست و زندہ علی کے ساتھ سید فرید الدین بمعہ فرزندوں کے شامل تھے اور موضع طورو میں سید فرید الدین کی زمین کو مجاہدین کے کیمپ کے طور استعمال کیا گیا تھا۔ اس زمین کو عید گاہ کے طور پر جہاد گاہ کا نام دیا گیا جسے بعد میں جہادگے کے نام سے شہرت ملی (واللہ اعلم)

***حضرت یونس افلاکؒ:**۔ مشہور عالم بزرگ تھے۔ موضع طورو کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد ماجد کا نام سید سلیمان گیلانی قادری تھا۔ اخون یونسؒ اپنے ہی گاؤں کے مغرب کی طرف نالہ کلپانڑی کے پاس دفن ہیں۔ ان کی زیارت پر بہت لوگ جاتے ہیں۔ پیر زین الدینؒ نے موضع طورو میں اپنی آٹھ کنوئیں کی زمین ان کی نذر کی تھی جو

آج تک اخوند صاحب کی اولاد کے قبضے میں ہے۔ یہ قصتہ المشائخ کا بیان ہے۔اس کے برعکس قاضی اثر صاحب لکھتے ہیں:۔ ''پیر سباکؒ کے فرزند سید فرید الدین نور محمد نے ان ہی سید سلیمان گیلانی سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی تھی اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے ساتھ پیر سبا کی خاندان کا رابطہ سید فرید الدین کی وساطت سے آیا تھا۔ سید فرید الدین نور محمد متوفی 1095ھ/1649ء کی ایک لڑکی تھی جس کا اسم گرامی تھا سیدہ بیگم۔اور یہ سیدہ بیگم حضرت سید محمد یونس گیلانی ابن سید سلیمان گیلانی کی بیوی تھیں۔ سید محمد یونس گیلانی کی دوسری بیوی کا نام تھا سیدہ آلفیہ جو حضرت مولانا عبدالوہاب عرف اخوند پنجو بابا کی دختر نیک اختر تھیں۔ موضع طورو میں سید فرید الدین نور محمد کو شہنشاہ دہلی شاہجہان کے عہد حکومت میں جاگیر نہیں بلکہ مقامی لوگوں نے جو سیری دی تھی وہ تعدادی نورہٹوں کی زمین تھی۔ یہ اراضی نالہ بلڑ اور نالہ کلپانی کے مقام اتصال سے بجانب شمال سنگھم میں واقع تھی۔اب نالہ بلڑ نے اپنا راستہ بدل دیا ہے اور یہ اراضی اس نالہ کے جنوب میں واقع ہے۔ جب سید فرید الدین ابن پیر سباکؒ فوت ہو گئے اور سید زین الدین جانشین ہو گئے تو ترکہ پدری اور میراث کی تقسیم میں طورو کے نوعدد رہٹوں کی زمین والد کی میراث کے طور پر سید زین الدین کی ہمشیرہ سیدہ بیگم زوجہ سید محمد یونس گیلانی کو دی گئی۔ حضرت یونس افلاکؒ کی یہ زوجہ مطہرہ اخوند سباکؒ کی بیٹی تھی نہ کہ پیر سباکؒ کی۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت سید محمد یونس موضع طورو کے اور نالہ کلپانی کے مغرب میں واقع موضع خاوہ میں سکونت پذیر تھے اور میراث کی یہ زمین ان کے نزدیک پڑتی تھی۔

قاضی اثر صاحب کے اس بیان پر ہم ''قصتہ المشائخ'' کے بیان کو ترجیح دیتے ہیں جس کے مطابق حاجی سید عبد الشکور ابن پیر زین الدین پہلے بزرگ تھے جنہوں نے اس خاندان میں پہلی بار طریقہ قادریہ میں بیعت کی۔ اسی طرح وہ نورہٹوں کی زمین حضرت یونس گیلانی کو ان کے شاگرد پیر زین الدین نے نذرانہ میں دی تھی کیونکہ ان دو بزرگوں کے درمیان رشتہ ناممکن سی بات تھی کیونکہ پیر سبا کی سادات آج تک اپنی بیٹیاں غیر خاندانوں میں نہیں بیاہتے۔ اسی لحاظ سے ''سیدہ بیگم'' کا وجود بھی مشکوک ہے کیونکہ اثر صاحب اس سے پہلے اپنی مشہور تالیف ''روحانی روابط'' میں لکھتے ہیں:۔

''سید محمد یونس گیلانی کی تیسری بیوی حضرت مولانا شیخ المشائخ محمد عمر المعروف پیر سباک علیہ الرحمۃ کی بیٹی تھیں جن کا نام ''بیگم'' تھا۔ ضلع مردان تحصیل صوابی کے موضع پر مولی کے پیران اسی بی بی کی اولاد سے ہیں۔''

حضرت نور محمد المعروف بہ اخوند یونسؒ :۔ ''ہمارے خاندان کے مورث اعلیٰ تھے۔ ان کا سن پیدائش اندازاً 979ھ اور سالِ وفات 1059ھ ہے۔ حضرت اخوند پنجو باباؒ اور حضرت آدم بنوریؒ سے فیض حاصل کیا۔ یوسف زئی اور منڈرا قوم کے پیشوا تھے۔ حضرت نور محمد (اخوند یونس) گیلانیؒ کی تین بیویاں تھیں۔(1)۔ حضرت آلینہ جو حضرت اخوند پنجو سید عبدالوہابؒ کی بیٹی تھیں۔ ہمارا خاندان اس بی بی کی اولاد ہے۔(2)۔ زوجہ دوم۔ جہان آراء ان کی اولاد بھی موضع طورو میں آباد ہے۔(3)۔ زوجہ سوم کا نام 'بیگم' تھا۔ جو اخوند پیر سباکؒ کی بیٹی تھیں۔ بقول اثر افغانیؒ پر مولی پیران انکی اولاد ہیں۔ آپ نے پیر زین الدینؒ کی جس ہشت راہٹی زمین کی بات لکھی ہے اس کا ہمارے گھرانے کے بزرگوں کو پتہ نہیں۔ اگلے وقتوں کے بزرگوں کو 'سیری' دیجاتی تھیں۔ بنڑ باباؒ جن کا اصلی نام محمد گل تھا۔ نوشہرہ کے شلا باباؒ کی اولاد میں سے تھے۔ طورو میاں صاحب حضرت محمد حسنؒ کی دعوت پر آئے۔ اور وہاں آباد ہوئے۔ میاں صاحب اور ان کے بیٹے بنڑ باباؒ سے پڑھتے تھے۔ بقول طورو کے مشہور شاعر اور ماہر علم الانساب تاج ملوک خان دلسوز مرحوم بنڑ باباؒ ایک عاجز طبع انسان تھے۔ مخلوق خدا سے دور گوشہ تنہائی میں ذکر و عبادت میں مصروف رہتے تھے'' یہ دونوں بزرگ بنڑ باباؒ اور میاں صاحب علیہ رحمۃ 1800ء اور 1850ء کے درمیان بقید حیات تھے اور حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے ہم عصر تھے''۔(بحوالہ خط۔ م۔ر۔ شفق طوروی مورخہ یکم جولائی 1981) قوی گمان یہی ہے کہ حضرت یونس افلاکؒ کی یہ زوجہ محترمہ اخوند سباکؒ کی بیٹی تھی نہ کہ پیر سباکؒ کی۔ یاد رہے کہ اخوند سباکؒ اور یونس افلاکؒ دونوں اخوند پنجوؒ سے فیض یافتہ اور باہم پیر بھائی تھے۔

سید السادات شیخ آدم بنوری مشوانیؒ:۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے خلیفہ نامدار اور اپنے وقت کے مشہور بزرگ تھے۔ آپ مشرقی پنجاب میں جالندھر کے قریب پٹیالہ ریاست کے بنور نامی گاؤں کے

رہنے والے تھے۔ ان کے والد اسمٰعیل خان جہان لودھی کے مشیر خاص تھے۔ شیخ آدم بنوری نے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی الکابلی سے تکمیل اور ارشاد کی اجازت حاصل کی۔ لاکھوں ہندوستانی افغان ان کے مرید ہوئے تو شاہجہان بادشاہ کو خطرہ لاحق ہوا اور ان کو ہندوستان سے جلا وطن کیا۔ 1053ھ بروز جمعہ مدینہ منور میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں "نکات الاسرار ۔ نظم ا لنکاک، خلاصتہ المعارف اور تفسیر سورۃ الفاتحہ" کے نام مشہور ہیں۔ محترم قاضی اثر صاحب لکھتے ہیں: "پیر سباکؒ کے بڑے بیٹے فرید الدین(13) نور محمد نے سلسلہ نقشبندیہ میں سید السادات خواجہ بزرگ سید آدم بنوریؒ سے بیعت کی تھی اور ان کے خلفاء میں سے تھے۔"

شیخ سعدی لاہوریؒ:۔ آپ حضرت شیخ آدم بنوریؒ کے خلیفہ تھے۔ 1108ھ میں فوت ہوئے۔ "مناقب زین الدین" میں لکھا ہے کہ پیر سباکؒ کے پوتے پیر زین الدین سلطان العارفین قطب الواصلین حضرت شیخ سعدی لاہوری قدس اللہ سرہٗ کے ہم صحبت اور مریدوں میں تھے اور کتاب "بضعتہ الاربعین" انہی کے اشارے اور دعوت پر تصنیف کی۔ (اسی طرح پیر عمرؒ کی اولاد میں پیر ضیاء الدین المعروف بینا بابا پر حاجی بہادر صاحب کوہاٹی کی ہمشیرہ بیاہی ہوئی تھی۔ (شوکت محمود)

حاجی بہادر صاحبؒ کوہاٹی:۔ مشہور معروف ولی تھے۔ کوہاٹ میں دفن ہیں۔ 16 ماہ رجب، 989ھ بروز دوشنبہ قبل از نماز مغرب آگرہ میں پیدا ہوئے اور 6، ماہ رجب 1099ھ بروز جمعہ بوقت صبح صادق آپ نے کوہاٹ میں وفات پائی۔ شیخ عبد الرحیم المعروف میانجیؒ صاحب جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ نے کچھ عرصہ تک حاجی بہادر صاحبؒ کوہاٹی سے فیض حاصل کیا۔

(حضرت حاجی بہادر قدس سرہٗ کی ہمشیرہ کے بارے میں یہ انکشاف حال ہی میں ہوا کہ قوم پیر خیل کے اجداد میں سے ایک بزرگ صدر الدین کے ساتھ انکی شادی ہوئی تھی۔ اس بارے میں مزید تفصیل باوجود تلاشی اور تقاضوں

کے نہ مل سکی۔ اس بارہ میں ہفت روزہ عقاب جلد نمبر ے شمارہ نمبر 5 مورخہ جون 1998ء میں شائع مضمون کے مطابق حضرت بہادر قدس سرہٗ کی ایک دختر کی شادی پیر ضیاء الدین معروف بہ تور سپین سے ہوئی تھی اور ان سے ''ایک اولاد'' بھی ہوئی تھی۔ فاضل مضمون نگار نے بطور خاص اور وثوق سے 476 سال قبل کا حوالہ دیا۔ جس کے مطابق مذکورہ شادی 947 ہجری میں ہوئی۔ اور حضرت حاجی بہادر قدس سرہٗ کی ولادت 984 ہجری یا دیگر روایات کے مطابق 989 ہجری ہے۔ (بحوالہ 'اسرار الحقائق' مصنف سید منصور علی شاہ ایڈوکیٹ اشاعت اول 1999ء، صفحات 69-49)۔

سر الاعظم شیخ محمد یحیٰ اٹکیؒ:۔ مشہور معروف ولی تھے۔ اٹک خورد میں ان کا مزار مبارک آج تک مرجع خلائق ہے۔ ہر سال اس پر عرس ہوتا ہے جن میں ہزاروں زائرین شریک ہوتے ہیں۔ 1033ھ میں پیدا ہوئے اور 1131ھ میں فوت ہوئے۔ آپ شیخ سعدی لاہوری کے خلیفہ اکبر تھے۔ ان کا طریقہ نقشبندیہ تھا۔ پیر زین الدینؒ ان کے ہم پیر و ہم استاد تھے۔ پیر زین الدینؒ کی وفات پر ان کے گھر موضع بیت الغریب تعزیت اور فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لائے۔ کتاب ''قصتہ المشائخ'' میں لکھا ہے کہ ان (پیر زین الدینؒ) کی وفات کے بعد حضرت جیور حمتہ اللہ علیہ ان کے لنگر اور روضہ مبارکہ کے مختار تھے۔ پیر زین الدینؒ کے دس بیٹے ان کے مرید تھے اور حضرت سر الاعظمؒ اس پر بڑا فخر کیا کرتے تھے کہ دس پیر زادے ان کے مریدوں میں سے ہیں اور اونچے مراتب اور جناب والے ہیں۔

پیر زین الدین کے پوتے سید میر محمد شاکر جو ایک خُشنوا شاعر اور ادیب تھے وہ حضرت سر الاعظم شیخ محمد یحیٰ المعروف حضرت جی صاحب اٹکؒ کو اپنا جد امجد بتلاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر زین الدین کے بیٹے حاجی سید عبد الشکورؒ پر حضرت سر الاعظمؒ کی بیٹی بیاہی ہوئی تھی (یہ محترم اثر صاحب کا بیان ہے) قصتہ المشائخ میں بھی یہ درج ہے کہ ''فاتحہ خوانی کے بعد حضرت سر الاعظم پیر زین الدینؒ کے گھر گئے۔ واضح ہو کہ انہوں نے اپنے درمیان اخلاص کا خصوصی اور بلند رابطہ قائم کیا تھا۔''

قاضی اثر صاحب میاں محمد عمر چمکنیؒ کی تالیف ''خزینتہ الاسرار'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔ ''سید حاجی عبدالشکور اور حضرت جی صاحب اٹک دونوں پیر بھائی اور حضرت پدر بزرگوار شیخ سعدی بخاری کے مرید تھے۔'' لیکن حضرت سرالاعظم کا سلسلہ نقشبندیہ جواب تک جاری ہے اس میں سید عبدالشکور(14) کو حضرت سرالاعظم کا خلیفہ بیان کیا گیا ہے۔''مناقب زین الدین'' سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔

میاں محمد عمر صاحب چمکنیؒ:۔آپ غوث الافغان کے لقب سے مشہور ہیں موضع چمکنی ضلع پشاور میں ان کا مزار معروف ہے۔ پیر سباکی بزرگوں سے انتہائی خوشگوار تعلقات رکھتے تھے اور انکی بڑی اکرام و تعظیم کیا کرتے تھے 1143ھ میں حضرت مولانا غوث الافغان میاں محمد عمر چمکنی نے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب ''اثبات خلافتِ راشدہ' فضائل خلفاءاربعہ، فضائل صحابہ، مناقب اہل بیت ومسلک اہل السنت والجماعتہ فی الصحابہ'' کے نام سے جو950ھ/1643ء میں مسجد الحرام میں لکھی گئی تھی اس کی اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی نقل حضرت غوث الافغان نے سید حاجی عبدالشکور کی خدمت میں پیش کی تھی۔

حضرت میاں عمر1085ھ میں دریائے راوی کے کنارے واقع پنجاب کے قصبہ فرید پور میں محمد ابراہیم کے گھر پیدا ہوئے۔ علاقہ باجوڑ کے قبیلہ موسیٰ خیل ترکلانی سے تعلق رکھتے تھے۔اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد اپنے نانا ملک محمد سعید کے ساتھ موضع چمکنی میں آکر مقیم ہوئے۔ 1190ھ میں موضع چمکنی پشاور وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ بڑے عالم، مدبر، مورخ اور مصنف تھے۔ احمد شاہ ابدالی ان کے معتقد تھے اور ان ہی کے مشورے پر ہندوستان حملہ آور ہوئے۔ حافظ رحمت خان اور نجیب الدولہ کے ساتھ بھی خصوصی روابط تھے۔ان کی تالیفات میں شمائل النبی۔ خلاصہ کیدانی افغانی اور المعالی شرح آمالی مشہور ہیں۔

شیخ جنید پشاوریؒ:۔ 1069ھ تا1162ھ یا1166ھ۔ان کا مزار مبارک پشاور شہر میں ہے۔ سن وفات 1166ھ ہے۔ شیخ جنیدؒ نے شاہ معصومؒ پیر سباکی ابن سید حاجی عبدالشکور سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی تھی

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں یہ دونوں بزرگ پیر بھائی تھے اور حضرت سر الاعظم یحیٰ اٹکیؒ کے مشاہیر خلفاء میں سے تھے۔

عبدالحلیم اثر افغانی صاحب ماہنامہ قند کے جنوری-فروری 1973ء کے شمارے میں لکھتے ہیں:۔"دوسری بات یہ ہے کہ حضرت حافظ اخوند شیخ جنید سلسلہ عالیہ قادریہ اور انقشبندیہ میں دو بزرگوں کے مرید تھے:(1) سید شاہ معصوم پیر سبا کی جن کا مزار پشاور شہر میں واقع ہے۔انکا سلسلہ قادریہ حضرت میراں محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی تک پہنچتا ہے(2)حضرت شیخ احمد ملتانی سے بیعت تھے جن کا سلسلہ بھی حضرت غوث الاعظم تک پہنچتا ہے۔

بایزید انصاری المعروف پیر روشان۔: پشتون قوم کی سیاسی نشاط ثانیہ کی تین تحریکیں مختلف ادوار میں اٹھیں اور اس قوم کی خاصی اکثریت کو متاثر کر گئیں۔ان میں سب سے پہلی تحریک جنوبی وزیرستان کے مقام کانیگرام سے شروع ہوئی اور روشنائی تحریک کے نام سے تاریخ کے صفحات پر اپنا نام ثبت کر گئی۔ مغلیہ سلطنت کی بنیادیں ہلادینے والی اس تحریک کا بانی مبانی بایزید انصاری تھا۔ جس کو اس کے متعقدین پیر روشان کے نام سے پکارتے رہے لیکن مغل دربار کے نورتن ابوالفضل نے اسے پیر تاریک کا نام دیا۔ پیر باباؒاور انکے خلیفہ اخوند درویزہ نے اس تحریک کی شدت سے مخالفت کی۔ دوسری تحریک عین اس وقت اٹھی جب روشنائی تحریک تقریباً دم توڑ چکی تھی۔ بایزید کی اولاد کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں منصب دار اور جاگیر دار بنادیا گیا تھا۔اور تحریک کی بنیادی کتابیں ناپید ہو چکی تھیں۔ اس دوسری تحریک کے روح رواں ایمل خان۔دریا خان اور خوشحال خان تھے۔ پشتونوں کی سیاسی بیداری کی تیسری بڑی تحریک انگریزی دور کے آخری سالوں میں حاجی صاحب ترنگزئیؒ اور خان عبدالغفار خان المعروف باچا خان نے چلائی۔ان تینوں تحریکوں میں اول الذکر اور آخر الذکر تحریکیں مذہبی اور سیاسی دونوں رنگ لئے ہوئیں تھیں۔

پیر روشان:۔ خداداد صلاحیت۔ انقلابی ذہن اور بلند خیال کا حامل یہ شخص 931ھ کو جالندھر (ہندوستان) میں پیدا ہوا۔ والد کا نام شیخ عبداللہ تھا جو کانیگرم کے ایک اعلیٰ گھرانے کا فرد تھا۔ بایزید کا جدت پسند دماغ ارد گرد میں مروج روایتی مذہبی علوم۔ صوفیانہ خیالات اور رسومات کا متحمل نہ ہو سکا۔ باپ نے اسے بہا الدین زکریاؒ کے گھرانے میں بیعت ہونے کو کہا۔ جو ہندوستان میں طریقہ سہروردیہ کی سب سے بڑی خانقاہ تھی۔ اور جہاں سے بایزید کے اباء واجداد بھی بیعت تھے۔ بایزید نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور جب اسے کوئی اور پیرِ کامل نہ مل سکا۔ توذاتی مجاہدوں اور سخت ریاضتوں کے بعد ایک نیا صوفیانہ مسلک ایجاد کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کتاب خیر البیان اس کے مسلک کے رموز واسرار کی ترجمان تھی جو بقول اس کے اس پر الہام ہوئی تھی۔ اس کتاب میں ارکانِ خمسہ کے ظاہری مفہوم کے ساتھ ساتھ ان کے باطنی مطالب پر زیادہ زور دیا گیا تھا۔ اس کا مسلک وحدۃالوجودی صوفیاء سے ملتا تھا۔ اس نے گداگری کو خلافِ شرع قرار دیکر حرام بتایا۔ ایک بیت المال قائم کیا۔ جس میں مالِ غنیمت کا خمس داخل ہوتا تھا۔ اس کی یہ تحریک جو پہلے پہل خالص مذہبی نوعیت کی حامل تھی رفتہ رفتہ سیاسی رنگ اختیار کرتی گئی۔ وہ اپنے وطن کانیگرم سے دوڑ قوم کے پاس اپنا پیغام لے کر گیا۔ وہاں سے اور کزئیوں اور آفریدیوں کو متاثر کرتا ہوا وہ مہمند قبائل کے علاقے میں داخل ہوا۔ غوریہ خیل اور اشتنغر کے محمد زئی اس کے کٹر مرید بنے۔ یہیں سے اس نے مغل اقتدار کو للکارا۔ یوسف زئی قوم کی اکثریت بھی اسکے ساتھ ہو گئی۔ کابل کی حکومت نے محسن خان غازی کو اسے گرفتار کرنے کے لیے بھیجا۔ بایزید پکڑا گیا اور کابل کے فرمانروا مرزا حکیم کے دربار میں پیش ہوا۔ علماء نے اس کے ساتھ مباحثہ کیا۔ لیکن قاضی الوقت اس کے مسلک میں کوئی خلافِ شرع بات نہ پاسکا۔ اور اس طرح بایزید کو رہا کر دیا گیا۔ یہاں سے وہ علاقہ تیراہ کے دشوار گزار علاقے میں پہنچا۔ آفریدیوں اور بنگشوں کی مدد سے مغلیہ سلطنت کا سخت دشمن بن بیٹھا۔ ایک لشکرِ جرار لے کر وہ اشت نغر پہنچا۔ مغل فوجوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یہاں ہی وہ بیمار ہوا اور 986 - 87ھ کے لگ بھگ فوت ہوا۔ اس کے جائے

مدفن کے بارے میں اختلاف ہے۔ بہر حال عیدک (شمالی وزیرستان)۔بٹہ پور کی پہاڑوں۔ کانیگرم کے عید کی مقبرے یا کوٹلہ محسن خان (پشاور) میں سے کسی جگہہ وہ دفن ہے۔

آزادی کی جو مشعل بایزید نے روشن کی تھی۔اس کے بیٹوں اور پوتوں نے اسے بجھنے نہ دیا۔اس کا سب سے چھوٹا بیٹا جلال الدین 1010ھ میں بمقام غزنی ھزارہ قبیلے کے ہاتھوں مارا گیا۔ جلال الدین کی وفات کے بعد احداد تخت نشین ہوا۔ وہ تیراہ سے ' اتر کر علاقہ خٹک اور لواغر کے آس پاس مقیم ہوا۔ لیکن چھ مہینے کے محاصرے کے بعد مغلوں کے ہاتھوں 1035ھ میں مارا گیا۔ یہ تحریک اس وقت اختتام کو پہنچی جب اس کے سرغنہ عبدالقادر خان نے مغلوں کے ساتھ صلح کرلی۔ بعد میں وہ بمقام پشاور 1044ھ میں فوت ہوا۔ جلال الدین کی اولاد اور رشتہ دار مغلوں کی منصب دار اور جاگیر دار بنی۔ روشنائی تحریک پشتونوں کے تقریباً تمام قبائل میں اپنا اثر رسوخ قائم کر چکی تھی۔

دوڑ ۔اُورکزئی۔افریدی۔ تیراہی۔ بنگش۔ خلیل۔ مہمند۔یوسف زئی اور قندھاری روشنائی تحریک کے ممد اور معاون تھے۔ صرف ارباب۔تری خٹک اوراُ ورکزئیوں کے ملک تور کا قبیلہ مغلوں کا حمایتی تھا۔ بایزید کی تصانیف درج ذیل ہیں: 1) خیرالبیان ۔2) صراط التوحید۔ 3) مقصودالمومینین ۔4) فخر الطالبین۔5) حالنامہ۔6)مکتوبات۔7) واجیددے اشلوک۔

بایزید انصاری کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔1) شیخ عمر۔2) خیر الدین۔3) نور الدین۔4) کمال الدین۔5) جلال الدین۔ 6) کمال خاتون۔

بایزید کے چند مشہور خلفاء یہ تھے: 1) مودود۔ 2) ارزانی۔3) واصل۔4) دولت 4)ملا عمر خویشگی۔6) محمد۔7) بایزید دوڑ۔8)درویش داد۔9) یوسف۔10) ایوب۔11) ملاز کریا۔

کتب حوالہ جات۔ مقدمہ خیر البیان از جناب عبد القدوس ہاشمی۔ برکی بیان از احمد حسن لسوندی۔ زبانی روایات از احمد علی خان (پشاور) جو پیر روشان کی اولاد سے ہیں۔

روشنائی تحریک اور پیر سباکی بزرگ: پیر سباکی بزرگوں نے روشنائی تحریک کی کھل کر مخالفت کی۔ اسے بدعت اور پشتون اقوام کے مابین نفاق و فساد کا سبب قرار دیا۔ خوشحال خان نے سوات نامے میں لکھا ہے۔ کہ جس زمانے میں پیر روشان نے فساد کی بنیاد رکھی اور کئی افغان قبائل بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ تو اس وقت خٹک قوم انہی بزرگوں کی تبلیغ وہدایت کی وجہ سے بِدعت وفساد سے منزہ رہی۔ روشنائیوں کے ساتھ معرکوں میں شاہ منصورؒ اور انکے متعقدین خاص طور پر حصہ لیتے رہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ خٹک قوم اس تحریک سے بہت کم متاثر ہوئی۔ لیکن تاریخ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ بعد میں کچھ تو کم علمی کی وجہ سے لیکن اس سے زیادہ معاصرانہ رقابت کے تحت اس خاندان کو بھی روشنائیوں کا ممد و معاون کہا گیا۔ اگر اس الزام میں رتی بھر بھی حقیقت ہوتی تو اخوند درویزہؒ اپنی کتاب "تذکرہ" میں ضرور اس کا ذکر کرتے۔ اخوند صاحب کی دونوں تحریریں اس سے پہلے آپ کی نظر سے گذر چکی ہیں۔ اور جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ اخوند درویزہ نے سماع اور یزید پر لعنت اور عدم لعنت کے جواز کے بارے میں انتہا پسندانہ اور متشددانہ رویہ اختیار کیا اور یہی دو مسائل پیر سباکی بزرگوں اور اخوند درویزہ کے مکتبِ فکر کے علماء کے درمیان باعثِ نزاع رہے۔ اخوند صاحب کے ان الزامات میں بعد میں کئی خود ساختہ اضافے کیے گئے۔ اس مخالفت کی وجہ روشنائیوں کے ساتھ ہمدردی کو قرار دیا گیا اور اس طرح اس خاندان پر روشنائیت کا فتویٰ لگایا گیا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر اِن سنی سنائی افواہوں کو بنیاد بنا کر منصور خیلوں کو پیر روشان کی اولاد تک کہا گیا۔

بعد میں خوشحال خان خٹک نے بھی اپنے اس خاندانی آستانے کے نظریات کی پیروی کرتے ہوئے اخوند درویزہ اور پیر روشان دونوں کی مخالفت میں تحریریں رقم کیں۔ حقیقت یہ ہے کہ افراط و تفریط کے درمیان راہِ حق (خوشحال

خان کے اپنے الفاظ میں ''مر ددے لارے'' پر چلنے والے یہی بزرگ تھے جو بہر حال اس دور میں اہلِ سنت کے چار سلاسلِ طریقت کے ساتھ منسلک رہے۔ان کا مطمع نظر ہر دور میں صرف تبلیغِ حق اور تزکیہ نفس کا مبارک کام رہا۔

خوشحال خان اور روشنائی تحریک: روشنائی تحریک کے بارے میں خوشحال خان کے نظریات کا اندازہ ان کی تصنیف 'سوات نامہ' سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔اس کتاب میں روشن خان کے ورود اور اس وقت کے پشتونوں کے مختلف قبائل کے روحانی آستانوں کا یوں ذکر کیا ہے۔

(ترجمہ) ''جس وقت پیر روشان نے فساد کی بنیاد رکھی۔ تو پشتونوں نے اس کارِ فساد میں اس کا زبردست ساتھ دیا۔ پشتون اس دور میں پیر پرست تھے۔ کوئی شاہ عیسیٰ کا مرید تھا اور کوئی سرمست کا۔ پیر روشان کے حصے میں اورکزئی اور آفریدی آئے۔اور انہوں نے رھزنی اور سرکشی کا راستہ اپنایا۔ قاسم کے حصے میں سارے غوریہ خیل تھے۔ پیر ڈنگر کے مطیع و فرمانبردار بنوں کے شیتک تھے۔ خٹک تمام تر ابوبکر اور پیر منصور کے مرید تھے۔اور بدعت اور فساد سے بچے ہوئے تھے۔ مذہب کے لحاظ سے سارے خٹک سنی المذہب تھے۔ لیکن جہالت کی وجہ سے اپنا پیر اِن کے لیے مثلِ رب ہے۔ اگر اس وجہ سے وہ کافر ہوں تو ہونگے ورنہ عقیدتاً وہ سارے سنی المذہب ہیں۔ یوسف زئی سارے عیسائی تھے۔ ملنگوں (درویشوں) کے ساتھ رسوائی کے کام میں شریک تھے۔ قاسمی شاہ عیسیٰ کے ساتھ بر سرِ پیکار تھے۔ روشنائیوں اور پیر منصور کے مریدوں کا بھی یہی حال تھا''۔

خوشحال خان کے ان اشعار سے ہم درج ذیل چند معلومات اور نتائج اخذ کر سکتے ہیں:

1) خوشحال خان پیر روشان کو ایک پیر یا مذہبی رہنما سمجھتے ہیں نہ کہ ایک سیاسی رہبر اور نہ ہی اس کی مغل دشمنی کا ذکر کرتے ہیں۔ جو بھی شر و فساد تھا وہ پشتونوں کے مختلف قبائل کے درمیان تھا۔

2) وہ روشنائی تحریک کو ایک منظم تحریک نہیں ایک دنگا و فساد سمجھتے ہیں۔اس کی مزید وضاحت پیر روشان کے پیروکاروں (جو اورکزئی اور آفریدی تھے) کے مشاغل اور معمولات سے ہوتی ہے۔جو خوشحال خان کے خیال میں رھزن اور سرکش تھے۔

3) پیر روشان کے ظہور کے وقت سارے کے سارے خٹک ابابکر اور منصور کے مرید اور پیروکار تھے اور ان ہی کے فیض اور تبلیغ کی وجہ سے ساری قوم خٹک بدعت اور فساد سے پاک اور منزہ تھی۔

4) اب یہاں بدعت اور فساد سے کیا مطلب ہے۔ابابکر (ابو بکر) اور منصور کون تھے۔اور ان کا سلسلہ طریقت کونسا تھا؟ بدعت اور فساد دونوں عربی الفاظ ہیں۔بدعت کے معنٰی ہیں۔مذہب میں خرابی ڈالنا۔رخنہ۔ایجاد۔اسی طرح فساد کا مطلب ہے۔جھگڑا۔بھکیڑہ۔دنگا۔بگاڑ۔خرابی۔شر۔افسوس کی بات یہ ہے کہ پشتونخواہ میں اکثر تحریکیں منظم۔مقصدی اور تعمیری نہ تھیں۔یہ زیادہ تر معتبری۔سرداری۔ایک دوسرے کو نیچا دکھانے۔قبائلی تربورگنی اور لوٹ مار کی جنگیں تھیں۔ایمل خان کا فتور ہو یا ملا چالاک کی شورش۔روشنائی فساد بھی ابتداء میں مذہبی جنونی دہشت گردی سے شروع ہوا۔جب انہوں نے ایک ' پرآمن تجارتی قافلے کو لوٹا اور مغلوں کے گورنر نے ان کے خلاف انتظامی اور انضباتی کاروائی کے طور پر قدم 'اٹھایا۔خوشحال خان نے اس وقت کے مورخین کی طرح ان شورشوں کو فتور یا فساد کا نام دیا۔جسکا رھزنی اور سرکشی کے سوا کوئی اور مطلب اور مقصد نہ تھا۔یہاں بدعت اور فساد کا واضح مطلب روشنائی تحریک ہے۔جس کے اثرات اس وقت خٹک قبیلے کے پیر خانے (پیر ابو بکر اور منصور وغیرہ) کی کوششوں۔مقابلوں اور تبلیغ کی وجہ سے بہت ہی کم تھے۔(لواغر۔کرک کے آس پاس روشنائیوں کے چند ٹھکانوں کا ذکر ڈاکٹر عبدالستار خان لواغری نے اپنے ایک مضمون مطبوعہ چچلی رسالے میں کیا ہے)۔ شیخ ابابکرؒ (ابو بکر) خوستی ابن شاہ اسماعیلؒ ابن میر علیؒ پیر روشان کے ورود کے وقت خٹک پشتونوں کے پیر تھے۔اس کی تصدیق اخوند درویزہؒ کے 'تذکرہ' اور خوشحال خان کے 'سوات نامہ' دونوں سے ہوتی ہے۔ان کے

چھ بیٹے تھے۔ پیر عمرؒ۔ پیر سباکؒ۔ پیر چالاکؒ۔ پیر منصورؒ۔ان کے باقی دو بیٹوں کا ذکر ابھی تک کہیں بھی نہیں ملتا۔ البتہ یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ شیخ عبدالرحیمؒ شوکی المعروف میاں جی صاحب بھی ان کے بیٹے یا پوتے تھے۔ان میں سے شاہ منصورؒ کے بارے میں خوشحال خان کی کتاب 'سوات نامہ' سے پتہ چلتا ہے کہ وہ روشنائی فساد کے مخالف اور ان سے بر سرِ جنگ تھے۔

قاسمی شاہ عیسیٰ سرہ پہ جنگ وو۔ روشنائی پیر منصوری سرہ پہ دار نگ وو

اسی طرح محمود شاہ المعروف پیر سباکؒ کو مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر نے اپنے گورنر خان دوران (یہ گورنر بعد میں خود روشنائی تحریک میں شامل ہو گیا تھا) کی سفارش پر نوشہرہ کے نزدیک ایک جاگیر عطا کی۔جو پہلے دلازاکوں کی ملکیت تھی۔اور شہر صفا کے نام سے معروف تھا۔ بعد میں انکے نام سے پیر سباک یاد کیا جاتا ہے۔ شیخ ابا بکرؒ۔ شیخ نسکؒ خٹک کرلانی۔ انکے بھائی شیخ حسنؒ اور بہادر خان باباؒ کے پیر تھے۔یاد رہے کہ تقریباً اسی زمانے میں دو اور بزرگ بھی ابا بکر کے نام سے گزرے ہیں۔ایک ابو بکر قندہاری متی زئی خلیل ہیں جو شیخ کٹہ کے پوتوں میں سے ہیں۔خوشحال خان نے تاریخ مرصع میں سڑابن پشتونوں کے آستانہ داروں میں سے ان کا ذکر کیا ہے۔اور دوسرے ابو بکر 'حالنامے' کے مصنف علی محمد کے باپ تھے۔اور روشنائی تھے۔ شیخ ابو بکر طریقہء عالیہ سہروردیہ میں اپنے والد ماجد شاہ اسماعیلؒ سے بیعت۔ خلیفہ اور ماذون تھے۔'اس وقت ملتان کے شیخ الاسلام بہاالدین ذکریاؒ کے سہروردیہ سلسلہ کی بڑی دھوم تھی۔ شاہ اسماعیلؒ نے بھی اسی خانوادے سے خلافت حاصل کی اور ان کی اولاد نے بھی اسی سلسلے کو جاری رکھا۔ پیر روشان کو بھی اپنے والد ماجد نے یہ حکم دیا کہ ملتان جاکر اپنے خاندانی آستانے شیخ بہاءالدین ذکریاؒ کے خانوادے سے بیعت کرلے۔ لیکن پیر روشان نے اپنے والد کے اس نیک مشورے کو نہ مانا۔ کیونکہ پیر روشان کا جدت پسند اور انقلابی ذہن ارد گرد مرّوج روایتی مذہبی علوم۔ صوفیانہ مسلکوں۔ رسومات اور اس وقت کے مشائخ اور گدی نشینوں سے متاثر نہ تھا۔اور جب اسے اپنے ذہنی استعداد اور قلبی تسکین کے مطابق

پیرِ کامل ہاتھ نہ آیا۔ تو خود ہی سخت مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد ایک صوفیانہ مسلک اور راستہ ایجاد کرنے میں کامیاب ہوا۔ جسے اس نے روشنائی مسلک کا نام دیا۔ اس کو ایک الہامی طریقہ کہا اور خود پیر کامل بن بیٹھا۔ کتاب "خیر البیان" اس کے مسلک کے اسرار و رموز کی ترجمان تھی۔ ''دبستانِ مذہب'' کا مصنف اسے ایک علیحدہ مذہب سمجھ بیٹھا۔ خوشحال خان نے اپنے خاندانی پیر خانے کی مطابقت میں اس طریقے کو بدعت کہا جو تصوف کے مروجہ طریقوں مثلاً سہروردیہ۔ چشتیہ۔ قادریہ اور نقشبندیہ وغیرہ میں ایک نئ ایجاد۔ رخنہ اور خرابی تھی۔

یہاں یہ یاد رہے کہ یہ خٹکوں کا پیر خانہ اخوند درویزہؒ کو بھی پسند نہ تھا جو سماع اور وجد تواجد کا قائل تھا۔ اور یہاں اخوند درویزہؒ حضور ﷺ کے دف سننے کے واقعہ کو کفر کی افتراء سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ واقعہ بخاری شریف اور مشکٰوۃ شریف دونوں میں بیان ہوا ہے۔

It was narrated from ‘Aa’ishah that Abu Bakr (may Allaah be pleased with him) entered upon her and there were two girls with her during the days of Mina beating the daff, and the Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him) was covering himself with his garment. Abu Bakr rebuked them, and the Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him) uncovered his face and said, “Leave them alone, O Abu Bakr, for these are the days of Eid.” That was during the days of Mina.

Narrated by al-Bukhaari, 944; Muslim, 892

خوشحال خان اپنے پیر خانے کے سماع کا دفاع اور اخوند درویزہؒ کے الزامات کا جواب اپنے اشعار میں یوں دیتے ہیں۔

(ترجمہ) کہتے ہیں کہ بانسری بجانا عذاب ہے۔
جیسے غیبت کرنا تو ثواب کا کام ہو۔
غیبت کو توزنا سے بدتر عمل کہا گیا ہے۔
لیکن بانسری بجانا کس کتاب کی' رو سے ممنوع ہے۔

مطلب یہ کہ یہ آستانہ پیر روشان اور اخوند درویزہؒ کے مکتبِ فکر سے جدا' الگ اپنے رنگ کا مذہبی صوفیانہ مکتب تھا۔اور خوشحال خان خاندانی لحاظ سے اس مکتب سے وابستہ تھا۔ بعد میں شیخ رحمکار کاکا صاحبؒ کا دور آتا ہے۔خوشحال خان کا گھرانہ اپنے والد شہباز خان کے وقت سے اس مبارک خانوادے کا کٹر معتقد تھا لیکن ان سے بیعت نہ تھے۔ کیونکہ کاکا صاحبؒ اویسی بزرگ تھے لیکن ساتھ ہی سہروردیہ نسبت بھی رکھتے تھے۔اویسی طریقہ بیعت کے ذریعے ایک سے دوسرے کو منتقل نہیں ہوتا۔ بعد میں اس خاندان کا سلسلہء بیعت اور طریقت شیخ سعدی لاہوریؒ کے ذریعہ سے نقشبندیہ طریقت سے جوڑا گیا۔اور خلیفہ عبدالقادر خٹک اور بی بی حلیمہ بنت خوشحال خان نے ان سے نقشبندیہ طریقت میں خلافت پائی۔لیکن شیخ ابا بکرؒ کے خاندان کے ساتھ بھی روحانی تعلق قائم تھا۔

'تاریخِ مرصع' میں افضل خان ان ہی ابو بکرؒ کے ایک پڑپوتے پیر زین الدینؒ کے بیٹوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''خصوصاً اس پیر کے بیٹے ہمارے گھرانے کے پیر ہیں۔'' پیر زین الدینؒ کے ایک بیعت کا سلسلہ بھی سید السادات شیخ آدم بنوریؒ کے واسطے سے شیخ مجدد الف ثانیؒ سے جا کر ملتا ہے۔خوشحال خان نے اس خاندان کے ایک دوسرے بزرگ شیخ شہاب الدینؒ پسرِ پیر سباکؒ کو'' مردؤلارے'' یعنی مردِ حق یا صراطِ مستقیم پر چلنے والا لکھا ہے۔ان ہی پیر سباکؒ کی چند کرامات کا ذکر تاریخِ مرصع میں مذکور ہے۔

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ خوشحال خان نے روشنائی تحریک کو فساد کہا ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ روشنائی تحریک پشتون قوم کو ایک مرکز پر اکٹھا کرنے میں ناکام ہوئی۔ اور پشتونوں میں سیاسی نفاق اور فساد کا سبب بھی روشنائی تحریک کے مذہبی خیالات تھے۔ (حقیقت یہ ہے کہ روشنائی تحریک اسلامی دنیا کا وہ واحد' اولین اور آخرین سلسلہ ہے جس نے پشتونوں کی سرزمین پر جنم لیا اور یہیں ہی پھلی پھولی اور یہاں سے دیگر علاقوں میں پھیلی۔ باقی تمام سلسلے باہر سے اس علاقہ میں پہنچے۔ اگرچہ نسلاً اس تحریک کا بانی بھی پشتون نہ تھا بلکہ انصاری عرب تھا)۔ ورنہ وحدت الوجود کے قائل اس وقت اس علاقے میں مروج سب سلسلہ ہائے طریقت سہروردیہ۔ چشتیہ۔ قادریہ اور نقشبندیہ باقیہ سب ہی تھے۔

کاکا صاحبؒ اور شیخ شہاب الدینؒ کے درمیان ایک سوال و جواب سے جس کا ذکر تاریخِ مرصع میں آیا ہے۔ یہ پتہ چلتا ہے کہ کاکا صاحبؒ بھی وحدت الوجودی مسلک کے قائل تھے۔ اور شہباز خان کا حضرت کاکا صاحبؒ کے حکم پر خیر آباد میں ٹھرنا بھی اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ کاکا صاحب بھی روشنی مسلک کے خلاف تھے اور اس ھنگامے کو ایک وقتی شورش اور فساد سمجھتے تھے۔ اسی طرح کاکا صاحبؒ بھی ابتدائے حال میں سماع اور وجد کے قائل تھے۔ جیسے ان کے بیٹے حلیم گل باباؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابتدائے حال میں کبھی کبھی سماع سن لیتے تھے اور وجد میں بھی آتے۔ آخر حال میں صرف خوش الحانی کے ساتھ بغیر دف اور دیگر آلاتِ ملاحی کے کلام سنتے تھے۔

اخوند درویزہؒ کے پیر و مرشد پیر باباؒ کا ایک سلسلہ چشتیہ نظامیہ تھا اور اس طرح وہ بھی وحدت الوجود کے داعی تھے۔ تو پھر اخوند درویزہؒ اور دیگر بزرگوں نے روشنائی وحدت الوجود کی اتنی شدید مخالفت کیوں کی؟ تو اس کی وجہ روشنائی سلسلے کے نام پر طریقت کے سلسلوں میں ایک نئی ایجاد صوفیانہ بدعت کی بنیاد رکھنی تھی جو خوشحال خان کے آبائی سلاسلِ طریقت سے بھی بغاوت تھی۔ اس نئے سلسلہء طریقت سے بھی بغاوت تھی۔ اس نئے سلسلہء طریقت میں انتہا پسندی اور شدت پسندی تھی۔ اس کا وحدت الوجودی نظریہ ہندوؤں کے حلول اور ویدانت کے عقیدے

سے قریب تھا۔ وہ خدا پاک اور روح میں فرق نہیں کرتا۔ پیرِ تمام اور پیغمبر کو ھم مرتبہ شمار کرتا ہے۔(تفصیلی بحث کے لئے دیکھیئے۔ رسالہ ' الحق' میں مولانا مدرار اللہ کے مضامین جسمیں انہوں نے روشنائی تحریک کے بانی کے دعوؤں اور نظریات کا خوب تحقیقی جائزہ اور تجزیہ پیش کیا ہے)۔ اس فسادی تحریک نے پشتونوں کو مذہبی اور سیاسی لحاظ سے دو پارٹیوں میں تقسیم کر دیا۔ داوڑ۔ اور کرزئی۔ آفریدی۔ خلیل۔ مہمند۔ یوسف زئی اور قندھاری زیادہ تر روشنائی تحریک سے متاثر تھے اور اس کے ممد اور معاون تھے۔ البتہ یوسف زئی بعد میں پیر باباؒ اور اخوند درویزہؒ کی کوششوں اور تبلیغ کی وجہ سے اس کے مخالف ہوگئے۔ دوسری طرف ارباب۔ خلیل۔ تری خٹک اور اور کرزئیوں کا ملک تور کا قبیلہ اس تحریک کا کٹر مخالف تھے۔ خوشحال خان اور اسکے باپ دادا بھی تری خٹک تھے۔ اور یہ اپنے آبائی خاندانی آستانے شیخ ابو بکرؒ کے خانوادے اور مرشدِ کامل کاکا صاحبؒ کے زیر اثر تھے۔ خوشحال خان کے ان اشعار سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سارے خٹک سنی المذہب تھے اور ان کے لیے اپنا پیر بوجہ جہل مثلِ رب تھا۔ اخوند درویزہؒ بھی خوشحال خان کے اس دوسرے بیان کی تائید کرتے ہیں۔ کہ خٹک سارے کے سارے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا اور رسول ﷺ کو نہیں پہچانتے اور ان کو پہچانتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ اس کے برعکس 'سنی' حضرات جیسے کہ چار کتابوں کو الہامی گردانتے ہیں۔ چار فرشتوں کو افضل سمجھتے ہیں۔ چار خلفائے راشدین کو برحق کہتے ہیں۔ فقہ کے چار مکتبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح تصوف کے چار سلسلوں کو مانتے ہیں۔ اسمیں دوسری الہامی کتاب اور نئے سلسلے کی کوئی گنجائش نہیں۔ 'سوات نامے' کے ان اشعار میں خان صرف اپنے ہی قبیلے کے پیروں کی تعریف کرتے ہیں۔ دیگر قبائل کے پیروں اور متعقدین کی ھجو کرتے ہیں۔ حالانکہ اخوند درویزہؒ نے خٹکوں کے ان پیروں کے اعمال اور افعال پر کڑی تنقید کی ہے۔ ان پیروں کا سلسلہ طریقت سہروردیہ تھا۔ اور پیر روشان نے تو اپنے سلوک کی ابتداء ہی اس طریقت سے بغاوت سے کی تھی اور خود ہی ایک نئے سلسلے کی بنیاد ڈالی۔ خان کا اس سلسلے کو ایک بدعت اور فساد کہنا ایک فطری' موروثی' خاندانی امر' اثر

اور ردِ عمل تھا۔(بحوالہ مقالہ مصنف ''خوشحال خان کا تجاھلِ عارفانہ'' چاپ رسالہ 'جرس' کراچی۔صفحات 97تا98)

سید علی المعروف بہ پیر باباؒ:۔ سید علی غواص ترمذیؒ المعروف پیر باباؒ 908ھ بمطابق 1502ء میں ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ان کے والد سید قنبر علی ہمایوں بادشاہ کے رشتہ دار تھے اور امیر نظر بہادر کے خطاب سے نوازے گئے تھے۔ لیکن ان کے دادا سید احمد یوسف عالم اور بزرگ تھے۔ پیر باباؒ سلسلہ کبرویہ میں ان کے مجاز ہوئے۔ بعد میں شیخ سالار رومیؒ سے چاروں سلسلوں (چشتیہ، سہروردیہ، شطاریہ اور ناجیہ حلاجیہ) میں بیعت فرمائی۔ اپنے شیخ کے حکم پر ''کوہستانی علاقے'' کی طرف روانہ ہوگئے پشاور میں ان کی ملاقات حاجی سیف اللہ گگیانی اور ملک گدائی گگیانی سے ہوئی ان دو حضرات کی درخواست پر علاقہ دوآبہ میں مقیم ہوئے لیکن ایک سال بعد علاقہ یوسف زئی تشریف لے گئے اور بمقام سدوم آباد ہوئے۔ وہیں شادی کی۔ وفات تک وہیں مقیم رہے۔ آخر 81 سال کی عمر میں اس دنیا سے تشریف لے گئے (بمطابق 989 ھ) بونیر ضلع سوات میں دفن ہیں۔ مشہور بزرگ گزرے ہیں۔لوگ ہزاروں کی تعداد میں ہر سال ان کی زیارت پر دعا مانگنے کیلئے جاتے ہیں۔

***اخوند درویزہؒ:**۔ پیر باباؒ کے مشہور خلیفہ گزرے ہیں۔ ملا زنگی پاپینی کے شاگرد تھے اور نسلاً تاجک ترک تھے۔ ماں کی طرف سے سلاطین بلخ کے واسطے سے سلطان سکندر یونانی کی اولاد سے تھے۔940ھ میں پیدا ہوئے اور 1048ھ میں بعمر 108 سال بمقام پشاور وفات پائی اور ہزار خوانی کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

پروفیسر تقویم الحق صاحب کی تحقیق کے مطابق اخوند درویزہؒ نے 960ھ تا 962ھ کے درمیانی عرصہ میں پیر باباؒ سے ملاقات کی اور ان کے مرید (15) ہوئے کچھ عرصہ کے بعد اخوند صاحب کے 'استاد حضرت حاجی محمد المعروف بہ ملا زنگی پاپینی کی سفارش پر پیر باباؒ نے ان کو خلافت عطا کی۔ درج ذیل کتابوں کے مصنف ہیں:۔

1۔ **مخزن الاسلام**:۔ یہ کتاب کئی کتابوں اور رسالوں کا مجموعہ ہے جن میں رسالہ قرأت، کتاب العقائد۔ قصیدہ بردہ۔ خلاصہ اور الف نامہ شامل ہیں۔اس طرح یہ کتاب علم کلام، علم فقہ، علم حدیث اور اخوند صاحب کے اپنے کلام پر مشتمل ہے۔اس کتاب کی تکمیل میں ان کے بیٹے اور پوتے نے بھی حصہ لیا۔

2۔ **تذکرۃ الابرار والاشرار**:۔ فارسی زبان میں لکھی گئی ہے۔ سن تصنیف 1021ھ ہے عقائد اور تاریخ کی کتاب ہے۔اپنے زمانے کے اچھے اور برے پیروں کا ذکر کیا ہے۔

3۔ **ارشاد الطالبین اور (4) ارشاد المریدین**:۔ یہ دونوں کتابیں فارسی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ اخوند درویزہ باباؒ بایزید انصاری المعروف بہ پیر روشان کے سخت مخالف تھے۔ ''مخزن'' نامی کتاب انہوں نے پیر روشان کی مشہور تصنیف ''خیر البیان'' کے جواب اور رد میں لکھی ہے۔

اخوند درویزہؒ نے اپنی کتاب ''تذکرہ'' کے صفحہ نمبر 132 پر پیر چالاک اور پیر عمر کا ذکر کیا ہے۔اسی طرح صفحہ 182 پر شاہ اسمٰعیل، میر علی، ابو بکر اور پیر عمر کا ذکر کیا ہے اور ساتھ لکھا ہے کہ یہ لوگ قندھار کے منگہ نامی چور کی اولاد سے ہیں۔ تھوڑا یا بہت مرتبہ جن کو پہنچ چکے ہیں اور سماع کو جائز سمجھتے ہیں۔

اب ہم ان الزامات کی تفصیل میں جاتے ہیں۔

صفحہ 132 پر پیر عمر اور چالاک کے ساتھ پیر باباؒ کی اس ایک ملاقات کا ذکر یوں کرتے ہیں: ''اس وقت افغانوں میں ایک قاعدہ بن گیا تھا کہ جب ان میں ایک عالم فاضل (شیخ و عالم) ظہور میں آتا تو جب تک اس کو وہ میرے اور میرے پیر کی نظر میں (مباحثے کیلئے) نہ لاتے یہ لوگ ان کے اقوال وافعال کو نہ قبول کرتے اس علاقے کے سردار جمع ہو جاتے۔ ہمیں اور اس نووارد کو بحث اور امتحان کیلئے یکجا کر دیتے تاکہ کیفیت حال معلوم ہو جائے۔ چنانچہ ایک روز پیر عمر اور پیر چالاک دونوں بھائی جو خٹک افغانوں کے پیر ہیں۔اس طرف آپہنچے تھے۔اس علاقہ کے لوگوں

نے انہیں اور ہمارے شیخ کو ملانا چاہا۔ پس ہمارے مخدوم وامام نے ظاہری اور باطنی طور پر جان لیا کہ وہ کیا کہیں گے۔ کاغذ کا ایک پرزہ دستارچہ میں لپیٹ کر اور اپنے ایک مرید کو دے کر کہا کہ میں جب تیری طرف دیکھوں تو اسے مجلس میں پھینک دینا۔ آپس میں ملاقات ہو جانے کے بعد ہمارا شیخ چپ رہا کہ میں اس جاہل بے علم سے کیا پوچھوں گا۔ کچھ دیر کے بعد پیر چالاک نے دوزانو ہو کر جیسا کہ جنیوں اور مفتریوں کا معمول ہے کہا۔ ''آج ایک بڑی بلا آسمان سے زمین پر پہنچی ہے جس کا ایک سرا مشرق پر اور دوسرا مغرب پر ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں۔ کہ وہ بلا کہاں گئی ہو گی؟'' ہمارا شیخ اس کی بیوقوفی اور گمراہی پر مسکرایا اور کہا۔ ''نہ آئی ہے اور نہ تو نے دیکھی ہے۔''

اتنے میں اس نے اپنے ایک دوست کو اشارہ کیا جس نے وہ کپڑا مجمع کے بیچ میں رکھ دیا۔ اس وقت ہمارا شیخ بولا کہ زمین سے آسمان تک پانچ سو سال کا رستہ ہے اور آسمان بھی پانچ سو سال کی چوڑائی رکھتا ہے اور زمین کے آسمان سے دوسرے آسمان تک بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ علیٰ ھذالقیاس، ہر آسمان پانچ سو سالہ راہ کی چوڑائی اور دوسرے آسمان سے پانچ سو سال راہ کی دوری پر ہے۔ اس طرح سے ساتویں آسمان تک سات ہزار سال کا سفر بنتا ہے۔ جب تمہاری نظر اس مسافت کو دیکھ سکتی ہے تو اس دستارچہ کو ظاہری اور باطنی نظر سے دیکھ کر بتلاؤ کہ اس میں کیا چیز ہے۔''اس جاہل بدتمیز نے بناء بر ضرورت (جیسے کہ کہا گیا ہے۔ (وقت ضرورت چوں نماند گریز! دست بگیرد سر شتر تیز) فرمایا کہ: اس میں دنیا کے میووں میں سے ایک میوہ ہے۔'' جب لوگوں نے فوراً کھول کر دیکھا تو کاغذ کا ایک پرزہ پایا۔ وہ جاہل دونوں جہانوں کی شرمندگی اٹھا کر چلا گیا۔'' اب بزرگوں کی باتیں بزرگ ہی جانیں۔ ہم اس سلسلے میں اسلئے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اس کوچے سے قطعی نابلد ہیں۔ ویسے یہ ضروری نہیں کہ جو بزرگ ایک وقت میں آسمان کے پار دیکھ سکے اسے دوسرے لمحے آسانی سے نظر آنے والا کپڑے میں لپٹا کاغذ کا ٹکڑا بھی نظر آ جائے۔ اسی لئے تو کہا گیا ہے

گہے بر طائر اعلیٰ نشینم   گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

یہ واقعہ کب اور کہاں پیش آیا؟ اخوند صاحب نے اس بارے میں کچھ نہیں لکھا معلوم ہوتا ہے کہ وادی پشاور ہی کی سرزمین پر یہ ملاقات ہوئی ہوگی۔ جناب اثر صاحب میرے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔ ''حضرت پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ 940ھ (1533ء) کے قریبی زمانہ میں وادی پشاور تشریف لائے تھے اور 991ھ/1583ء میں فوت ہوگئے تھے۔ پیر عمر اور آپکی ملاقات 950ھ/1543ء سے پہلے قرار دی جاسکتی ہے۔ یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ یہ سرسری معلومات ہیں۔ تحقیقی طور پر نہیں لکھا گیا۔ اس میں غلطی ہوسکتی ہے۔ ترمیم واضافہ کیا جاسکتا ہے۔''

جناب تقویم الحق کاکاخیل نے جو تحقیق کی ہے اس کے مطابق پیر باباؒ کی وادی پشاور میں آمد کا زمانہ تقریباً 50-949ھ ہے اور بونیر سوات جانے کا زمانہ 51-950ھ تعین کرتے ہیں۔ ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ سدوم علاقہ یوسف زئی میں قیام کے بعد صرف ایک دفعہ وہ (پیر باباؒ) اپنی والدہ کو دیکھنے کے لئے ترمذ گئے تھے۔ اس کے بعد وفات تک وہ اس گاؤں سے باہر نہیں گئے۔ تقویم صاحب اس بات کی تردید کرتے ہیں کہ جب پیر باباؒ علاقہ یوسف زئی تشریف لائے تو اس موقع پر ان کے مشہور مرید اخوند درویزہؒ ان کے ساتھ تھے اسی طرح یہ بات بھی صحیح نہیں کہ اخوند درویزہ بابا ننگرہاری دوآبہ میں قیام کے دوران پیر بابا کے مرید ہوئے تھے۔ تقویم الحق صاحب پیر باباؒ اور اخوند درویزہؒ کی ملاقات کا زمانہ اندازاً 62-960ھ متعین کرتے ہیں۔ اب اخوند درویزہ باباؒ 940ھ میں پیدا ہوئے۔ 950ھ میں ان کی عمر صرف دس سال ہوگی اور اس وقت تک وہ پیر باباؒ کے مرید بھی نہیں ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس ملاقات کا ذکر انہوں نے سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے لکھا ہے حقیقت کیا ہے اس کا علم خداوند پاک ہی کو ہوگا۔ ویسے اخوند صاحب کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی کتاب تذکرہ میں ایسے اولیاء اور مشائخ کا ذکر بھی کرتے ہیں جو اس کتاب کی تالیف کے زمانہ سے ایک سو اور دو سو سال پہلے ہو گزرے تھے لیکن ان کا ذکر اس انداز سے کیا گیا ہے۔ جیسے وہ ان کے ہمعصر ہوں۔ مثال کے طور پر میر داد متی زائے خلیل 850ھ کے زمانہ کے ہیں لیکن ان کا ذکر ایسے انداز میں کیا گیا ہے جیسے وہ ان کے ہمعصر ہوں حالانکہ پیر میر داد کی پانچویں پشت میں ان کا پوتا خواجو اور اخوند درویزہؒ دونوں ہمعصر تھے۔

دوسری اہم بات اخوند درویزہؒ کا پیر چالاک کو ''جنی اور مفتری'' کہنا ہے یہ ایسا خطاب ہے جو اخوند درویزہؒ نے اپنے ہر مخالف پیر و بزرگ کو دیا۔ مثلاً شیخ میر داد افغان موتی زئی جن کو ''تواریخ حافظ رحمت خانی'' کا مصنف ''قطب زمان'' لکھتا ہے موضع لاشوڑہ میں دفن ہیں اور تین ہزار پچاس مریدوں کے ساتھ قندھار سے لاشوڑہ تشریف لائے تھے۔ اخوند درویزہؒ نے اس میر داد خلیل کو بھی ''جنی پیر'' لکھا ہے۔ ان کے ساتھ ان کے مرید ملامیر کو بھی کافر بتایا ہے۔ (تذکرہ صفحہ 169) سرفراز خان عقاب خٹک اپنے مضمون ''تواریخ حافظ رحمت خانی'' میں لکھتے ہیں۔ ''اخوند درویزہؒ نے تذکرہ میں شیخ میر داد خلیل کا ذکر اشرار میں کیا ہے۔ صفحہ 169 پر ان کو جنی یعنی کشف جنونی کا مالک بتایا ہے جو سلوک میں ایک ادنی ناسوتی مرتبہ ہے اور یہ مرتبہ جو اخوند درویزہ کے زمانے میں عام تھا آج کل کے سجادہ نشینوں کو بھی یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔

عقاب صاحب نے اپنی تصنیف ''پیر سباک'' میں مرتبہ جن(16) کی یوں تعریف کی ہے ''مرتبہ جن جسے کشف جنونی بھی کہتے ہیں، طریقت میں ایک ابتدائی، ادنیٰ اور ناسوتی لیکن ناگزیر منزل ہے۔ اسی منزل میں جنات جو وہ بھی ناسوت میں رہتے ہیں سالک کو غیب کی خبریں بتلاتے ہیں۔''

پیر سباکؒ کے بزرگوں کی اصل نسل اور معمولات کے بارے میں تذکرہ کا بیان:۔ ''تذکرہ'' اخوند درویزہؒ نے 1021ھ میں لکھا ہے لیکن اس میں محمود شاہ المعروف پیر سباکؒ کا کہیں بھی ذکر نہیں اور نہ ہی اس بیان میں ان کا نام موجود ہے۔ جس میں اخوند صاحب پیر سباکؒ کے بڑے بھائی پیر عمر اور باپ دادا شاہ اسمٰعیل، ابو بکر اور میر علی کا ذکر کرتے ہیں۔ حالانکہ پیر سباکؒ اُن کے ہمعصر تھے اور وادی پشاور میں ان کے نزدیک ہی رہتے تھے۔

اب ہم تذکرہ کے اس بیان کو نقل کرتے ہیں—بعد میں ان آراء کا تفصیلا" جائزہ لینگے جو اخوند صاحب کی اس تحقیق پر مختلف اوقات میں ظاہر کی گئیں۔ تذکرہ کے صفحہ 182-83 پر یوں لکھا ہے:۔

''خواجہ افغاناں ژدونی کا مذہب جبریہ تھا۔ وہ تارک صوم و صلوٰۃ تھا اور کئی قسم کے منہیات کیا کرتا تھا۔ خدا کی اس پر لعنت ہو۔''

انہی لوگوں اور ان کے خلفاء سے سنا گیا کہ قندہار میں منگہ نامی ایک چور نے لاف ماری تھی کہ میری پیٹھ سے پیر پیدا ہونگے اسلئے اس کی والد مثلاً شاہ اسمٰعیل، میر علی، ابو بکر اور عمر نے پیری کا دعویٰ کیا اس لیے کہ تھوڑا یا بہت مرتبہ جن تک پہنچے تھے اور خٹک افغان لوگ سب کے سب ان کی طرف رجوع رکھتے تھے۔ بلکہ خدا اور رسولؐ کو نہیں پہنچانتے اور انہیں پہنچانتے ہیں اور ان پر مال و جان قربان کرتے ہیں۔ ان کی روش یہ ہے کہ دف، بانسری اور اسی قسم کے آلات ملاہی سنتے ہیں اور ان پر رقص کرتے ہیں اور اسے حلال جانتے ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر شریعت محمدی سے زائد جائز کر دیا ہے۔ اور بیہوش ہو جاتے ہیں اور وجد میں آجاتے ہیں اور علم غیب بیان کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کو نوازا اور فلاں آدمی کو معزول کر دیا اور فلاں کو ہم نے نقصان پہنچایا۔ ان کے کفر سے خدا کی امان کیونکہ ایسا دعویٰ کرنا کفر ہے جیسا کہ ''مجموع ملکی'' کی عبارت سے لکھا گیا ہے اور یہ لوگ حجت پیش کرتے ہیں کہ ہوائے نفسانی کے ساتھ سرود بجانا حرام ہے اور ہوائے نفسانی کے بغیر حلال ہے۔ ان کے فاسد خیال سے اللہ کی پناہ کیونکہ اگر ہوائے نفسانی کے بغیر حلال ہوتا تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اسے ابتلیت (آزمائش، بلا میں پڑنا) نہ کہا ہوتا۔

والابتلاء بالمحرم لیکون حرام کما امر من قبل۔

دنیا حاصل کرنے کے لئے اطراف عالم میں شہر بہ شہر اور گاؤں بہ گاؤں پھرتے ہیں اور ہر گھر میں اسلئے دف بجاتے ہیں اور ناچتے ہیں کہ لوگ انہیں کچھ دیں تو کیونکر اہل ہوا نہ ہونگے۔ پس یہ جھوٹوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں۔ اور ان کے اس افتراء سے تو ان کے بڑے باوا کی چوری بہتر تھی کیونکہ چوری کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جب تک اسے حلال نہ سمجھے اور افتراء کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔ اس سے خدا کی پناہ''۔

مذہبِ جبریہ: قرونِ اولیٰ ہی میں مسلمانوں میں دو فرقے پیدا ہوگئے۔1)قدریہ فرقہ۔2)جبریہ فرقہ۔ قدریہ فرقہ جو بالفاظ دیگر ''متزلہ'' بھی کہلایااس بات کا قائل تھا کہ انسان پورا مختار ہے۔اللہ تعالیٰ شر کا خالق نہیں بلکہ شر کی انسان خود تخلیق کرتا ہے۔اس فرقے کا پہلا بیج موید جہنتنی اور غیلان دمشقی نے بویا۔ان کے بالمقابل ایک دوسرا فرقہ اٹھا۔جو جبریہ کہلایاان کے قول کے مطابق انسان مجبور محض ہے۔کائنات کا سارا نظام جبریہ قائم ہے۔ انسان کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔اس فرقہ کا بانی جہم بن صفوان تھا۔اس نے صفات خداوندی کی نفی کی۔قرآن کو مخلوق بتایا۔جنت و دوزخ کا ثواب و عذاب دائمی نہیں ہوگا۔بلکہ ان پر بھی فنا طاری ہو جائے گی۔یہ دونوں فرقے بعد میں ناپید ہوگئے مگر ان کے عقائد و تعلیمات مسلمانوں کے کئی فرقوں میں پھیل گئیں۔مثلاً معتزلہ و غیرھم۔ (تقابل ادیان و مذاہب، پروفیسر میاں منظور احمد صفحہ 149) علمی بک ہاؤس چوک اردو بازار، لاہور 1991ء ایڈیشن)۔

اخوند صاحب کے مندرجہ بالا بیان سے دو باتیں سامنے آتی ہیں:۔

(1)۔ پیر سباکؒ کے اجداد میں سے ایک منگہ نامی تھے۔شمس الدین نے یہ نام ''منگہ پیر'' لکھا ہے جو قندہار میں رہتا تھااور چوری کرتا تھا۔

(2)۔یہ بزرگ وجد، سماع اور دیگر آلات مزامیر کے قائل تھے۔

ان ہر دو اجزاء کے بارے میں وقتاً فوقتاً بزرگوں نے جو آراء ظاہر کیں وہ درج ذیل ہیں:۔

(i) "قصتہ المشائخ" میں اخوند پنجوؒ کی زبانی ''تذکرہ'' کے بیان کی جس طرح تردید کی گئی ہے وہ آپ اخوند پنجوؒ کے بیان میں پڑھ چکے ہیں اسی موضوع پر مصنف ''مناقب زین الدین'' لکھتے ہیں:۔''ایک معتبر شخص نے جو اپنے وقت کا عالم اور عادل تھا، مجھ سے کہا کہ میں نے وہ "تذکرہ" جو اخوند درویزہؒ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔دیباچے

سے لے کر آخری تتمہ تک دیکھا ہے اور پڑھا ہے لیکن وہ بحث نہیں دیکھی جس میں اخوند صاحب، شاہ اسمٰعیل، شاہ ابا بکر، اور حضرت پیر سباکؒ کا گلہ کرتے ہیں اور جو دیگر تذکروں میں کہتے ہیں کہ لکھا ہے۔" یہ اس کے علاوہ نہیں کہ اس خاندان کے چند دشمنوں نے محض جھوٹ افتراء سے بوجہ عناد اور حسد تیار کیا ہے اور اخوند درویزہ کی کتاب میں لکھ دیا ہے۔ اسلئے کہ وہ اپنے اور میرے خیال میں یوں گزرتا ہے کہ اس نے کتاب کا وہ نسخہ موضع سرہند میں اس گاؤں کے اخوند زادوں کے پاس یاد کیا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کیونکہ اس بات کو گزرے بہت عرصہ ہوا ہے اور دیکھتے نہیں ہو کہ حاسدین دشمنی کی وجہ سے مولانا درویزہؒ پر بھی جھوٹ اور افتراء باندھتے ہیں۔ کہ شریعت میں چار سے زیادہ حرہ عورتوں سے نکاح حرام اور جائز نہیں۔ اور حال یہ ہے کہ "ارشاد الطالبین" (اخوند درویزہؒ کی ایک مشہور تصنیف) میں لکھا ہے کہ دس حرۃ عورتوں کو جائز کہا ہے اور آیہ کریمہ میں صریح آیا ہے: "تو نکاح کرو ان عورتوں کے ساتھ جو تمہیں پسند ہوں۔ دو، تین اور چار" تو یہ مسئلہ چار مذہبوں میں ایک میں بھی صحیح نہیں ہے تو اخوند درویزہ رحمتہ اللہ علیہ اتنے بے علم تھے کہ آیت کریمہ سے بے خبر تھے تو معلوم ہوا کہ جھوٹ ملایا گیا ہے انہوں نے نہیں کہا ہے۔"

اب اخوند پنجوؒ کا یہ کہنا کہ اخوند درویزہؒ نے اہل غرض کے کہنے پر بلا تحقیق لکھا ہے پر بحث آپ بعد میں پڑھ لیں گے۔ جہاں تک اخوند درویزہؒ کی کتابوں میں تحریف کی بات ہے تو یہ امر متفقہ ہے۔ تقویم الحق صاحب "مخزن" کے دیباچے میں لکھتے ہیں: "ان کی (اخوند درویزہؒ کی) تین مشہور کتابیں مخزن اسلام، ارشاد الطالبین، اور تذکرۃ الابرار والاشرار یقیناً 1012ھ اور 1021ھ کے درمیان لکھی گئیں۔ کتاب ارشاد المریدین کے بارے میں بھی یہی اندازہ ہے۔ یہ سب کتابیں ان کے بڑے بیٹے عبد الکریم صاحب نے دوبارہ مرتب کی ہیں اور عام کی ہیں اور ہر کتاب میں کچھ نہ کچھ اضافہ کیا گیا ہے۔"

(ii) "مناقب زین الدین" میں فضل حسین ولد عبد الصمدانی نے خواجہ ملنگ کے جو اشعار نقل کئے ہیں ان میں اخوند درویزہؒ کے الزامات کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اخوند درویزہؒ نے سماع اور پیر صاحب کے بزرگوں کے

بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ قول ضعیف اور قابل اعتبار نہیں ہے۔ یہاں پر ملنگ کے یہ اشعار درج کرنا نامناسب نہ ہوگا:۔

گفت درویزہ سماع از مردم است	ضعف قول اوست ثابت عمل گم است
گرچہ درویزہ لعنت کردہ بس	نیست سالم از زبانش ہیچ کس
گر فرشتہ بر سما در آدمی	نیست شانرا از زبانش بیغمی
مثل مار خفتہ در راہ بود	چوں بہ ظلمت نزداد کسی بگذرد
سر بر آورد پیش اد بہر گزید	از گزید خلق شادان ہمچو عید
بر ہمہ سادات واشرافِ جہاں	کرد تہمت ہا بہ ایذائے لسان
گفت درویزہ نے باید شنید	بلکہ زد پیوند خود باید برید
ایں شیطان در کمیں آدم است	جملہ اہل اللہ ز مکرش در غم است
گفت درویزہ کہ منگہ نام دزد	بشنو اورا تا بیابی عام مزد
تاچہ گفت آن دزد کہ اولادِ من	پیر واہل اللہ شوند اندر زمن
بعد من از نسل من ظاہر شوند	راہبران و پیر وقت خود شوند
چونکہ بگذشت از جہان وبعد ازان	بود فرزندانِ اورا بیگماں
شد پدید از نسل واولادش ہماں	آنچناں کہ گفتہ ی بودش جواں
ہست ز اولادش ہمہ پیر وامیر	ہست تقریر لسان آن فقیر
میر علی شاہ اسمٰعیل شد	عمرو بو بکر ہم بے قیل بود
در ہمہ قوم ختک بر حکم شان	خورد و نوشیدن حرام ومنعدان

جان ومال خود فدائے شان کنند　　　نزد ایشان پیشکش ہا میبرند

حبِ ایشان فرض میدانند بس　　　الفت و تخلیط شان با ہیچکس

نسبت ئے ایشاں مگر باشد عیول　　　از نشست او شوند ایشاں نمول

تاہم اینجا قول آن درویزہ بود　　　از عیوبش دست و خم لبریز بود

من علیکم پردہ بکشائیم زراز　　　گوش کن نزدیک من بگذار آز

سر کہ او دزد متاع و جان بود　　　قول و فعلش را کجا امکان بود

کہ ہماں گردد کہ او گوید بخلق　　　شد ولی گر در قبا باشد نہ دلق

قول او چوں صادق آید بے دلیل　　　نام دزدش ہست جائز بے دلیل

چونکہ دزداں راچنیں عادت بود　　　مثل اہل اللہ در شوکت بود

ایں چنین کس بیگماں باشد ولی　　　خواہ زا اولادِ عمر خواہ از علی

ایں کرامت گشت ثابت دُزدرا　　　بشنوید ایں قول منکرمز درا

زم دزد و یرابرئش مدح گشت　　　بیشکی عسر لسانے مدح گشت

ہست ثابت تاہمیں دورائے عزیز　　　فضل وعالم و خرق عادات وتمیز

جملہ ءمذکور رابے ریب وشک　　　فضل ایشاں وکراما تست لک

خاندان جملہ ایشان صحیح　　　ہست کرگ س شک کند باشد قبیح

سُنی ولاثانی وعالم ُبدند　　　مشکل خلقان بسے حل می شدند

بود شان علم وکرامات بے شمار　　　بیش اندر بیش بلکہ صد ہزار

ترجمہ:۔اخوند درویزہؒ نے سماع کے متعلق جو کچھ کہا ہے یہ قول ضعیف بلکہ گمراہ کن ہے اگرچہ اخون درویزہ نے تنقید کی ہے اس کی زبان سے کوئی بھی محفوظ نہیں ہے۔فرشتے آسمان میں اور آدمی زمین پر اس کی زبان سے بے غم

نہیں ہیں۔ سانپ کی طرح راستے میں پڑا ہوتا ہے جب اندھیرے میں کوئی گزرتا ہے۔ گزرنے والے پر سر اٹھا کر کاٹتا ہے۔ لوگوں کے کاٹنے سے خوش ہوتا ہے۔ اس نے اپنی زبان سے سارے سادات اور اشراف پر تہمت لگائی ہے۔ درویزہ کی بات سننا نہیں چاہئے بلکہ ایسی چیز کی بیخ کنی کرنی چاہئے۔ شیطان کی طرح چھپا ہوا مارِ آستین ہے تمام اولیاء اللہ اس کے مکر سے پریشان ہیں۔ درویزہ نے کہا کہ منگہ ایک چور کا نام تھا۔ اس کی بات سنو تاکہ عام ثواب پاؤ۔ اس چور نے کہا کہ میری اولاد سے پیر اور اللہ والے پیدا ہونگے۔ میرے بعد نسل سے ایسے لوگ پیدا ہونگے جو اپنے وقت کے رہبر اور پیر ہونگے۔ جب وہ دنیا سے چلے اور بیشک اس کے بیٹے تھے۔ اس کی پشت سے ایسی ہی اولاد ہوئی جیسے کہ اس نے کہا تھا۔ اس کی اولاد سے تمام پیر وامیر پیدا ہوئے۔ یہ اس فقیر کا کہا ہوا ہے۔ میر علی اور شاہ اسمٰعیل پیرور ہنما ہوئے اسی طرح عمرو بوبکر بھی بیشک ہوئے۔ ان کے حکم سے سب قوم خٹک پر کھانا پینا حرام تھا۔ خٹک ان پر سر اور مال قربان کرتے ہیں اور ان کے پاس تحائف لے جاتے ہیں۔ ان کیساتھ محبت فرض جانتے ہیں۔ پیر کی محبت میں کسی اور کو شریک نہیں کرتے۔ ان کی نسبت پیر کے ساتھ عیال کی طرح ہوتی ہے۔ پیر کی مجلس میں متمول ہوتے۔ پھر بھی یہاں اخوند درویزہ کا کہنا تھا۔ ہاتھ اور منہ عیبوں سے بھرے ہوئے تھے۔ میں تمہارے لئے راز سے پردہ اٹھاتا ہوں، میری بات سنو حرص کو چھوڑ دو۔ وہ آدمی جو جان و مالک کا چور ہو اس کے قول و فعل کا کیا اعتبار۔ کہ ویسا ہوگا جیسا کہ وہ لوگوں کو کہتا ہے۔ بس ولی ہے خواہ اگر درویشی کے جامہ میں کیوں نہ ہو۔ اس کی بات کیوں سچی ہو کہ اس کا نام بغیر دلیل کے چور ہے۔ جبکہ چوروں کی عادت یوں ہو کہ اولیاء کے جامے میں پھریں۔ ایسا آدمی خود بخود ولی ہوتا ہے خواہ فاروقی ہو یا علوی۔ یہ کرامت چور کی ثابت ہوئی۔ ثواب کے منکر کا قول سنو۔ چور کی مذمت اس کے لئے تعریف بن جاتی ہے بیشک لعنت مدح بنی۔ اس زمانے تک اے عزیز یہ ثابت ہو چکے ہیں۔ علم و فضل، کرامات اور تمیز بیشک یہ تمام مذکور باتیں ان کی فضیلت اور کرامات پر دلالت کرتی ہیں۔ ان کا سب خاندان صحیح ہے مردار خور پرندہ ہے جو شک کرے وہ ُبرا ہے۔ سنیؔ تھے اور لاثانی عالم تھے۔ لوگوں کی مشکلیں حل کرتے تھے علم اور کرامات ان کے لئے بہت اور بے اندازہ تھی۔

خواجہ ملنگ کے ان پُر لطف اشعار کے بعد ہم اخوند درویزہؒ کے الزامات کے بارے میں محترم عقاب خٹک کی رائے لکھتے ہیں جو انہوں نے اپنی تصنیف ''پیر سباکؒ'' میں بیان کی ہے۔ ''منگہ چور کا قصہ محل توقف ہے۔ ایک طرف تو اس کے راوی تارک صوم صلوۃ اور ہر قسم کے منہیات کرنے والے غیر ثقہ لوگ ہیں۔ اگر چہ ان کا ناقل اخوند صاحب ہے کیونکہ نہ تو ان لوگوں کا قندھار سے آنا ہی ثابت ہے اور نہ ان کے شجرے میں منگہ کا نام آتا ہے لیکن ان کے شجرے پر زیادہ اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کی مختلف نقلوں میں پانچ پشتوں کا فرق ہے۔۔۔ لیکن اگر منگہ چور کی بات سچ ہو تو بھی چنداں مضائقے کی بات نہیں ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ منگہ سید نہ تھا؟ اگر وہ چور تھا تو کیا چور کی اولاد کا نیک بن جانا ممتنع ہے؟۔۔۔ اب رہا ان کے معمولات: سو اس کے متعلق نظریئے مختلف ہیں۔ اگر شریعت کی رو سے دیکھا جائے تو بھی اخوند صاحب کی بعض باتیں بعض کے ہاں ناقابل قبول ہونگی مثلاً یہ کہ دف وغیرہ کا بجانا۔ اخوند صاحب تو اسے اپنی کتاب ''تذکرہ'' کے صفحہ ۸ پر ناجائز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دف سننے کے قصے کو گمراہوں اور کفار کی اختراع(17) کہتے ہیں۔ حالانکہ اکثر اہلسنت و الجماعت دف سننے کو جائز قرار دیتے ہیں۔۔۔۔ اس بحث کو طول دیئے بغیر ہم اتنا لکھنے کی جرأت کرتے ہیں کہ پیر سباکؒ کے زمانے میں طریقہ سہروردیہ میں وہ باتیں آگئی تھیں جنہیں اخوند صاحب نے ناپسند فرمایا ہے۔۔۔ میر علی اور شاہ اسمٰعیل کو تو یقیناً اور ابو بکر کو بھی غالباً اخوند رویزہ نے دیکھا تک نہ تھا۔ اس لئے ان کے متعلق تو جو کچھ لکھ گئے ہیں وہ تو سنی سنائی اور ناقابل قبول باتیں ہیں۔ پیر سباکؒ اور عمر کے متعلق یہ لکھنا کہ وہ تھوڑا یا بہت ''مرتبہ جن'' کو پہنچے تھے ان کی عظمت کی دلیل ہے۔ اور چونکہ اس زمانے میں اخوند صاحب کے مخالف پیر روشان کی تحریک زوروں پر تھی جس کی کاروائیوں کو اخوند صاحب غیر اسلامی سمجھتے تھے۔ اس لئے اخوند صاحب نے اپنی تحریروں میں ذرا سختی سے کام لیا ہے اور علم کی کمی اور شریعت کی حد سے زیادہ پابندی کی وجہ سے کچھ انوکھی باتیں بھی لکھ گئے ہیں۔۔۔۔''

اس بارے میں قاضی عبدالحلیم اثر افغانی کا خیال اور نظریہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں راقم الحروف کے نام ایک خط میں وہ جناب عقاب خٹک کی رائے سے یوں اختلاف کرتے ہیں:۔ ''حضرت سید ابو بکر، اسمٰعیل، پیر عمر، میر علی کے متعلق اخوند درویزہ بابا نے جو کچھ لکھا ہے کتاب تحفتہ المشائخ (18) کے موء لف خواجہ محمد زاہد نے اس پر جو بحث کی ہے وہ پڑھنے کی ہے۔ بد قسمتی سے خواجہ محمد زاہد کے بیان کو عزیزی عقاب خٹک نے اپنی نا سمجھی سے الجھادیا ہے۔''

اس سے پہلے قاضی اثر صاحب اپنے ایک مکتوب میں اخوند درویزہ کے بارے میں خواجہ محمد زاہدؒ کے اس بیان کی کہ ''اخوند درویزہؒ نے اہل غرض کے کہنے پر بغیر تحقیق کے لکھا ہے۔'' توجیہہ یوں کرتے ہیں:۔ ''حضرت غوث الخلائق قطب الارشاد قطب تکوین اخوند درویزہ کو یہ اطلاع فراہم کی گئی تھی کہ سید ابو بکر ابن اسمٰعیل اہل بدعت میں سے ہیں۔ التباس اسمٰعیل کے باپ کا نام نہ لکھنے سے پیدا ہوا۔ ایک دوسرے سید اسمٰعیل بھی اس زمانہ میں سید ابو بکر کے والد سید اسمٰعیل ابن امیر علی المعروف گدائی کے ہم عصر تھے اور ان کا نام تھا اسمٰعیل ابن خلیل اللہ ابن سرمست۔ یہ اسمٰعیل ابن خلیل اللہ اہل تشیع میں سے تھا اور اس کا سلسلہ نسب وادی کرم ایجنسی کے موضع کڑمان کے مشہور سید حضرت ابوالحسن فخر عالم تک پہنچتا ہے۔ آپ کو علم ہے کہ یہ خاندان اب بھی اہل تشیع سادات کا خاندان ہے اگرچہ اس کے مشاہیر سادات ماضی بعید میں اہل سنت والجماعت کے مسلک کے پیروکار بھی رہے ہیں جیسے سید امیر علی ہمدانی عرف امیر کبیر شاہ ہمدانی وغیرہ۔ اب سید اسمٰعیل ابن خلیل اللہ کو اسمٰعیل ابن میر علی فرض کیا گیا۔ اور باوجودیکہ سید اسمٰعیل ابن خلیل اللہ کا شجرہ نسب سید حسین الاصغر ابن امام علی زین العابدین تک پہنچتا ہے۔ اس اسمٰعیل ابن خلیل اللہ کو پیر منکہ ابن جنکہ کی نسل سے بنادیا گیا۔ وجہ یہ کہ اس دوران میں جس میں سید اسمٰعیل ابن امیر علی۔ سید اسمٰعیل ابن خلیل اللہ زندہ تھے۔ اس زمانہ میں سید ابو سعید ابوالخیر الحسنی جن کا جغرافیائی نسبتی نام مہنکی ہے جو غزنی کے مضافات میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ اس مہنکہ (مہنہ) کے نام سے موسوم سید ابو سعید

البوالخیر مہنگی کو منکہ چور بنادیا گیا اور تقریب یہ تھی کہ اس سید مہنگی الحسنی کی نسل میں سادات کا جو خاندان کوہاٹ میں آباد تھا اس میں بھی ایک سید اسمٰعیل مہنگی کے نام سے یاد کئے جاتے تھے اور تب (ا) سید اسمٰعیل ابن سید امیر علی گدائی کو (ب) سید اسمٰعیل ابن خلیل اللہ فرض کیا گیا (ج) اور تب اسمٰعیل ابن خلیل اللہ کو اسمٰعیل مہنگی کے نام سے گڈمڈ کر دیا گیا اور اس طرح تاریخ میں التباسات اور اشتباہات کا ایک گورکھ دھندا بنادیا گیا حضرت سید اسمٰعیل مہنگی الحسنی جو حضرت سید ابی سعید ابوالخیر الحسنی مہنگی کی نسل سے ہیں اور خود حضرت سید ابی سعید مہنگی حضرت سید علی الہجویری داتا گنج بخش کے چچازاد بھائی اور استاد شیخ ہیں۔ اس اسمٰعیل مہنگی کا مزار شہر کوہاٹ میں قلعہ کی فصیل سے جنوب مشرق کی طرف برلبِ سڑک واقع ہے۔ راقم الحروف عبدالحلیم اثر کو ان کا شرف نیاز حاصل ہے۔ یہ ہے منکی اور جنکی دونوں ناموں کی حقیقت ہم نے اپنی تالیف حسنی سادات میں جو گیارہ ابواب، ایک دیباچہ اور ایک مقدمہ پر مشتمل ہے اس کے پہلے باب میں اس موضوع پر سید ابو سعید کے ذیلی عنوان کے تحت تفصیلی بحث کی ہے"۔ (مکتوب عبدالحلیم اثر 21/7/73)

محترم عبدالحلیم اثر کے ذکر کردہ اسماعیل مہنگی کا حال اب کتاب 'اسرار الحقائق' مصنفہ سید منصور الحق ایڈوکیٹ میں یوں بیان ہے۔ احوال سوماری (کوہاٹ) کے ضمن میں لکھتے ہیں (صفحہ 148)۔ "تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ اہلیانِ دیہہ دیندار اور پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ اسی سبب سے انکو شیخ پکارا جاتا تھا۔ شیخ اسماعیل کے زیرِ سایہ حقِ ہمسائیگی ادا کرتے رہے۔ شیخ اسماعیل غیر شادی شدہ تھے۔ اگرچہ اہالیانِ سماری اسکی اولاد ہونے کی دعویداری کرتے ہیں۔ بسیار کتب تاریخ کا مطالعہ کیا۔ مگر انکے دعوے کی تصدیق نہ ہو سکی۔ انکا دعویٰ قابل اعتبار و یقین نہیں۔" (ماخوذ از مجمع الانساب مصنف غلام محمد ملتانی) "اسرار الحقائق کے مصنف آگے جاکر صفحہ ۱۵۴ پر لکھتے ہیں۔" قوم پیر خیل پیر تاریک کی اولاد ہیں۔ اخوند درویزہ نے اپنی کتاب تذکرۃ الابرار میں اسی قوم کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ شاہ اسماعیل جسکی زیارت سوماری میں ہے۔ وہ اولاد منکاہ ہے۔ جو قندھار میں واقع ہے۔ انکا ذکر بھی تذکرۃ الابرار میں آیا

ہے. اسمیں لکھاہے کہ یہ چنداں بزرگ نہ تھے. بلکہ تسخیرِ جنات کا عمل جانتے تھے. اور علمِ جنات کی وجہ سے ہر قریہ اور دیہات میں انکی شہرت تھی. تا حال انکی زیارت پر بدعت کی رسم جاری ہے. اسکی اولاد نہ تھی. اخوند صاحب کے الزامات کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ پہلے تو ہمیں ژدونی قبیلے کا تعین کرنا ہے۔ یہ شاید زدران یا حیدران قبیلہ ہے جو کرلانی ہیں اور علاقہ خوست کے انتہائی جنوب میں آباد ہیں. بعد کے زمانے میں ملا شمس الدین نے اپنی تصنیف ''مناقب فقیر صاحب'' میں پیر سباکؒ اور ان کے اجداد کو ''تذکرہ'' کے حوالے سے خوگیانی اور رافضی لکھا ہے۔ خوگیانی ایک دوسرا قبیلہ ہے جو علاقہ خوست کے شمال میں جلال آباد تک پھیلا ہوا ہے۔ عقاب صاحب نے ''حیات افغانی'' کے حوالے سے لکھاہے کہ ابتدا میں سارا علاقہ خوست خوگیانیوں کے قبضے میں تھا۔ اب جب ہم پیر سباکؒ کے دادا شاہ اسمٰعیلؒ کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہو گا کہ وہ (شاہ اسمٰعیل) اپنے پیر کے حکم پر ملتان سے خوست تشریف لائے اور وہیں پڑبہہ قبیلے کے ایک ملک کی بیٹی سے شادی کی جو خوگیانیوں کی ایک شاخ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شاہ اسمٰعیلؒ خود خوگیانی نہ تھے بلکہ خوگیانیوں میں آباد ہو گئے تھے۔ اب خوگیانیوں کے ملک یا سردار اس بارے میں کیا کہتے ہیں اس کے لئے ہمیں علاقہ خوست جانا ہو گا جو موجودہ سیاسی صورت حال میں ناممکن ہے۔ ویسے بھی ان سرداروں کو اخوند صاحب نے تارک صوم وصلوٰۃ اور دیگر منہیات کرنے والا لکھا ہے۔ نہ جانے انہوں نے خود ان کی شہادت پر کیسے اعتبار کر لیا۔

اب آتے ہیں اس مفروضہ کی طرف کہ پیر سباکؒ کے اجداد شیعہ تھے۔ تو یہ بات بھی اخوند صاحبؒ سے منسوب کی گئی ہے۔ شمس الدین نے ان کی تصنیف تذکرہ کا حوالہ دیا ہے لیکن تذکرہ میں نہ تو ان کے اجداد کو خوگیانی کہا گیا ہے اور نہ ہی ان کو شیعہ مسلک سے وابستہ بتایا گیا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اخوند صاحب نے سنی سنائی باتوں پر یقین کر لیا تھا ویسے بھی وہ صحیح حوالے نہیں دیتے اور ''سماع است'' سے روایت کا آغاز کرتے ہیں اس کے برعکس شاہ اسمٰعیلؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو چار التماسات عرض کرتے ہیں اور جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرماتے ہیں ان میں ایک درخواست یہ ہے کہ میری اولاد سے کوئی رافضی پیدا نہ ہو۔

اب آتے ہیں اخوند صاحب کے دیگر الزامات کی طرف کہ یہ بزرگ دف اور بانسری اور اس قسم کے دیگر آلاتِ ملاہی سنتے ہیں ان پر ناچتے ہیں اور اسے حلال سمجھتے ہیں۔ جہاں تک شاہ اسمٰعیلؒ، شاہ ابو بکرؒ اور پیر عمرؒ کا تعلق ہے تو ہم اس بارے میں کوئی ثبوت نہیں رکھتے کہ ان کے معمولات کیا تھے۔

ہاں پیر سباکؒ کے حالات میں ایک واقعہ کا ذکر آتا ہے کہ جب کاکا صاحبؒ انہیں دیکھنے گئے تو وہ وجد میں آ گئے یہ روایت فقیر جمیل بیگ کی ہے جس کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے۔

اب یہ تینوں بزرگ طریقہ عالیہ سہر وردیہ سے منسلک تھے لیکن اس کے ساتھ وجد تواجد اور سماع کے بھی قائل تھے۔ عبد الحلیم باباؒ کاکا صاحبؒ کے متعلق لکھتے ہیں۔ ''ابتدائے حال میں آپ کبھی کبھی سماع سنتے تھے اور وجد کرتے تھے۔ آخر حال میں صرف خوش الحانی بغیر از دف وغیرہ آلات ملاہی بہت سنا کرتے تھے۔'' نیز فقیر جمیل بیگ کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ وہ سازندوں کا ایک گروہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

اب کاکا صاحبؒ اور پیر سباکؒ کی ملاقاتیں اس وقت ہوئیں جب کاکا صاحبؒ کے ابتدائے حال کا زمانہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس خاص واقعہ کا ذکر کاکا صاحبؒ نے اپنے خلیفہ فقیر جمیل بیگ سے اس لئے کیا کہ وہ طریقہ سہر وردیہ کے بزرگوں کے احوال میں وجد اور سماع کی مثالیں دے رہے تھے۔

ایک انتہا پسند نظریہ یہ ہے کہ طریقہ سہر وردیہ کے اکثر مشائخ سماع کے خلاف ہیں اور اگر اس طریقے کا کوئی پیرو کار ناچ گانے کا ارتکاب کرے ذکر جہر سے کام لے تو اس کے باطنی احوال سلب ہو جاتے ہیں وہ فقر کے جس مقام پر بھی ہو وہاں سے گر کر تباہ ہو جاتا ہے اس طریقہ عالیہ کے بانی شیخ شہاب الدین سہر وردیؒ کی تالیف ''عوارف المعارف'' میں غناء کو مذاہب اربعہ کی رو سے حرام قرار دیا گیا ہے۔ میرے نام ایک خط سے مشہور عالم محمد جعفر شاہ پھلواری صاحب سلسلہ سہر وردیہ میں وجد اور تواجد کے موضوع پر لکھتے ہیں:۔

''یہ درست نہیں کہ سلسلہ سہروردیہ میں وجد و تواجد ممنوع ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں چشتیوں جیسا اہتمامِ سماع نہیں۔ اس کے لئے میری کتاب ''اسلام اور موسیقی'' ضرور دیکھیئے۔''

ملتان میں حضرت بہاءالدین ذکریاؒ ان کے صاجزادے رکن الدین زکریاؒ اور پوتے صدرالدین سہروردی ہی ہیں۔ عراق کے علاوہ صوبہ بہار، صوبہ بنگال اور چاٹگام و سلہٹ وغیرہ میں بکثرت یہ سلسلہ جاری و ساری ہے اور تقریباً یہ سب کے سب صاحب سماع و وجد ہیں۔ صوبہ بہار کے پٹنہ، عظیم آباد ڈویژن میں ایک بہت مشہور جگہ ہے۔ ''بہار شریف'' جہاں مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیریؒ (صاحب مکتوبات صدی) آرام فرما ہیں۔ یہ پورے صوبے کے قطب مانے جاتے ہیں اور آپ کی سہروردی خانقاہ کو ہنوز مرکزی حیثیت حاصل ہے اور یہ سب کے سب صاحب وجد و سماع ہیں اور یہ تو آپکو علم ہی ہوگا کہ راگ ملتانی دھناسری کے موجد حضرت بہاءالدین زکریا ملتانیؒ ہیں۔

پھر یہ بھی سمجھنا صحیح نہیں کہ فلاں طریقے میں سماع و وجد نہیں۔ اس کا تعلق طریقے سے نہیں بلکہ طبعی ذوق سے ہے۔ جامی نقشبندی ہیں اور سماع کے رسیا ہیں۔ اہل پھلواری شریف قادری ہیں اور صاحب سماع و وجد ہیں۔ اس طرح سہروردیوں میں بے شمار حضرات صاحب سماع و تواجد ہیں۔''

محترم پھلواری صاحب کے اس فاضلانہ خط کے مندارج کے بعد اب ہم ان بزرگوں کا ذکر کریں گے جو طریقہ عالیہ سہروردیہ کے اکابر و مشائخ میں سے تھے لیکن وجد اور سماع کے بھی قائل تھے۔

حضرت ابوالخنیب عبدالقاہر سہروردی:۔ یہ اکابر محدثین و محققین میں شمار ہوتے ہیں آپ مدتوں مدرسہ نظامیہ بغداد کے پرنسپل رہے۔ روحانی دنیا میں سلسلہ شہابیہ سہروردیہ اور سلسلہ کبرویہ فردوسیہ کے سرخیل ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب ''آداب المریدین'' میں سماع بلکہ وجد و رقص پر بھی بحث کی ہے۔ اس کے خاص آداب و شرائط

کے ساتھ آپ نے اسے مباح قرار دیا ہے۔ اور کتاب و سنت اور اقوال سلف سے اسے ثابت کیا ہے۔ پھر بعض مشائخ کا یہ قول بھی نقل فرمایا ہے کہ یہ اہل حقیقت و معرفت کے لئے مستحب ہے۔ اہل تقویٰ کے لئے صرف مباح اور اہل نفس کے لئے مکروہ. تواجد ور قص کے ذکر میں حضرت جعفر طیارؓ کا وہ واقعہ نقل کیا ہے جو بیہقی اور ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ان سے فرمایا کہ اشبہت خُلقی و خَلقی۔

(تم سیرت وصورت میں مجھ سے مشابہ ہو.) تو جعفر طیارؓ ''حجل'' یعنی ''دور'' کرنے لگے۔اس اباحت و استحباب کے باوجود آپ کے سلسلے میں بہت سے شیوخ طریقت ایسے بھی گزرے ہیں جو سماع سے پرہیز کرتے ہیں کیونکہ ان کے ذوق کے مطابق نہ تھا اور اس سے وہ کوئی روحانی فائدہ حاصل نہ کر سکتے تھے۔

حضرت نجم الدین کبریٰ:۔ یہ شافعی محدث وفقیہہ ہیں۔ سہروردیہ کبرویہ طریقے کے سرخیل آپ ہیں۔آپ مسند امام اعظم کے جامعین میں ہیں۔ اپنے وفور علم و تقویٰ کے باوجود صاحب سماع ووجد تھے آپ کو پہلا روحانی فیض عین حالت سماع ہی میں حاصل ہوا تھا۔

شیخ بدرالدین سمرقندی:۔ یہ بھی سلسلہ کبرویہ کے اکابر علمائے حنفیہ میں سے ہیں۔ یہ بھی صاحب سماع ووجد تھے اور چنگ سنتے تھے۔

شیخ سیف الدین باخرزی:۔ یہ شیخ بدرالدین سمرقندی کے مرشد اور حضرت نجم الدین کبریٰ کے اجل خلفاء میں ہیں۔ یہ بھی مزامیر کے ساتھ سماع سنتے تھے۔

حضرت معین الدین چشتیؒ کے بارے میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی محفل میں شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ محمد کرمانی، شیخ محمد صفاہانی، شیخ برہان الدین چشتی اور مولانا بہاء الدین وغیرہ بہت سے مشائخ کبار شریک ہوتے تھے۔ خواجہ غریب نوازؒ کا قول ہے کہ سماع اسرارِ حق معلوم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جہاں تک

امام اعظمؒ کا سماع کو ابتلاء کہنے کا تعلق ہے تو اس بارے میں نظام الدین اولیاء کا ایک واقعہ درج کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ حضرت نظام الدین اولیاء صاحب سماع ہی نہ تھے صاحب رقص و وجد بھی تھے۔ ایک بار آپ کو عدالت کے کٹہرے میں بلایا گیا کہ جوازِ سماع کو ثابت کریں۔ آپ نے صحاح و سنن کی چند احادیث پیش کیں۔ اس پر قاضی نے کہا کہ آپ تو حنفی ہیں۔ امام ابو حنیفہ کا قول پیش کیجئے۔ اس پر آپ کو جلال آگیا اور فرمایا کہ اس قوم پر کیوں نہ خدا کا عذاب آئے جس کے سامنے میں حدیث پیش کرتا ہوں اور وہ ابو حنیفہ کا قول مانگتی ہے۔

ہندوستان میں شیخ بہاؤالدین زکریاؒ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے بانی تھے۔ آپ سے قبل خانوادہ چشت کا اس قدر غلبہ تھا کہ جو بزرگ بھی اس ملک میں وارد ہوئے اسی رنگ میں رنگ گئے مگر آپ نے اپنی منفرد حیثیت کو قائم رکھا۔ آپ کو اتباع سنت کا بڑا خیال رہتا تھا مگر سماع سے کسی قدر دلچسپی رکھتے تھے (تاریخ پاک و ہند از ایم اے قدوس)۔ شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیریؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں۔ ''سماع اہل حق کے لئے مستحب، اہل زہد کے لئے مباح اور اہل نفس کے لئے مکروہ ہے۔''

غناء اور مزامیر کے متعلق اکابرامت کی مختلف رائیں ہیں جن کو شیخ الاسلام امام تقی الدین سبکیؒ (جو ساتویں صدی میں قاضی القضاہ مصروشام رہے ہیں۔ امام ابن تیمیہ کے معاصر ہیں) نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ اپنے بلیغ اشعار میں بیان فرمایا۔

(ترجمہ) اور یہ سمجھ لو کہ تم نے جس آواز (گانے) دف اور رقص کے متعلق دریافت کیا ہے اس میں ہم سے پہلے کے آئمہ کے درمیان اختلاف رہا ہے اور وہ سب اپنی جگہ شمع ہدایت اور سرداروں کے سردار ہیں۔ اور عارف مشتاق کو اگر اس کا وجد جھنجوڑ دے اور وہ اس بیخودی میں گردش کرنے لگے تو وہ قابل ملامت نہیں ہوتا بلکہ اس کا کیف قابل تعریف ہوتا ہے۔ خوشا وہ لذت روحانی جو اسے حاصل ہوتی ہے۔ اگر تمہیں کسی دن یہ کیف

ولذت حاصل ہو جائے تو سمجھ لو کہ تم نے ایک بڑا مقصد پالیا ہے اور اس معاملے میں فقیہوں کے فتوے سے بے نیاز ہو گئے۔

علی سکی کی طرف سے جو خود بہت سے پردوں کے نیچے دبا اور حسرت کا مارا ہوا ہے۔ بس اتنا ہی جواب ہے تمہارے سوال کا۔

سماع اے برادر بگویم کہ چیست؟ مگر مستمع را بدانم کہ کیست؟
گراز برج معنی بود سیرِ او فرشتہ فروماند از سیرِ او
اگر مرد ہواست و بازی دلاغ قوی تر شود دیوش اندر دماغ

اب آتے ہیں اخوند صاحبؒ کے اس الزام کے بارے میں کہ ''غیب کا علم بیان کرتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کو نوازا اور فلاں آدمی کو معزول کر دیا اور فلاں کو ہم نے گزند پہنچایا۔ ان کے کفر سے خدا کی امان۔ تو غیب کی باتیں اخوند صاحب خود زیادہ کرتے ہیں جن کی وجہ سے پیر باباؒ نے انہیں خلیفہ بنانے میں تامل سے کام لیا۔ مشہور شاعر و ادیب امیر حمزہ شنواری چشتی نظامی نیازی مدظلہٗ العالی اپنی تصنیف ''تذکرہ ستاریہ'' میں حضرت شیخ علی ترمذی قدس سرہٗ کے سلسلے کی ابتری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''سلسلے کی ابتری کا سبب اخوند درویزہ ثابت ہوئے۔ بات یہ تھی کہ جس وقت ملا زنگی نے اخوند درویزہ کو حضرت پیر بابا قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں پیش کیا تو ساتھ ہی یہ سفارش بھی کر دی کہ ''براہ کرم اس کو اپنا مرید بنالیں دو وجوہات کی بناء پر۔ اولاً یہ کہ اخوند درویزہ 'ملا ہے اور ثانیاً یہ کہ اس کام کا شوق بھی رکھتا ہے۔'' ملا زنگی نے یہ گذارش بھی کی تھی کہ ''ویسے تو میرے شاگردوں میں اخوند درویزہ سب سے زیادہ لائق ہے لیکن اس میں ایک نقص بھی ہے اور وہ یہ کہ پیشین گوئیاں کرتا رہتا ہے۔'' اس آخری جملے کو سماعت فرما کر حضرت پیر بابا قدس سرہٗ کے چہرہ مبارک سے ناراضگی کا اظہار

ہونے لگااور ارشاد فرمایا۔ ''میں ایسے شخص کو بیعت نہیں کرتا جو پیشین گوئیاں کرکے اپنے آپ کو عالم الغیب ثابت کرتا پھرے۔ لہٰذا اس 'ملا کو قسمت آزمائی کے لئے کہیں اور چلا جانا چاہئے۔'' تھوڑا سا وقفہ گزرنے کے بعد پیر بابا قدس سرہٗ متبسم ہوئے اور ارشاد فرمایا ''ہاں کیوں نہ ہو، پختون لوگ ایسے پیر کو کب مانیں گے جب تک وہ پیشین گوئیاں نہ کرے۔'' ملاز نگی دوبارہ عرض پرداز ہوا۔ ''حضرت! ملادرویزہ سے میں وعدہ لیتا ہوں کہ وہ آئندہ ایسا نہ کرے گا۔

حضرت پیر بابا قدس سرہٗ نے یہ سماعت فرما کر ارشاد فرمایا کہ ''البتہ اس شرط پر میں اسے بیعت کرلوں گا۔'' غرضیکہ اس کے بعد بیعت کی اجازت مرحمت ہوئی مگر اخوند درویزہ نہ صرف یہ کہ بدستور پیشینگوئیاں کرتے رہے بلکہ ستم بالائے ستم یہ کہ بات بات پر اپنے مرشد کو ٹوکتے. اور تو اور حضرت پیر بابا قدس سرہٗ کے سامنے تین خلفائے راشدہ رضی اللہ عنہم کی تعریف کچھ اس پیرائے میں کرتے جس سے واضح طور پر امام الائمہ حضرت علی شیر خدا علیہ السلام کی توہین اور تحقیر ثابت ہوتی۔ حضرت پیر بابا قدس سرہٗ کو اخوند درویزہ کے فعل سے کوفت ہوتی۔ باوجودیکہ وہ سنی الحنفی عقیدہ رکھتے تھے اور اگرچہ سنی عقیدہ کی رو سے حضرت شیر خدا علیہ السلام کا چوتھا درجہ تسلیم شدہ ہے لیکن اخوند درویزہ نے ایسا رویہ اختیار کیا تھا کہ اپنی تقریروں میں حضرت علی اسد اللہ الغالب علیہ السلام کو چوتھے درجے سے بھی گرا کر اور بھی کم ثابت کرتے۔ اس لحاظ سے گویا وہ ناصبین کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ بہر حال اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت پیر بابا قدس سرہٗ نے ان کی تکمیل سے دامن تہی فرما لیا۔ اس طرح اخوند درویزہ حد تکمیل تک نہ پہنچ سکے۔ اور ان کے بعد سارا سلسلہ ختم ہوگیا۔''

نابغہ افغان حکیم ملت افغانیاں خوشحال خان خٹک نے شاید اخوند درویزہ کے مکتب فکر کے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

نے چہ واھ شی وائی عذاب دے | غیبت چہ کاندے بارے ثواب دے
غیبت زنا نہ بدتر یادیژی | نے منع شوے بہ کوم کتاب دے

(ترجمہ) کہتے ہیں کہ بانسری کا بجانا باعث عذاب ہے۔یہ جو غیبت کرتے ہیں شاید ان کی نظر میں یہ ثواب کا کام ہے. غیبت کو زنا سے بد تر عمل کہا گیا ہے لیکن بانسری بجانا کس کتاب کی رو سے ممنوع ہے۔

اب پیر سبا کی سید ہیں یا نہیں اس کا علم تو خدا وند پاک کی بزرگ و بر تر ہستی کو ہو گا لیکن آج تک کسی بھی محقق نے ان کو غیر سید نہیں لکھا۔ یہاں تک کہ عقاب خٹک جیسے بال کی کھال اتارنے والے مورخ و محقق نے بھی متفقہ شہادت کی رو سے پیر سباکؒ کو بخاری سید لکھا ہے۔

قیامت کے دن یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ تم کس کی اولاد ہو بلکہ نجات کا دار و مدار اعمال صالحہ پر ہو گا۔اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو نیک اعمال کرنے کی توفیق دے اور حسب نسب پر بے جا فخر کرنے سے بچائے۔آمین۔

جہاں تک اخوند درویزہؒ کا تعلق ہے انہوں نے دین کی بے حد خدمت فرمائی ہے لیکن شریعت مقدسہ کی بے حد پابندی کے باوجود سطحی باتوں میں الجھ کر رہ گئے۔اور حنفی العقیدہ ہونے کے باوجود بعض معاملات میں ان کا نظریہ ناصبیوں سے ملتا ہے۔خوشحال خان ان کی کتاب ''مخزن'' اور اہل بیت سے ان کی پرخاش کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

یوہ کتاب دے درویزہ سرہ جوڑ کڑے — چہ سوات خلق ئے لہ کل علمہ دے موڑ کڑے
نامعقول مجہول بیان پکشِ بیئحایہ — پہ کشِ بدَ سیّد وایہ یزید ستایہ

(ترجمہ) درویزہ کی بنائی ہوئی اس کتاب نے اہل سوات کو جملہ علوم سے دل برداشتہ کر دیا ہے اس کا بیان نامناسب، جاہلانہ اور بے محل ہے اس میں سادات کی ہجو اور یزید کی مدح درج ہے۔

ہمارے ایک بزرگ جناب محمود حسین شاہ، تحصیل بھکر، ضلع میانوالی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے اپنے پیر طریقت جناب علامہ الحاج سید محمود شاہ صاحب محدث ہزاروی خانقاہ محبوب آباد شریف، حویلیاں، ضلع ہزارہ سے اخوند درویزہؒ کے ان الزامات کے بارے میں پوچھا تو علامہ صاحب نے فرمایا۔''اخوند درویزہ کا اسے برا بھلا کہنا ہی اس خاندان کی سیادت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔''

سلسلہ اولاد و احفاد

پیر سباکؒ کے تین بیٹے تھے:۔

(1)۔ پیر فرید الدین۔(2)۔ پیر حاجی رکن الدین۔(3)۔ پیر رحیم الدین۔

بعض شجروں میں رحیم الدین کے بجائے شہاب الدین نام لکھا ہوا ہے۔ تاریخ مرصع میں بھی شہاب الدین کو پیر سباکؒ کا بیٹا لکھا گیا ہے۔ لیکن صحیح تحقیق یہ ہے کہ شہاب الدین، پیر فرید الدین کے فرزند اور پیر سباکؒ کے پوتے تھے۔

پیر فرید الدینؒ:۔ آپ پیر سباکؒ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد 1025ھ میں گدی نشین ہوئے۔ قاضی عبدالحلیم اثر صاحب ان کے سلسلہ ہائے طریقت کے متعلق لکھتے ہیں۔ "فرید الدین نور محمد ابن ناصر الدین محمود پیر سباکؒ نے سلسلہ نقشبندیہ میں سید السادات خواجہ بزرگ سید آدم بنوری سے اور سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں مولانا اخوند پنجو بابا اور سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد سے بیعت کی تھی۔" اثر صاحب نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں پیر فرید الدین کو سید سلیمان گیلانی کا مرید بتایا ہے۔ اسی طرح ان کا سن وفات 1059ھ بمطابق 1649ء متعین کیا ہے۔

حضرت سید فرید الدین نور محمد قدس سرہٗ اپنے والد بزرگوار حضرت سید ناصر الدین محمود قدس سرہٗ سے سلسلہ سہروردیہ میں اور حضرت شیخ سید آدم بنوری قدس سرہٗ سے سلسلہ قادریہ نقشبندیہ مجددیہ میں اور حضرت شیخ عبدالوہاب اخون پنجو بابا قدس سرہٗ سے سلسلہ چشتیہ میں اور حضرت سید سلیمان گیلانی اور ان کے فرزند حضرت سید یونس گیلانی قدس سرہما (ان دو بزرگوں کے مزارات خادہ تحصیل و ضلع مردان میں ہیں) سے سلسلہ قادریہ میں مجاز طریقت ہوئے۔ غرض یہ کہ آپ سلاسل طریقت قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ اور چشتیہ، صابریہ اور سہروردیہ کے مجمع البحرین تھے۔ آپکا وصال 1059ھ/1649ء میں ہوا۔

برمزارِ ما غریباں نے چراغے نے گُلے
نے پَرِ پروانہ سوزد نے صدائے بُلبلے

پیر فرید الدینؒ کا مزار اقدس نوشہرہ سے راولپنڈی جانے والی سڑک کے کنارے موضع ڈھیری کٹی خیل کے قبرستان میں واقع ہے۔ اس مزار کی مرمت کچھ عرصہ قبل سید نعیم شاہ نے کی ہے۔ پیر فرید الدین کے چار فرزند تھے: ۱۔ عبد العزیز، ۲۔ عبد الغنی، ۳۔ نظام الدین، ۴۔ زین الدین بعض شجروں میں ان کے بیٹوں کے نام اور ترتیب یوں ہے:۔ 1۔ زین الدین، 2۔ شہاب الدین، 3۔ عظیم الدین، 4۔ عبد العزیز۔ شہر صفا اِن ہی نے آباد کیا اور اسے موضع پیر سباک کے نام سے موسوم فرمایا حکومت وقت کی طرف سے پیر فرید الدینؒ کو جو قبالہ عطا کیا گیا ہے اس کی عبارت یوں ہے:۔

ترجمہ) متصدیاں دعات اور متعلقین کالپانی جان لیں کہ چونکہ مشیحنت اور سیادت پناہ شیخ فرید الدین ولد پیر سباکؒ واجب الرعایت ہیں۔ مشارؒ علیہ حکام جان لیں کہ موضع شہر صفاجو کہ ویران ہے اور اس وقت مشارؒ علیہ اسے آباد کرنا چاہتا ہے اس کو ابتدائے فصل ربیعہ لوی ملر 1025ھ سے بموجب پروانہ خان دوران ہم نے مرحمت فرمایا۔ چاہئے کہ موضع مذکور کو معاف اور مرفوع القلم سمجھ کر اس کے سب تصرفات سے چھوڑ دیں۔ کسی وجہ سے بھی اخراجات اور تکلیفات دیوانی سے مزاحمت نہ پہنچائیں۔ تاکہ اس کی حاصلات کو اپنے گزارے کے لئے خرچ کر کے سلطنت کے دوام کی دعاگوئی میں مشغول رہے۔۔۔(13 جلوس)(تحریر رقم 17 ماہ رجب 1311ھ)
(13جلوس)

اس قبالے میں سب سے اہم نام ''خان دوران'' کا ہے۔ ہم کوشش کرینگے کہ ''خان دوران'' کے واسطے سے پیر فرید الدین کے زمانے کا صحیح تعین کریں۔

خانِ دوران:۔ مغلیہ دور میں مختلف نام اور عہدوں کے منصبداروں کو یہ خطاب دیا گیا - ماثر الامراء میں صفحہ 749 (جلد اول) میں خان دوران نصرت جنگ کے احوال میں لکھا ہے۔ ''اس کا نام خواجہ صابر اور وہ خواجہ حصاری نقشبندی کا لڑکا ہے۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں اس کو منصب ملا اور دکن میں تعینات ہوا۔ جب شاہجہان اپنے بیٹے اورنگ زیب سے ناراض ہوا تو بادشاہ نے دکن کا نظام نصرت جنگ کے سپرد کر دیا جو مالوہ کا حاکم تھا اور ہفت ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور ایک لاکھ نقد دے کر سرفراز کیا۔ یہ ہندوستان کی ملازمت کا سب سے بڑا اعزاز تھا۔ 21-6-1645 میں وفات پاگئے اور گوالیار میں اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ تاریخ مرصع میں 264 صفحہ پر خان دوران کو کابل کا صوبیدار لکھا گیا ہے جو مرزا حکیم کی وفات (993ھ بمطابق جولائی 1585ء) کے بعد صوبیدارِ کابل بنا۔

بعد میں صفحہ 252 پر جہانگیر نامہ کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔ ''جہانگیر کے جلوس کے چھٹے سال یعنی 1020ھ میں جب احداد کا واقعہ پیش آیا تو خانِ دوران اپنے بہت سے سپاہیوں سمیت اس وقت ننگرہار اور بنگش کی حدود میں تھا۔''

اب جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے جہانگیر اپنی تخت نشینی سے دو سال قبل زمانہ شہزادگی میں غالباً مارچ 1630ء مطابق 1012ھ میں ہندوستان سے کابل جاتے ہوئے اس طرف سے گزرا۔ اس نے نوشہرہ میں قیام کیا۔ جاگیر دینے کا یہ واقعہ بھی اغلباً اسی سال واقع ہوا ہوگا۔ اس طرح مثل حقیّت پیر سباک اور قصتہ المشائخ کے بیانوں میں مطابقت پیدا ہو جاتی ہے۔

پیر حاجی رکن الدینؒ:۔ پیر سباکؒ کے دوسرے فرزند تھے۔ ان کی اولاد ''حاجی خیل کہلاتی ہے۔ ان کی اولاد کی ایک شاخ موضع لنگر تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک میں ''حویلی پیراں'' کے نام سے مشہور ہے۔ حاجی رکن الدین کے مزار کا علم اب تک مجھے نہ ہو سکا۔ اثر صاحب یہ نام رکن الدین یار محمد لکھتے ہیں۔

رحیم الدین:۔ پیر سباکؒ کے تیسرے فرزند تھے۔ ان کی اولاد رحیم الدین خیل کے نام سے موضع پیر سباک میں موجود ہے۔ محترم اثر صاحب نے ان کا نام مخصہ احمد شاہ اور لقب رحیم الدین لکھا ہے اور مزار مبارک یو۔ پی (ہندوستان) میں بتاتے ہیں۔ ان کے مزار کا بھی اب تک مجھے پتہ نہیں لگ سکا۔ البتہ ان کے ایک پڑپوتے معظم شاہ ابن فاصل شاہ ابن صلاح الدین ابن رحیم الدین رام پور ہندوستان میں بسلسلہ ملازمت رہ چکے ہیں۔

شہاب الدین:۔ تاریخ مرصع میں ان کو پیر سباکؒ کا بیٹا لکھا گیا ہے۔ بعض شجروں میں بھی یہی مذکور ہے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کو تاریخ مرصع میں ''مردِ لارے'' یعنی سیدھے راستے پر چلنے والا'' لکھا گیا ہے اور جنہوں نے شیخ رحمکار کاکا صاحبؒ کے نام ایک پیغام بھیجا تھا۔ اس کا ذکر پہلے ہی کیا جا چکا ہے۔ (ملاحظہ ہو عنوان بہادر خان بابا المعروف ابک صاحبؒ اور کاکا خیل خاندان)

مناقب زین الدین میں پیر فرید الدین کے چار بیٹے ذکر کئے گئے ہیں؛۔
(1)۔ عبد العزیز،(2)۔ شاہ عظیم الدین،(3)۔ شہاب الدین،(4)۔ پیر زین الدین علہیم الرحمتہ.
چاروں فرزند شریعت مقدسہ کے پابند تھے۔ صراط مستقیم پر چلنے والے تھے لیکن ان سب میں پیر زین الدین علومِ ظاہری و باطنی میں امام عصر اور مقتدائے وقت تھے۔ قطب الا قطاب شیخ سعدی لاہوری کے مرید تھے۔ صاحب تصنیف تھے۔ ان کی تصنیفات میں ''بضعتہ الاربعین'' آج دستیاب ہے جو مسائل علم کلام اور اخلاق پر مشتمل ہے۔ پیر زین الدینؒ خارق عادات کے بھی مالک تھے۔ ان کے مناقب ان کے مریدوں نے لکھے ہیں۔ فضل حسین ولد عبد الصمدانی نے نثر میں اور خواجہ ملنگ نے نظم میں ان کے آباواجداد کے اخلاق کریمہ اور اوصافِ حمیدہ کا ذکر کیا ہے۔

مناقب زین الدین کے بارے میں جناب سرفراز خان عقاب خٹک کا بیان ہے:۔''اس سخت کمیاب فارسی قلمی کتاب میں فضل حسین (ولد عبد الصمدانی) نے کتاب مسمی ''بضعتہ الاربعین'' کے مصنف پیر زین الدین پیر سباکی کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ اس کتاب کے صفحات 124 تا 231 نثر میں اور صفحات 238۔264 نظم میں لکھے گئے ہیں۔ بیچ کے صفحات 222-228 پر کتاب قصتہ المشائخ کے کچھ صفحات نقل کئے گئے ہیں۔ اور صفحہ 228 سے صفحہ 235 تک پھر مناقب ہیں۔ اس کتاب میں زین الدین کے آباواجداد اور پیر سباکؒ کے مریدوں کے حالات کتاب قصتہ المشائخ اور مناقب شیخ جی صاحب مصنفہ عبد الحلیم وغیرہ سے لئے گئے ہیں۔ صفحات 184۔237 کی عبارتیں غلط اور نامکمل ہیں۔ نظم کا حصہ لکھنے والا دو جگہ اپنے آپ کو ملنگ کہتا ہے۔ مناقب زین الدین اور اس کا منظوم حصہ بھی 1146ھ کے بعد لکھے گئے ہیں کیونکہ ان میں جو شجرہ دیا گیا ہے وہ محمد معصوم سے شروع ہوتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں پر اس کتاب کے مصنف فضل حسین ولد عبد الصمدانی اور حصہ نظم کے مصنف خواجہ ملنگ کے حالات بیان کریں۔ یہ تحقیق بھی عبد الحلیم اثر افغانی صاحب کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ لکھتے ہیں:۔

''افغان علماء ومشائخ کا ایک خاندان ہے جن کے مورث اعلیٰ کا نام خواجہ عبداللہ ہے۔ان میں ایک عالم کا نام عبد الکریم ملاخیل ہے (ابن عبد لجبار ابن محمد اکبر ابن عبد لکریم ابن محمد عمر ابن خواجہ عبداللہ)۔اس عبدالکریم کے آٹھ فرزند تھے۔محمد شمیم، محمد صدیق، وفا محمد، وغیرہ۔۔۔

ان مین سب سے بڑے بھائی محمد شمیم کے تین فرزند تھے۔عبدالستار، محمد حسام۔عبدالغفار (اس عبدالغفار کی اولاد نے ہندوستان میں ریاست حاجدہ کے نام سے ایک ریاست بنائی تھی)۔عبدالستار ابن محمد شمیم کے فرزند کا نام تھا اخوند عبد لکریم جن کی اولاد اخوند خیل کہلاتی ہے۔اس کے چودہ فرزند تھے۔1۔عبدالہادی، 2۔عبدالمجید، 3۔محمد جی، 4۔فخر الدین، 5۔محمد گل، 6۔ضیاء الدین، 7۔محمد سعید، 8۔عبدالمطلب، 9۔کالا، 10۔فضل احمد، 11-ملنگ، 12۔محمد خطاب، 13۔نور احمد، 14۔غلام رسول، ان میں سے گیارھواں فرزند ملنگ وہی بزرگ اور جلیل القدر عالم اور ادیب ہیں جن کے اشعار ''مناقب زین الدین'' کے مؤلف فضل حسین ولد عبدالصمد نے درج کئے ہیں۔

اس اعتبار سے ملنگ چچا ہے اور فضل حسین بھتیجا اور 1146ھ/1733ء میں فضل حسین نے اپنے چچا ملنگ کے وہ اشعار جو زین الدین پیر سباکی کے مناقب میں تھے اپنی تالیف میں درج کئے ہیں۔اس خاندان میں اخوند عبدالکریم نے سید زین الدین سے فیض حاصل کیا تھا۔اور اس روحانی تعلق کی بناء پر خواجہ خیل خاندان کے ان ممتاز افراد نے سید زین الدین سے اپنی عقیدت کا اظہار کر دیا تھا حضرت خواجہ ملنگؒ کا ایک ہی فرزند تھا: مختار احمد وہ ریاست ٹونک میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔راقم الحروف کو انکی اولاد کا علم نہیں ہے۔غالباً ریاست ٹونک کے مشہور عالم مولانا برکات احمد ٹونکی اسی خاندان میں سے تھے۔

آپ نے فضل حسین ولد عبدالصمدانی لکھا ہے۔یہ نام عبدالصمد ہے۔ان کے بڑے بھائی کا نام مولانا عبدالسلام تھا جو ضلع ہزارہ کے موضع ترنا میں سکونت پذیر تھے اور جن کی نسل باقی ہے۔فضل حسین کے والد مولانا صاجزادہ

عبد الصمد کے پشتو اشعار ہمارے پاس ہیں یہ حضرت عبد الرحمن بابا مہمند سٹر بن کے ہم درس اور رفیق تھے۔ رفاقت کی وضاحت بڑی تفصیل چاہتی ہے۔اس خواجہ خیل خاندان میں بے شمار علماء، مشائخ، ادیب پشتو زبان کے شیوا بیان شاعر ہو گزرے ہیں۔ صاجزادہ محمد رفیق جنہوں نے خان کا چو کی تالیف کا فارسی ترجمہ کیا ہے۔انکے بھائی محمد وفا کا پشتو کلام بلاغت نظام راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:۔

تہ عاشق نہ یئے چہ ناست پہ حىًای بے غم یئے	عاشقی خُو پہ میدان کشِ سر بازی دہ
چہ یو یادَ بل پہ لوری گزر نہ کا	دَ غہ واڑہ پہ دنیا کشِ بے نیازی دہ
یو ساعت پہ عاشق باندے ڈیر کالہ	دَ هجران دَ عمر ھسے درازی دہ
عاشقی دہ پہ دوہ قسمہ حىًا یارہ	وسیلہ و حقیقت تہ مجازی دہ

خواجہ خیلی خاندان کی غالب اکثریت آج کل ضلع ہزارہ میں قبیلہ سواتی کے لوگوں کے ساتھ آباد ہے اور اب بھی مشتر کہ خواجہ خیلی خاندان کے کچھ ذیلی شاخیں سم رانی زائے علاقہ سوات اور اس سے ملحقہ علاقے باجوڑ میں آباد ہیں۔"

گنج علوم پیر زین الدینؒ:۔ آپ پیر فرید الدین کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے. والد محترم کی وفات کے بعد مسند ارشاد کے وارث ہوئے کیونکہ اپنے سب بھائیوں سے فائق تھے۔ عقل و فکر میں انتہائی ذکی تھے۔ فصیح اور بلیغ زبان تھے۔ علم کی ابتدا جامع فضائل و کمالات حضرت مولانا اخوند چالاک (سالاکؒ) سے کی۔اور حقائق و معارف آگاہ مولانا یونس افلاکؒ ساکن تورو کے ہاں اپنے علم کی تکمیل فرمائی۔ طریقت و سلوک کے منازل زبدۃ العارفین حضرت مولانا شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بابرکت میں طے کئے۔

صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ علم کلام واخلاق پر ''بضعتہ الاربعین'' کے نام سے ایک فارسی کتاب لکھی۔ یہ کتاب انہوں نے اپنے پیر و مرشد شیخ سعدی لاہوریؒ کے اشارے اور دعوت پر لکھی۔ اس کتاب کے نو باب ہیں۔ ہر باب میں پانچ حدیثیں بمعہ شرح کے بیان کی گئی ہیں۔ کتاب کا خاتمہ دو حدیثوں پر مشتمل ہے جن میں اہل بیت کرام کے ساتھ نیک برتاؤ اور محبت کی فضیلت کا ذکر ہے۔ کتاب کا سبب تصنیف مصنف کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:۔

(ترجمہ)۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے چالیس (40) حدیثیں اچھی طرح یاد کیں اور دینی فائدے کی خاطر میری امت کو پہنچائیں قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو فقہاء کی جماعت سے اٹھائے گا۔ اور میں اس کی شفاعت کروں گا۔ اور ان کی فرمانبرداری پر گواہی دوں گا۔ احقر الانام زین الدین (جو تمام مخلوق میں سب سے عاجز اور کمتر ہے) نے جب یہ حدیث دیکھی تو پھر میں نے کچھ اوپر چالیس حدیثوں کو جمع کیا اور کچھ اوپر چالیس کتابوں کے ساتھ ترتیب دیا۔ بضع تین سے لے کر نو تک عدد کے درمیان پوشیدہ ہے۔ یہ مختصر اور بہت سے معنوں کا جامع ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس شرف و معزز رتبے تک مجھے پہنچائے گا۔ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت و شہادت کا درجہ ہے کیونکہ وہ سچا ہے اور اللہ تعالیٰ. فرشتے. انبیاء کرام اور مومنین اس کی شہادت دیتے ہیں. انکی وعدہ خلافی کا تصور ہی نہیں ہو سکتا. ان پر درود و سلام ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہیں۔ اور ان کے بغیر ہر چیز طلب رحمت ہے۔'' بضعتہ الاربعین کا ایک خوشخط قلمی نسخہ پیر یونس شاہ ساکن کٹر کی میانوالی کے پاس موجود ہے۔ پیر زین الدین نے علم تصوف اور سلوک کے بارے میں بھی ایک رسالہ تصنیف کیا تھا جس میں طریقت و حقیقت اور معرفت کے عجیب و نادر واقعات درج تھے نیز اپنے سیر و سلوک کے مقامات و مراتب کے بارے میں تفصیل لکھی ہے۔ یہ رسالہ میری نظر سے ابھی تک نہیں گزرا۔

پیر زین الدین ہی نے موضع بیت الغریب یا پیران کی بنیاد ڈالی. صاحب ''مناقب زین الدین'' اس بارے میں یوں لکھتے ہیں:۔

"جب اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے محبت اور جذبہ الٰہی نے ان کے دل میں جگہ پائی تو دن رات عبادت، ریاضت اور مجاہدے میں مشغول ہوگئے۔ بال برابر بھی شریعت پاک اور سنت بیضاء کے راستے سے باہر قدم نہ رکھتے تھے۔ عام لوگوں کے اژدہام سے متنفر ہوگئے۔ ان کی طبیعت خلوت اور گوشہ نشینی کی طرف مائل تھی۔ اس وجہ سے اپنے خویش واقارب سے تعلق توڑ کر سفر اور غربت کا راستہ اختیار کیا۔ اپنے چند خلفاء کے ساتھ پیر سباک سے روانہ ہوئے اور پہاڑوں کے درمیان ایک جگہ کو اپنی طبیعت کے موافق پایا۔ وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ کچھ گھر اپنے خلفاء کے لئے تعمیر کئے اس جگہ کا نام "بیت الغریب" رکھا یعنی مسافروں کی جگہ۔ اپنے لئے وہاں ایک خلوت خانہ بنا کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ وفات تک وہاں مقیم رہے اور وہیں پر دار فانی سے دار جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔

کہتے ہیں جب آنحضرت کے شرف اقامت سے وہ گاؤں مشرف ہوا تو اس گاؤں میں مزید آبادیاں بننی شروع ہوئیں۔ لوگ آنحضرت کے سایہ عنایت کو غنیمت سمجھتے تھے اور ان کی ہمسائیگی میں رہنے لگے۔ تھوڑے ہی عرصے میں آنحضرت کے تصرف و برکت سے وہ جگہ آباد و معمور ہوگئی اور سلاطین و خوانین کو متوجہ کیا۔ بہت سے لوگ دینی و دنیاوی حاجات کو پورا کرنے کیلئے وہاں آنے جانے لگے۔

"مناقب زین الدین" کے مصنف نے ان کی علمیت اور پرہیزگاری کی بڑی تعریف کی ہے۔ لکھا ہے: "عام لوگ ان کو مجتہد وقت سمجھتے تھے بڑے سے بڑے مجمعے کے سامنے ایک مسئلہ پر یہاں تک بولتے کہ کسی کو انکار کی طاقت نہ رہتی تھی"۔ پیر صاحب کے سب سے بڑے مخالف ملا شمس الدین نے بھی ان کے علم ظاہر کی فراوانی کا اعتراف کیا ہے۔

آپ اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ اپنے سخت ترین مخالف کو بھی بُرے الفاظ سے یاد نہ کیا۔ ایک بار آپ کی مجلس میں ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ کے مخالف آپ کی شان میں ایسا اور ویسا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔ "اللہ

تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے شریعت پر استقامت عطافرمائی ہے۔ جو لوگ میری غیبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمریں دراز کرے۔" مصنف مناقب لکھتے ہیں کہ پیر صاحب کی یہ دعا اپنے مخالفین کے حق میں اپنے اسلام ومشائخ کے طریق وتابعداری میں تھی جیسے کہ امام غزالیؒ منہاج العابدین میں لکھتے ہیں کہ ابوسعیدؒ سے کسی نے کہا کہ فلاں آدمی تیری غیبت کرتا ہے۔ ابوسعیدؒ نے کھجوروں سے بھرا ہوا ایک تھال اس کے پاس بھیجا اور فرمایا۔ "میں نے سنا ہے کہ تم اپنی نیکیاں مجھے بطور تحفہ بھیجتے ہو، میں نے اس کے بدلے میں کھجوروں کا یہ ہدیہ بھیج دیا۔"

پیر زین الدین موضع بیت الغریب میں دفن ہیں۔ وہاں مغل طرز تعمیر کی بنی ہوئی ایک عمارت ہے۔ جس کی دیواریں مغل طرز کی چھوٹی اینٹوں کی بنی ہوئی ہیں۔ عمارت کے اندر چار قبریں ہیں۔ ان میں سے مشرق کی طرف سے تیسری قبر جس پر جھنڈا لگا رہتا ہے پیر زین الدین کی قبر ہے۔ باقی تین قبریں ان کے بھائیوں کی ہیں۔ عمارت کے اوپر کوئی چھت نہیں ہے۔ حالانکہ عمارت کے شمال مغربی کونے میں چھوٹی اینٹوں کا بنا ہوا ایک زینہ اب بھی موجود ہے۔ چھت نہ ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے:۔ "جب حضرت زین الدینؒ دار فانی سے دار باقی اور دار فریب سے دار خوشحالی کی طرف رحلت فرماگئے تو ان کے بیٹوں نے ان کی قبر مبارک پر روضہ اور گنبد تعمیر کرنا چاہا۔ قبر کے ارد گرد اونچی دیوار تعمیر کی۔ جب مزار کا گنبد تعمیر کرنے کا مرحلہ آیا تو باوجود کوشش کے نہ بن سکا اور گرجاتا تھا۔ بیٹے بڑے فکر مند ہوئے ایک رات اپنے والد محترم پیر زین الدینؒ کو خواب میں دیکھا۔ جنہوں نے فرمایا:۔ "مجھ سے بارانِ رحمت کو نہ روکو" بیٹے سمجھ گئے اور گنبد کی چھت بنوانے سے ہاتھ روک لئے۔ اس طرح روضہ مبارک نامکمل رہ گیا۔" [4]

[4] زمانہ 1150ھ تا 1260ھ

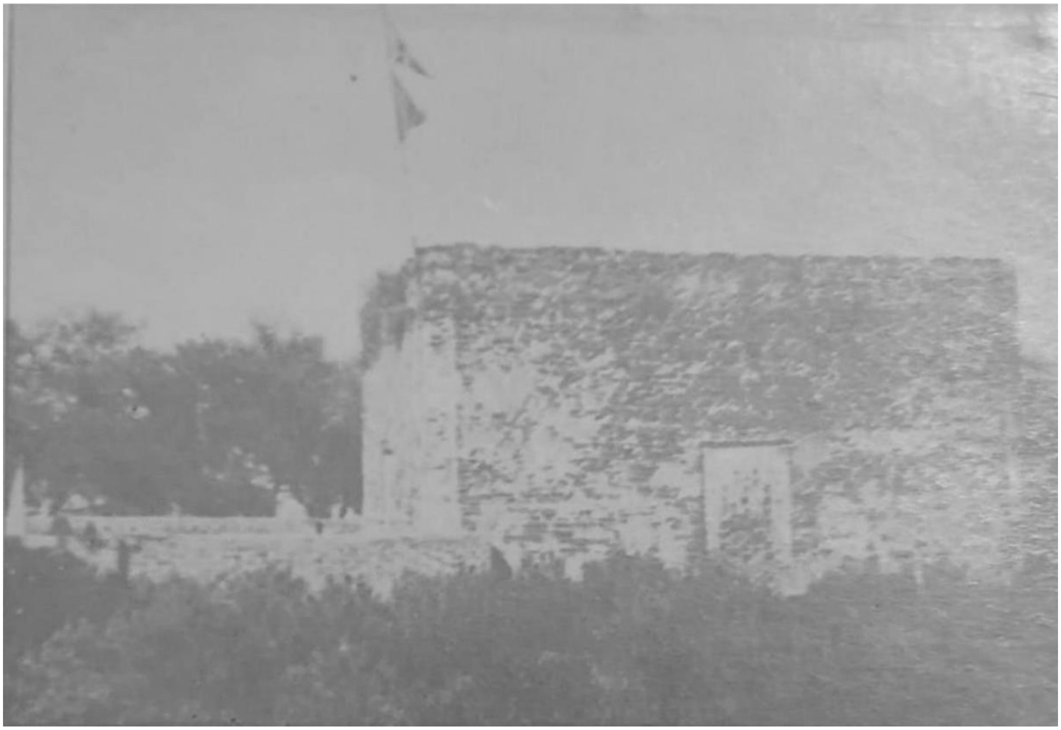

روضہ مبارک بانی بیت الغریب گنج العلوم حضرت پیر زین الدینؒ

زبدۃ العارفین شیخ المشائخ حضرت شیخ محمد یحییٰ اٹکیؒ پیر زین الدین کے ہم پیر وہم استاد تھے۔ان کی ایک بیٹی بھی پیر زین الدینؒ کے بیٹے سید حاجی عبدالشکور سے بیاہی ہوئی تھی۔ جب پیر زین الدین وفات پا گئے تو حضرت یحییٰ اٹکیؒ ان کی تعزیت اور فاتحہ خوانی کے لئے موضع بیت الغریب تشریف لے گئے واپسی پر انہوں نے پیر زین الدینؒ کی قبر مبارک پر مراقبہ فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد سر مبارک کو اٹھایا اور پیر صاحب کے مقامات عالیہ اور درجات جلیلہ کی خبر دی۔ ساتھ ہی ان کی عجیب و غریب کرامات کا ذکر فرمایا۔ اسی وقت ان کے گھر بھی تشریف لے گئے۔ پیر زین الدینؒ کی وفات کے بعد حضرت جیوؒ (شیخ یحییٰ اٹکی) ان کے لنگر اور روضہ مبارکہ کے مختار تھے۔

پشتو کے عالم فاضل شاعر پیر مطیع اللہ نیکہ کوہاٹی نے موضع بیت الغریب کو ایک کانِ معرفت کہا۔ انہوں نے کچھ عرصہ خانقاہ بیت الغریب شریف میں گزارا اور یہ شعر کہتے ہوئے یہاں سے رخصت ہوئے.

(بل یو کان د معرفت بیت الغریب دے۔۔ د عرفان پہ دریاب غرق لہ دے ساحل لاڑ)
ترجمہ: معرفت کی ایک دوسری کان بیت الغریب میں ہے۔ میں (مطیع اللہ) عرفان کے اس دریا میں غرق ہو کر ساحلِ مراد پا چلا۔

حضرت سید زین الدین قدس سرہٗ فرزند ارجمند سید فرید الدین نور محمد قدس سرہٗ اپنے والد ماجد سے سلسلہ سہروردیہ۔ قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ چشتیہ وغیرہ سلاسل میں مجاز طریقت تھے۔ اور ان تمام سلاسل میں آپ کے مجاز طریقت اور سجادہ نشین آپ کے فرزند حضرت شیخ حاجی عبد الشکور صاحب قدس سرہٗ تھے۔ (احوال العارفین صفحہ 508)

پیر زین الدینؒ کی کرامات

ساغری خٹک قوم کا ایک قبیلہ ہے جو علاقہ نرڑہ چھب، ضلع اٹک کیملپور میں آباد ہے۔ کہتے ہیں حضرت پیر زین الدینؒ ایک دفعہ بغرض سیر و سیاحت اس علاقے میں پہنچے۔ چند دن قیام فرمایا۔ جب اس علاقے کے لوگوں کو ان کے ورودِ مسعود کا پتہ چلا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ ''ہم لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں لیکن اس زمین پر سانپ بہت پائے جاتے ہیں۔ سانپوں کے ڈر سے یہ علاقہ غیر آباد بنجر ہے۔ اگر حضرت عنایت و مہربانی فرما کر دعا فرمائیں تو یقین ہے کہ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں سانپوں کے آزار سے محفوظ کر دے۔ حضرت نے ان کے حق میں دعا کی اور فرمایا۔ جاؤ اور اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ۔ سانپ تم لوگوں سے کوئی غرض

نہ رکھے گا۔ آج تک وہ ملک آباد ہے۔ سانپ وہاں کے رہنے والوں سے کوئی غرض نہیں رکھتا اگر بالفرض کسی کو ڈس بھی لے تو تکلیف نہیں پہنچاتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسان ان سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔

یہ نقل تواتر سے چلی آرہی ہے اور بہت مشہور ہے۔ نیز ایک دفعہ جب اس علاقے میں بارش نہ ہوئی تو اس علاقہ کے لوگ جمع ہو گئے اور اس جگہ مل کر طلب باران کے لئے دعا مانگی جہاں پیر زین الدینؒ نے چند روز قیام فرمایا تھا۔ صدقہ و خیرات کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان پر باران رحمت نازل فرمایا۔

حضرت زین الدینؒ اپنی تصنیف ''بضعتہ الاربعین'' میں لکھتے ہیں کہ جب یہ روایت مجھ تک پہنچی کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ جب سواری پر سوار ہونا چاہتے تو پاؤں رکاب میں رکھنے سے لے کر سواری پر قرار پکڑنے تک پورا قرآن ختم کر لیتے۔ فقیر ذرہ نظیر بلکہ اس سے بھی حقیر جو ان سطور کا لکھنے والا ہے کے کانوں نے جب شاہ ولایت امیر المومنین کی یہ کرامت سنی تو اگرچہ اس کی حقیقت میں کوئی شبہ نہیں رکھتا لیکن اس کی کیفیت میں متردد اور حیران تھا ایک رات ذات باری تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک خواب میں دیکھا کہ ہر طرف بڑے بڑے اور حسین پردے ارد گرد لگا دیئے گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ایسی بہتر اور زیبا تھی کہ اس اونچی مجلس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ جس کسی نے بھی کہا بہت اچھا کہا ہے:۔

مجلس بدیں تراوت وخوبی ندیدہ بود　　　باصد ہزار دیدہ فلک در ہزار قرن۔

(ترجمہ) آسمان نے ہزاروں آنکھوں کے ساتھ ہزاروں زمانوں میں اس جیسی روشن اور خوبصورت محفل نہیں دیکھی تھی۔

الحاصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو اشارہ فرمایا کہ قرآن پڑھیں۔ اول سے آخر تک قرآن پاک ایک ساعت میں جس کی مقدار سواری پر سوار ہونے یا اس سے بھی کم وقت تھی، میں ختم

کیااور حاضرین نے اس کے سننے کا شرف حاصل کیا۔آیت (ترجمہ) اللہ تعالیٰ ان کا قرب دنیااور آخرت میں نصیب فرمائے۔اور اس حقیر کی نظر میں ایسا ہوا کہ بجلی نے ایک لحظہ میں سالوں کا راستہ طے کیا اور فقیر ذرہ نظیر کے کانوں میں یہ آواز آئی کہ اس زبان کو اللہ تعالیٰ نے آسمانی بجلی کی سی تیز رفتاری اور روانی عطا کی ہے اس کے بعد میرے دل میں جو خدشہ اور تردد تھا بالکل ختم ہو گیا۔

پیر زین الدینؒ اپنے وقت کے جید عالم اور پیر طریقت تھے۔اس لئے سطحی علم رکھنے والے کم علم علماء اکثر ان پر معترض ہوتے۔ وہ حضرت پر لعن طعن کرتے اور ان کو برا بھلا کہتے۔ حضرت نے ہمیشہ ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا۔ لاہور اور ملتان کے مقتدر علماء نے آنحضرت کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ لیکن یہ لوگ پھر بھی مخالفت سے باز نہ آئے۔اس خاندان کے معاندین کو جب بھی موقع ملا تو وہی پرانے اعتراضات پھر سے اٹھانے لگے۔انہی میں سے ایک ملا شمس الدین بھی تھے جنہوں نے ''مناقب فقیر صاحب'' لکھی۔

ملا شمس الدین کے بیان کا مختصر خلاصہ یہ ہے:۔

''غوث بابا سے نقل ہے جو برہان گل کے حوالے سے کہتے ہیں کہ فقیر صاحب کے وقت میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔اس زمانے میں پیر زین الدین ایک پیر تھا جو رافضی عقیدہ رکھتا تھا۔ عمر، سباک اور چالاک کی نسل سے تھا ان کا رفض کتاب سے ثابت ہے۔اخوند صاحب (اخوند درویزہ) نے تذکرہ میں عمر اور چالاک کا حال لکھا ہے۔ کہ یہ پیر منکہ کی اولاد ہیں جو قندھار کا ایک چور تھا۔

خوگیانی سید نہیں ہے اور نہ ہی خوگیانیوں میں پیر ہیں۔ان سب کا عقیدہ خراب ہے۔ زین الدین کا ظاہری علم بہت تھا اور اسکے عقائد مندرجہ ذیل تھے:۔

اول وہ یزید پر لعنت جائز سمجھتا تھا۔اس کا دعویٰ ہے کہ میں نے یزید کو دوزخ میں جلتا ہوا دیکھا۔ دوم یہ کہ خیرات مر جانے والے کو نہیں پہنچتا۔اس کو دعا کی ضرورت نہیں۔اس کی دلیل قرآن پاک کی یہ آئیہ کریمہ ہے:۔ کل نفس بما کسبت رھینۃ۔ سوم یہ کہ انہوں نے ''مخزن'' (تصنیف اخوند درویزہؒ) پر بھی اعتراض کیا۔

الغرض علماء اس گمراہی سے باخبر ہوئے اور بلنڑاخون صاحب جن کا نام ظہیر الدین تھا بمع چھچھ اور ہزارہ کے علماء اور امی لشکر بنا کر ولئی گاؤں پر حملہ آور ہوئے۔ زین الدین نے بھاگ کر افضل خان کے پاس پناہ لی۔ مخالفین نے ولئی میں ان کے چند گھروں کو جلادیا۔ (1097ھ میں سخت قحط کے بعد وبا پھوٹ پڑی۔ خوشحال نے اسے 'غواص دکال وبا' کہاہے۔ ہو سکتا ہے اس قحط کی طرف اشارہ ہو۔ چراغ)

اب ان الزامات کا جواب دینے سے پہلے ضروری ہے کہ ملا شمس الدین اور ان کے راویوں کا مختصر سا تعارف کرایا جائے۔

شمس الدین:۔ قوم سے کاکا خیل تھے۔ شجرہ نسب یوں ہے:۔ میاں شمس الدین ابن زبیر ابن قیاس الدین ابن حضرت ضیاءالدین شہید المعروف بہ آزاد گل ابن شیخ رحمکار کاکا صاحبؒ۔

جس شاخ سے میاں شمس الدین تعلق رکھتے تھے وہ زیادہ تر زیارت کاکا صاحب میں ہیں اور چند ایک گھرانے موضع ولئی میں بھی ہیں شمس الدین مندرجہ ذیل کتابوں کے مصنف ہیں (1) مناقب امام اعظمؒ (2) مناقب شیخ رحمکارؒ (3) مناقب فقیر جمیل بیگ۔

آخری دو کتابیں پشتو نظم میں اور تاحال قلمی ہیں۔ یہ دونوں کتابیں راقم الحروف کی نظر سے گزر چکی ہیں۔ محقق فضل رضا نے بھی ان کو بارویں صدی ھجری کا شاعر لکھا ہے۔ ملا شمس الدین کو لالہ اور موصوف نے 1124ھ میں قتل کر دیا تھا جو قوم کاکا خیل کے دو سرکش اور خود سر افراد تھے اور قیاس الدین کی اولاد میں سے تھے۔

غوث بابا:۔ شیخ ضیاء الدین (ابن کاکا صاحبؒ) کے پانچویں بیٹے۔ قیاس الدین کے آٹھ بیٹے تھے۔ ان میں سے دوسرے غوث بابا تھے، ضیاء الدین المعروف شہید بابا کی شہادت کے بعد خوانین اکوڑہ کے ساتھ جو کشمکش جاری رہی ہے۔ قیاس الدین کی اولاد نے اس میں خصوصیت کے ساتھ نمایاں حصہ لیا ہے۔ غوث بابا کی اولاد خاندان

باباخیل کے نام سے مشہور ہے۔ ساولڈھیر ضلع مردان مصری بانڈہ، نوشہرہ کلاں، سورڈھیر تحصیل صوابی اور کوگا علاقہ چلہ میں بھی اس خاندان کے کافی افراد آباد ہیں۔

برہان گل:۔ شیخ ضیاءالدین کے تیسرے بیٹے کا نام برہان الدین یا برہان گل بابا تھا۔ان کے تین صاحبزادے تھے۔ سید محمد، فضل محمد، حاجی گل، پہلے دو تو لاولد وفات پاگئے۔حاجی گل صاحب کی اولاد موضع ولئی متصل زیارت کاکا صاحب میں ہے۔

* بلنڑاخون صاحب:۔ میاں شمس الدین نے ان کا اصل نام ظہیر الدین بتایا ہے۔اب تک بلنڑاخون صاحب کی شخصیت کا تعین میں نہ کر سکا۔ لیکن روشن خان صاحب نے تواریخ حافظ رحمت خانی'' میں میاں نور کے متعلق لکھاہے کہ ان کی زیارت بنڑبابا (20) سے شہرت رکھتی ہے اور علاقہ دیر کے موضع خال میں واقع ہے میاں نور کا اعزازی لقب اخون تھا۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے خوشحال خان خٹک کے ساتھ ان کے دورہ سوات میں مناظرہ کیا تھا۔ وجہ مناظرہ یزید پر لعنت یا عدم لعنت کے جواز کا تھا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ میاں نور ایک نیم' ملا تھا اور مغلوں کا ایجنٹ تھا جو نہیں چاہتا تھا کہ یوسف زئیوں کے ساتھ خوشحال خان کا اتحاد و تفاق قائم ہو جائے اور مغلیہ سلطنت کے لئے خطرہ بن جائے محترم محقق کامل صاحب نے بھی خوشحال خان کا اخوند درویزہؒ باباؒ کو برا بھلا کہنے کا سبب میاں نور ہی کو بتایا ہے۔

اب آتے ہیں میاں شمس الدین کے اعتراضات کی طرف۔

کیا پیر زین الدینؒ رافضی عقیدہ رکھتے تھے؟ یقیناً نہیں۔اور اس کا سب سے بڑا ثبوت ان کی کتاب بضعتہ الاربعین کا نواں باب ہے جس میں وہ صحابہ رضوان اللہ اجمعین کے فضائل بیان کرتے ہیں اور ان لوگوں کو زندیق تک لکھا ہے جو صحابہ کرامؓ پر جرح کر کے ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ صحابہ کی خطائیں معاف ہیں۔ وہ حضرت علی کرم اللہ

وجہہٗ اور امیر معاویہؓ کے درمیان جنگ کے بارے میں اس بزرگ کی رائے سے متفق ہیں جو اس طرح کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ، اور حضرت امیر معاویہؓ کو پردے کے اندر حساب کیلئے لیجایا گیا۔ کچھ دیر بعد امیر المومنین علی مرتضیٰ باہر تشریف لائے اور کہا۔ الحمد اللہ کہ حق میری جانب تھا کچھ دیر بعد امیر معاویہؓ نے باہر آکر فرمایا۔ الحمد اللہ کہ مجھ سے درگذر فرمایا گیا۔ کیا ایسے خیالات و نظریات رکھنے والا بزرگ رافضی ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ صحیح العقیدہ اہل سنت والجماعت کا یہی نظریہ ہے۔ اب آتے ہیں ملا شمس الدین صاحب کے دیگر اعتراضات کی طرف۔ اخوند درویزہؒ کی کتاب میں پیر زین الدینؒ کے بزرگوں کو رافضی نہیں کہا گیا ہے۔ پیر منکہ والی روایت پر پہلے ہی بحث ہو چکی ہے البتہ اخوند درویزہؒ نے ژدونی (زدرانی) قبیلے کے خواجہ کی روایت لکھی ہے۔ فقیر شمس الدین نے انہیں خوگیانی لکھا ہے۔ اس بات میں حقیقت صرف اس قدر ہے کہ پیر زین الدینؒ کے دادا شاہ اسمٰعیل ملتان سے آنے کے بعد خوگیانی قبیلے کے پڑبہہ شاخ میں مقیم ہو گئے اور وہیں انہوں نے شادی کی۔ وہ خود خوگیانی نہ تھے بلکہ ان کے آباواجداد بخارا سے علاقہ خوست میں آئے تھے۔

اب آتے ہیں پیر زین الدینؒ کی طرف منسوب عقائد کی جانب۔

(1) جہاں تک یزید پر لعنت کے جواز کا تعلق ہے تو بہت سے اہلسنت والجماعت بزرگ اس نظریئے کے قائل رہے ہیں۔ علمائے اہل السنۃ میں سے جو لوگ جواز لعنت کے قائل ہیں ان میں ابن جوزی، قاضی ابوالعلی، علامہ تفتازانی اور علامہ جلال الدین سیوطی نمایاں ہیں اور عدم جواز کے قائلین میں نمایاں ترین بزرگ امام غزالی اور امام ابن تیمیہ ہیں۔ حافظ ابن کثیر کے بقول امام احمد بن حنبل بھی جواز پر لعنت کے قائل تھے۔ مگر علامہ سفارینی اور امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ زیادہ معتبر روایات کی رو سے امام احمد یزید پر لعنت کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے (بحوالہ خلافت وملوکیت، ابوالاعلی مودودی 183)

اگرچہ بعض اس معاملہ میں اس وجہ سے سکوت کے قائل ہیں کہ یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کی روز قیامت پرسش ہو گی۔ جہاں تک اخوند درویزہؒ اور ان کے مکتب فکر علماء کے اس بارے میں نظریہ کا تعلق ہے تو وہ اہل سنت والجماعت سے زیادہ ناصبیوں سے ملتا ہے۔ اس پر آپ پہلے ہی جناب امیر حمزہ شنواری صاحب کے مرشد عبدالستار بادشاہ کا قول دیکھ چکے ہیں۔ اخوند درویزہؒ کے ان ہی نظریات کی بناء پر مشہور افغان شاعر خوشحال خان نے ان کی سخت مخالفت کی ہے اور اخوند صاحب کے مرید میاں نور کو ایک مناظرے میں نیچا دکھایا۔ خوشحال خان' اخوند صاحب کی کتاب ''مخزن'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

نامعقولہ مجہول بیان بکشِ بے ئحایہ
پہ کشِ بدۂ سید وایہہ یزید ستایہہ

حضرت پیر زین الدینؒ سے یہ بات بھی منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے یزید کو دوزخ میں جلتا ہوا دیکھا۔ اس بارے میں ان کا جو بیان کتاب ''بضعتہ الاربعین'' میں آیا ہے وہ یوں ہے:۔

''زبدۃ العارفین مجدد الف ثانی شیخ احمد کابلیؒ نے اپنے مکتوبات شریف میں یزید پر لعنت جائز ہونے پر یہ آیتِ کریمہ بطور دلیل دی ہے۔''

(ترجمہ)۔ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذاء و تکلیف دی۔ لعنت ہے ان پر اللہ کیطرف سے دنیا و آخرت میں اور تیار کیا گیا ہے انکے لئے عذاب ذلت اور رسوائی۔

نیز ہادی المسلمین میاں شیخ اسد اللہ مرحوم اور عرفان ہدایت شیخ سعدی لاہوری، حضرت مولانا سعد اللہ وزیر آبادی 977ھ تا 1120ھ) اور شیخ سعدی لاہوری بخاریؒ (1003ھ تا 1108ھ)، دونوں شیخ آدم بنوریؒ کے خلفاء میں سے تھے' جمع کثیر کے سامنے یزید کو اس بددعا سے یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت قدوۃ

المحققین شیخ آدم بنوریؒ کی زبان مبارک سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے پردوں کو اٹھا کر مجھے دوزخ دکھلایا تو یزید بدبخت کو میں نے دوزخ میں دیکھا۔

شمس الدین نے دوسری بات جو حضرت زین الدینؒ سے منسوب کی ہے وہ یہ ہے ''خیرات مر جانے والے کو نہیں پہنچتی۔ اس کو دعا کی ضرورت نہیں۔ اس کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ ہے:

کل نفس بما کسبت رھینۃ

(ترجمہ) ہر متنفس اپنے کسب کے بدلے رہن ہے''۔ (تفہیم القرآن۔ سورہ مدثر۔ صفحہ 351)

اس مسئلہ کے بارے میں صرف یہ کہوں گا کہ بضعتہ الاربعین میں یہ عبارت میری نظر سے نہیں گزری۔ ویسے بھی یہ موحدین، موجودہ نجدیوں اور وہابیوں کا نظریہ ہے جو ایک آستانہ دار اور پیری مریدی کا دھندہ کرنے والے بزرگ سے منسوب کرنا زیادتی ہی ہوگی۔ یہ انتہائی نقطہ نظر معتزلہ کے سوا اہلِ اسلام میں سے کسی نے اختیار نہیں کیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تفہیم القرآن جلد پنجم۔ صفحہ 5 مولانا مودودیؒ۔

سوم الزام یہ ہے کہ پیر زین الدینؒ نے ''مخزن'' جو اخوند صاحب کی تصنیف ہے میں قصیدہ بردہ کے ایک پشتو میں ترجمہ شدہ شعر پر اعتراض کیا۔ شمس الدین نے پیر زین الدین کے اعتراض کو یوں بیان کیا ہے۔

یوہ ونہ وہ اغزنہ
ماراو کشہ لمخزنہ

(ترجمہ) ایک کانٹے دار درخت تھا جو میں نے مخزن سے نکال دیا۔

''مناقب زین الدین'' میں یہ اعتراض یوں بیان کیا گیا ہے۔ ''اخوند درویزہؒ'' اپنی شرح مخزن شریف میں ''قصیدہ بردہ'' کے اس شعر کے معنی میں لکھتے ہیں جو پشتو زبان میں ہے (ملوبے بھید لے تر تلی نہ دریڑی) یعنی معنی اس کا یہ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک میں انتہائی عبادت، ریاضت اور ساری رات کھڑے رہنے کے سبب ورم آجاتا تھا اور ان کے تلووں مبارک سے زرد پانی بہتا رہتا' تو حضرت مولانا پیر زین الدینؒ نے فرمایا کہ یہ عبارت سید المرسلینؐ کی شان اقدس میں سچی اور درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس عبارت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحبِ عذر اور معذور تھے۔ حالانکہ آنحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تمام زندگی میں اپنی امت کے دائمی امام تھے کسی کے پیچھے آنحضرتؐ نے کبھی نماز نہیں پڑھی مگر ایک دو نمازیں جو امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی گئیں اور اس عبارت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معذور قرار دیا اور صاحب عذر کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اس کی امامت جائز نہیں۔''

اس بارے میں ہماری تحقیق یہ ہے کہ حضرت امام شرف الدین محمد البوصیریؒ کے اس مشہور قصیدہ کا یہ شعر یوں ہے:۔

ظلمتُ سنۃَ مَن اَحیَ الظَّلَامَ اِلیٰ ۔۔۔ اَنِ اشتَکَت قَدَماہ الضُرَ مِن وَرَمِ

اب قصیدے کا ترجمہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں ہو چکا ہے۔ فارسی ترجمہ حضرت ملا عبد الرحمن جامیؒ کا ہے اور اردو ترجمہ جناب محمد فیاض الدین نظامی بہزاد دکن کی کوشش ہے۔

اردو: اس نبیؐ کی پاک سنت پر کیا میں نے ستم
تھا قیام شب سے جن کے پائے نازک پر ورم

فارسی: من ستم کردم بسے بر سنت خیر الرسل
آنکہ ازاحیائے شبہا پائے وے کردے ورم

اب اخوند درویزہ نے اس شعر کا پشتو ترجمہ یوں کیا ہے:

پیرَوِی مے دَ حبیب ﷺ دخوئی ونکڑہ۔
ھر چہ دۀ بہ تورے شبے ژونڈہ وے۔
دواڑہ پشے پڑسیدے لہ سختیہ
ملوبے بھیدے تر تلی نہ دریڑی

''مخزن'' کے حاشیے میں ملوبے کی وضاحت یوں کی گئی ہے:۔
(نرم، پتلا خون، یعنی زرد خون بھی جاری ہو جاتا) اب پتلا خون زرد پانی کی طرح ہوتا ہے۔

میرے خیال میں اگر اخوند صاحب صحیح ترجمہ (21) کرتے اور صرف پاؤں سوج جانے کا ذکر کرتے اور اس میں پاؤں مبارک سے پتلا خون جاری ہونے کے الفاظ کا اضافہ نہ کرتے تو یہ ترجمہ کلام مبارک کا صحیح مفہوم ادا کرتا۔
اس کے علاوہ بھی کتاب ''مناقب زین الدین'' میں ایک مسئلہ درج ہے جو پیر زین الدینؒ اور ان کے ہمعصر علمأ کے درمیان باعث نزاع تھا۔

مولانا پیر زین الدینؒ اپنی کتاب ''بضعتہ الاربعین'' میں لکھتے ہیں کہ آسمانی نکاح صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ام المومنین حضرت زینبؓ بھی اس پوشاک پر مشرف ہیں جیسا کہ حضرت زینبؓ کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے:۔

(ترجمہ) جب زید نے اس کو طلاق دے دی تو ہم نے آپؐ کا اس سے نکاح کر دیا۔۔۔)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینبؓ کے گھر بغیر عمومی قاعدہ قانون کے تشریف لے گئے۔ حضرت زینبؓ نے فرمایا کہ بغیر پیغام نکاح اور گواہوں کے آئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نکاح میں دینے والا اور جبرائیل علیہ السلام گواہ ہے۔ اور حضرت زینبؓ تمام ازواج مطہرات پر فخر کرتی تھیں کہ میرا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ جل شانہٗ نے باندھا ہے اور وہ میرا متولی بن چکا ہے۔ اور آپ لوگوں کو متولی اور نکاح میں دینے والے اپنے اولیاء اور اقارب ہیں۔ کذا ذکر فی المواہب علیہ تو جو لوگ نکاحِ آسمانی صرف عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ تخصیص کرتے ہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ ان کا کیا مطلب ہے اور ان کی سند کیا ہے۔ اس آیت کے ظاہری معنی سے بھی ناواقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ حقیقت حال جانتا ہے (22)۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری مخالفت موضع ولئی پر قبضہ کرنے کا ایک بہانہ تھا۔ نہ تو خوشحال خان نے جہیز میں میاں آزاد گل صاحب کو موضع ولئی میں حصہ دیا تھا۔ اور نہ ہی ولئی پر پیر سباکیوں کا قبضہ پیر زین الدینؒ کے وقت سے شروع ہوا۔ عُقاب خٹک صاحب اپنی کتاب "پیر سباک" کے صفحہ 13 پر لکھتے ہیں:۔

"نیز نہ تو ولئی میں آزاد گل کا کوئی دخل ہی ثابت ہوتا ہے (کیونکہ جو رقبہ اب ولئی میں کاکاخیلوں کے قبضے میں ہے اس پر ان کے بزرگوں نے صرف چار پانچ پشت پہلے ہی قبضہ مخالفانہ کیا ہے جبکہ وہ خاندانی دشمنی کی وجہ سے موضع زیارت کاکا صاحب سے ولئی چلے آئے۔"

یہ معلوم ہوا کہ میاں شمس الدین اور ان کے ذکر کردہ بزرگ وہی لوگ ہیں جن کی اولاد اب موضع ولئی میں آباد ہے بعد میں پاپا میاں صاحب نے سرکاری اثر ورسوخ سے کام لے کر موضع ولئی اور بیت الغریب کے آبی وسائل کا معاوضہ بھی حکومت انگریز سے لے لیا اور اصل مالکان کو نہ دیا۔ یہ پاپا میاں صاحب برہان الدین اور شمس الدین کے خاندان میں سے تھے یعنی زبیر این قیاس الدین کی اولاد میں تھے اور دشمنی ان کے خاندان کی تھی۔ (بحوالہ خطوط میاں بہادر شاہ ظفر کاکاخیل)

پیر زین الدین قدس اللہ سرہٗ کے گیارہ فرزند تھے جو بقول مصنف کتاب ''مناقب زین الدین'' سب کے سب پرہیز گار، صاحب تقویٰ اور شریعت و سنت رسولؐ کے راستے پر مستقیم تھے۔ عبد الشکور اور کرم دین (ایک ماں سے) اسد اللہ اور حافظ محمد عمر (ایک ماں سے) محمد علی اور شاہ نجم الدین (ایک ماں سے) محمد سعید جن کو مسعود شاہ بھی کہتے ہیں۔ سعد الدین (ایک ماں سے) عماد الدین۔ عبد الحق۔ قیاس الدین (ایک ماں سے) مناقب زین الدین میں ایک بھائی کا نام غلام محی الدین درج ہے۔

پیر زین الدین کے دو بیٹوں حاجی عبد الشکور اور حافظ محمد عمر کے بارے میں مصنف '' مناقب زین الدین'' لکھتے ہیں۔ ''صاحب کمال اور ارباب حال تھے۔''

حاجی عبد الشکور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت سرالاعظم شیخ یحییٰ اٹکیؒ کے خلیفہ تھے۔اس کے علاوہ طریقہ عالیہ قادریہ سے بھی منسلک تھے۔ سلسلہ قادریہ میں ان کے مرشد کون تھے؟اس بارے میں ہم مناقب زین الدین سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ جہاں لکھا ہے:۔

''حضرت مولانا سید معصوم شاہ(ابن عبد الشکور) کے بزرگان طریقہ سہروردیہ میں سے تھے اور مولانا صاحب خود ابتدائی زمانہ سلوک میں قادریہ طریقے سے پوری طرح محبت رکھتے تھے۔ حضرت سرالاعظمؒ نے ان کو طریقہ نقشبندیہ میں داخل فرمایا۔ مولانا شاہ معصومؒ فرماتے ہیں کہ جس دن سرالاعظم نے مجھے طریقہ نقشبندیہ میں داخل فرمایا تو خواب دیکھتا ہوں کہ حضرت خواجہ بزرگ (23)، حضرت عبدالقادر جیلانیؒ میرے والد اور حضرت سرالاعظم دریا کے کنارے بیٹھے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ مجھ سے طریقہ قادریہ چھوڑ کر نقشبندیہ میں داخل ہونے پر رنجیدہ اور خفا ہیں لیکن خواجہ بزرگ میری طرف سے ان کے حضور میں سفارش کرتے ہیں اور اس طرح اس رنجش و خفگی کو دور فرمایا۔''اس باطنی واقعہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ

محمد معصومؒ طریقہ قادریہ میں اپنے والد محترم سے بیعت تھے۔اب طریقہ قادریہ میں حضرت سیدنا و مولانا اخوند حافظ شیخ عبد الغفور باباجی صاحب سوات کا شجرہ طریقت یوں یوں ہے۔

"و شیخ جنیدی پشاوری اجازت دیگر از سید معصوم شاہ جہان آبادیءساکن در پشاور واواز حاجی سید واواز شیخ خیر اللہ جی واواز شیخ غیاث الدین واواز شیخ عبد الرزاق واواز سید زین الدین واواز سید میر میران واواز شیخ سلیمان واواز شیخ نظام الدین".

اثر صاحب فرماتے ہیں کہ شاہ جہان آباد وہی مقام ہے جو پیر سباک کے مغرب میں واقع اور آج کل نوشہرہ کلاں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔البتہ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ حاجی سید کون ہے؟ کیا اس سے شاہ معصوم کا اپنا باپ مراد ہے جو حاجی سید عبد الشکور نام رکھنے کی وجہ سے ممکن ہے حاجی سید کہلائے ہوں. یا نوشہرہ کلاں کے وہ حاجی سید جنکا شجرہ نسب سید شلالان سے جاملتا ہے. اس حاجی سید کے پیر طریقت خیر اللہ جی کو ہم صحیح طور سے نہیں جانتے۔ سید حاجی عبد الشکور کے جائے قیام ملاں منصور کے مشرق میں ایک گاؤں کا نام گوندل مشہور ہے جس کا اصل نام خیر و خیل ہے۔ اگر حاجی سید سے حاجی عبد الشکور مراد لیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کا پیر طریقت موضع گوندل (خیر وخیل) کے شیخ خیر اللہ ہونگے۔ سید شیخ جنید کے والد کا نام بھی شیخ خیر الدین ہے۔ حاجی سید عبد الشکور کو طریقہ سہروردیہ میں خلافت اپنے والد سے ملی تھی۔ سید عبد الشکور ابن سید زین الدین کا حال کتاب احوال العارفین میں یوں بیان ہے۔

شیخ المشائخ حضرت حاجی سعید سید عبد الشکور صاحب قادری قدس سرہٗ آپ کی استعداد بہت بلند تھی اور طلب حقیقی اور عشق الٰہی کے جذبہ میں سرشار تھے۔مزید طلب حق کی غرض سے حضرت شیخ سید شاہ خیر اللہ قادری قدس سرہٗ خلیفہ حضرت شیخ سید شاہ غیاث الدین قادری قدس سرہٗ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت

ہو کر اس سلسلہ کے منازل سلوک طے کئے اور مجاز طریقت ہوئے۔اور اسی سلسلہ قادریہ میں لوگوں کی تربیت فرماتے رہے . صاحب درس تدریس اور تعلیم علوم باطنی میں کامل اکمل تھے آپ نے موضع ملاں منصور خانقاہ فرمائی۔ جہاں ہزارہا مخلوق آپ سے علوم ظاہری و باطنی میں فیض یاب ہوئی۔آپ صاحب تصنیف بھی تھے۔آپ کی تصنیف کردہ ایک کتاب کا ایک نسخہ در ملکیت صاجزادگان موضع ملاں منصور، مضافات اٹک (خورد) ضلع کیمبل پور میں ہے جو اٹک سے بجانب مشرق دو تین میل کے فاسلہ پر بر لب سڑک بجانب جنوب ایک گاؤں ہے۔اس گاؤں کے مشرق میں آپ کے شیخ کا گاؤں گوندل واقع ہے۔

آپ نے وہیں وصال فرمایا۔وہیں مزار مبارک ہے۔

اولاد:۔آپ کے دو صاجزادے تھے۔

1)حضرت شیخ سید محمد معصوم

2)حضرت شیخ سید میر محمد شاکر قدس سر ھم۔ان کی تصنیف میں دیوانِ شاکرؔ ہے۔(احوال العارفین۔ صفحہ 506-508)

میں بعد مرگ بھی بزمِ وفا میں زندہ ہوں
تلاش کر میری محفل میرا مزار نہ پوچھ

یہاں ان بزرگوں کا بھی مختصر ساذکر کرنا بے جانہ ہوگا۔ جو عبدالشکور ہی کے نام سے موسوم تھے اور حضرت عبد الشکور ابن زین الدینؒ کے تقریباً ہم عصر تھے لیکن مناقب۔ سیرت اور تصوف کی اکثر کتابوں میں ان کے حالات زندگی کو ایک دوسرے سے ممیز نہیں کیا گیا ہے۔

شیخ عبدالشکورؒ:۔ حضرت جی اٹکیؒ کے دو پوتے تھے۔ شیخ عبدالشکور اور شیخ عبداللہ۔ قوم کے چغتائی مغل تھے۔

مولانا سید عبدالشکور اٹکی رحمتہ اللہ علیہ:۔ڈاکٹر محمد حنیف اسلامیہ کالج پشاور اپنے ایک مقالے میں ان کا ذکر یوں کرتے ہیں۔آپ کا اسم گرامی عبدالشکور اور والد بزرگوار کا نام اسحاق تھا۔آپ نسبا" سیّد۔ مذھباً حنفی اور طریقتاً نقشبندی تھے۔آبائی وطن ٹھٹہ (ٹھٹھہ) تھا۔آپ کے والد ماجد سید اسحاق وہاں پر پیدا ہوئے تو حضرت آدم بنوریؒ کے ایما پر حضرت نظام الدین تھانیسریؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی اپنے پیر مرشد کے کہنے پر شہر اٹک کے مضافات میں چھچھ کے مقام پر سکونت اختیار کی۔ اٹک میں سکونت کے دوران حضرت سید عبدالشکور پیدا ہوئے۔1099ھ میں حضرت سعدی لاہوریؒ نے ان کے ہاں اٹک میں قیام فرمایا۔اور وہیں ارشاد بیعت کے منصب جلیل سے سرفراز فرمایا۔ حضرت مولانا عبدالشکور نہایت ایمان دار، عابد وزاہد اور مرتاض بزرگ تھے۔ حضرت جی اٹکیؒ اور میاں محمد عمر چمکنیؒ دونوں ان کے بڑے مداح تھے۔مولانا سید عبدالشکورؒ بعض حوادث کے سبب اپنا گاؤں چھوڑ کر پشاور آئے اور یہاں موضع تیراھیاں میں چند سال تک قیام فرمایا۔ میاں صاحب چمکنی یہاں سکونت کے دوران ان کی خدمت میں آیا جایا کرتے تھے۔مولانا سید عبدالشکور ایک شقی القلب چور کے ہاتھوں شہید ہوئے یہ واقعہ 23 محرم 1112ھ میں پیش آیا۔آپ کو اٹک سے تقریباً بارہ میل دوران کے گاؤں موضع ابابکر میں سپرد خاک کردیا گیا۔(بحوالہ کتاب طواہر السرائر۔از میاں محمد عمر چمکنیؒ)

حضرت شیخ محمد عبدالشکور اٹکی کے بارے میں راجہ نور محمد نظامی صاحب کی تحقیق کچھ یوں ہے: "حضرت شیخ محمد عبدالشکور شاکر بن مولانا شیخ اسماعیل بن حضرت سرالاعظم مولانا شیخ محمد یحییٰ المعروف حضرت جی اٹکی ۱۱۱۲ھ بمطابق ۱۷۰۰ء میں اٹک میں پیدا ہوے ء۔آپکی تعلیم وتربیت آپ کے دادا حضرت سرالاعظمؒ کے زیر سایہ ہوی ء۔ سلوک' تصوف کی منازل بھی ان ہی کی زیر نگرانی طے ہوے ء۔آپکی ساری زندگی اٹک میں بسر ہوی ءاَگرچہ درمیان میں کچھ عرصہ نوشہرہ میں مقیم رہے۔۔۔آپ صاحب تصانیف عالم اور صاحب دیوان شاعر ہونے کیساتھ ساتھ اپنے وقت کے نامور فقیہ بھی تھے۔آپ کا تخلص شاکر تھا۔۔۔ گہرے بادامی رنگ کے کاغذ پر درمیانی تقطیع کے ۹۶ صفحات پر محیط خوش خط جلی نستعلیق میں دیوانِ شاکر میں مختلف اصناف سخن مثلا" مناجات'قصیدہ'مثنوی'

مسدس 'نوحہ۔۔۔ سبھی کچھ شامل ہے۔۔۔ شیخ عبدالشکور نے اٹک میں وفات پای٫اور حضرت سرالاعظم کے مزار کے مغرب کی طرف ایک چار دیواری میں آپکی قبر واقع ہے"

(یہ مقالہ ایرانی قونصلیٹ اسلام آباد کے جریدے 'پیغام آشنا' کے جون ۲۰۰۱ء کے شمارے میں چھپا)

سادات بوٹہ (ضلع اٹک):

حافظ محمد عمرؒ:۔ ان کا خاندان آج کل حافظ خیل کہلاتا ہے ۔ملنگ ان کی یوں تعریف کرتے ہیں۔

؎ چارم بن حافظ عمر در دورِ خویش پنجہء محکم زند در دین و کیش

[یعنی (زین الدینؒ کا) چوتھا بیٹا حافظ محمد عمر اپنے وقت میں دین وملت کا ایک مضبوط پنجہ تھا۔]

حافظ محمد عمر کے بارے میں قاضی عبدالحلیم اثر صاحب لکھتے ہیں:۔

"ان ہی شاہ معصوم (24) ساکن پشاور کے وہ بھائی جن کا نام محمد عمر تھا اور جو بعد میں ضلع کیمبل پور (اٹک) چلے گئے تھے وہ بھی حضرت سرالاعظم شیخ محمد یحییٰ عرف حضرت جی صاحبؒ اٹک کے مرید تھے اور پشاور شہر کے محلہ آسیا میں مقیم تھے۔ حضرت غوث الافغان میاں محمد عمرؒ چمکنی کے ایک مرید تھے۔ دادینؒ اس نے ستر سال کی عمر میں 1219ھ/1804ء میں مناقب میاں عمر کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ فرماتے ہیں۔

یو ھم نام دَ چمکنو دَ صاحب وایئم
زہ ئے کور پہ سر آسیا درتہ خایئم

(یعنی حضرت محمد عمر چمکنیؒ کے ایک ھم نام کا ذکر کرتا ہوں اور اُن کی رہایش گاہ پشاور کے علاقے سر آسیا میں آپ کو بتاتا ہوں)

قصتہ المشائخ میں لکھا ہے کہ کمال بوٹہ نام گاؤں (واقع کیمبل پور) کے لوگ چوروں کے ہاتھوں تنگ آ گئے اور انہوں نے پیر محمد معصومؒ سے درخواست کی جنھوں نے اپنے چچا محمد عمر جو عُمر میں ان سے کم تھے کو ان لوگوں کے ساتھ بھیج دیا۔ تیمور شاہ ابن احمد شاہ ابدالی کی طرف سے سادات پیر سباک کو جو سند 27، ربیع الثانی 1200ھ (مطابق 27 فروری 1728ء) کو دی گئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ محمد عمرؒ احمد شاہ ابدالی کے زمانے میں بقید حیات تھے لیکن اس سند کے دیئے جانے سے پہلے وہ فوت ہو چکے تھے۔

حافظ محمد عمر کی اولاد کا شجرہ یوں ہے۔

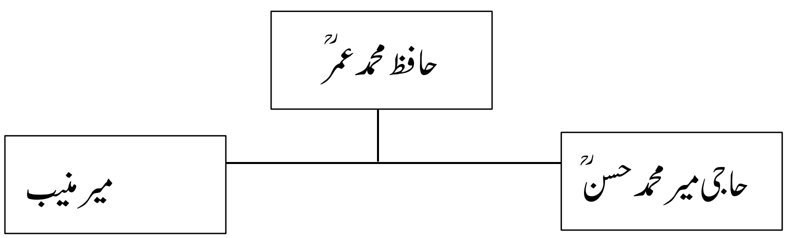

حاجی میر محمد حسن کے چار بیٹے تھے: یحیٰ شاہ۔ میر عبد الودود شاہ (المعروف بہ میر صاحب۔ لاولد)۔ میر عبد الرؤف شاہ۔ محمد حسین۔ سادات بوٹا کے شجرے میں حاجی میر محمد حسن کا نام یوں آتا ہے۔ زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین، حاجی الحرمین، مرشد محض حضرت سید محمد حسن شاہ قدس سرہٗ۔

حاجی محمد حسن شاہ سادات بوٹہ کے مورث اعلیٰ اور اپنے زمانے کے مشہور ولی گزرے ہیں۔ شجرہ مذکور میں لکھا ہے:۔ ''اہالیان بوٹہ ڈاکوؤں (25) کے آئے دن کے دستبرد سے تنگ آ چکے تھے۔ اس لئے بہت سی منت

سماجت کے بعد آپ کو موضع بیت الغریب سے اپنے ہمراہ اپنے گاؤں لائے۔ آپ نے بوٹہ آکر پہلے تو اس گاؤں کے دفاعی کاموں کو سنبھالا، چنانچہ اس گاؤں کی بڑی بوڑھیاں آج تک یہ گیت گاتی ہیں :۔

'بوٹا بھاگے بھریا، جن ناں پیر محمد حسن ایدادھریا'

آپؒ کی کرامت سے موضع بوٹا کے قریب بمقام ناوہ میں پانی کا ایک چشمہ ظاہر ہوا۔ آپ فلسفہ کے ایک متبحر عالم ہونے کے باوجود ایک باکمال صوفی تھے۔ شیخ محمد حسن کے بیٹوں میں شیخ الاساتذہ حضرت شاہ یحییٰؒ ایک عالم دین بزرگ گزرے ہیں۔ نوشہرہ تحصیل کے بیت الغریب نامی گاؤں کی ایک مسجد میں درس تدریس کا کام کیا کرتے تھے۔ ''منتخب'' کے نام سے عقائد کی ایک کتاب پشتو زبان میں لکھی تھی جس میں اکثر حوالے عربی کتاب 'عقائد نسفی' سے ماخوذ تھے۔ شاہ یحییٰ عالم اور فاضل بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ پشتو اور فارسی زبان کے ایک بہترین شاعر بھی تھے۔

یحییٰ شاہ کی اولاد میں علی اصغر شاہ کے بیٹے غلام فرید شاہ مشہور و معروف شخصیت ہیں جنہوں نے تحریک خلافت کے دوران ''خان بہادری'' کا خطاب سرکار انگریز کو واپس کر دیا اور اعلیٰ انگریزی ملازمت سے استعفیٰ دیدیا۔ غلام فرید بابا نے 1982ء میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے بھی ملک کی سیاسی سرگرمیوں میں شد و مد سے حصہ لے رہے ہیں ایک بیٹے سید محمد ایوب شاہ بخاری سپریم کورٹ کے وکیل ہیں۔ اتحاد بین المسلمین کے داعی ہیں اور ایک متنوع الصفات اور جامع کمالات شخصیت ہونے کے علاوہ انگریزی۔ فارسی اور اردو زبانوں پر مکمل عبور رکھتے ہیں- عالم فاضل۔ مصنف۔ محقق اور مترجم ہیں۔ انگریزی۔ اردو اور فارسی میں انہوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ چند درج ذیل ہیں۔

۱) جاذبہ ودافعہ ء علیؑ (ایرانی مفکر اور عالم آیت اللہ مطہری کی فارسی کتاب کا انگریزی ترجمہ)

۲) کالاچِٹا سے کیلے فورنیا تک (سفر نامہ بزبانِ انگریزی)
۳)نا قابلِ تسخیر زینبؓ(انگریزی)
۴) بضعتہ الاربعین (حضرت پیر زین الدینؒ کی فارسی کتاب ایک علمی و تحقیقی تعارفی مقدمہ کیساتھ)
۵) کتاب " بضعتہ الاربعین" کا بامحاورہ اور رواں سلیس 'اردو ترجمہ'۔

بابافرید کے دوسرے فرزند زاہد حسین بخاری 1977ء کے انتخابات میں متحدہ محاذ پارٹی (پی این اے) کی طرف سے امیدوار تھے۔ مشہور سیاسی رہنما شوکت حیات کے خلاف انتخاب لڑا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ پیشے کے لحاظ سے وکیل ہیں۔

یحییٰ شاہ کے تیسرے بیٹے جعفر شاہ کی اولاد میں فردوس شاہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے اور 1953ء کے سنُی قادیانی فسادات میں شر پسندوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اسی خاندان کے بہادر شاہ انگریزی فوج میں رسالدار تھے۔

خواجہ سید حافظ اخوند معصوم:۔ آپ پیر زین الدینؒ کے پوتے اور حاجی عبدالشکور کے فرزند تھے۔ کتاب "قصتہ المشائخ" ان کے ایک مرید خواجہ محمد زاہد ابن خواجہ عزیز اللہ بن خواجہ محمد عارف نے 1146ھ میں لکھی۔ اس کتاب کے بتدائی 138 اوراق میں سلسلہ نقشبندیہ کی اصطلاحات اور بُزرگوں کا ذکر ہے۔ اس کے بعد خواجہ محمد معصومؒ کے آباءواجداد کا اور 134 صفحہ سے مصنف کتاب کے بزرگوں کا حال شروع ہو جاتا ہے۔ خواجہ محمد زاہد کی معرکتہ الآرا کتابوں "منتخب التواریخ" اور "قصتہ المشائخ" کے متعلق کافی تفصیلات محترمی راجہ نور محمد نظامی نے اپنے تحقیقی مقالے "مغلیہ عہد میں اٹک کے اہلِ فضل و کمال اور اُن کی شارسی تصانیف" شائع کردہ "پیغام آشنا۔ شمارہ 5-6 (جون 2001ۃ)" میں بہت خوبصورتی سے نیان کی ہیں۔

حضرت شیخ سید حافظ محمد معصوم شاہ قادری شاہجہانپوری ثم پشاوری قدس سرہٗ۔ حضرت شیخ حاجی سید، سید عبدالشکور کے فرزند، مرید، خلیفہ اور جانشین تھے آپ بڑے عالم وفاضل بزرگ تھے۔ فارسی، صرف ونحو، اصول منقول ومعقول۔ فقہ وتفسیر پر بڑا عبور تھا۔ بڑے بڑے عالم فاضل آپ سے علمی استفادہ کرتے اور مشکل سے مشکل مسائل حل کراتے۔ آپ کا علمی تحقیق میں پایہ بہت بلند تھا۔ اپنے والد بزرگوار سے سلسلہ قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ، سہروردیہ اور چشتیہ میں مجاز طریقت تھے اور ان کے وصال کے بعد ان کے حقیقی جانشین ہوئے۔ مزید طلب حقیقی اور عشق الٰہی کے لئے شیخ المشائخ ابو اسماعیل محمد یحییٰ المعروف حضرت جی صاحب اٹکیؒ قدس سرہٗ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر سلسلہ نقشبندیہ، مجددیہ، آدمیہ سعدیہ میں خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔

آپ کچھ عرصہ شاہجہان آباد قیام فرمارہے اسی واسطے شاہجہان آبادی مشہور ہوئے۔ اس کے بعد پشاور میں قیام فرمایااور تحصیل گورگھٹڑی محلہ شاہ معصوم میں خانقاہ آباد فرمائی۔ محلہ شاہ معصوم آپ کے اسم گرامی پر مشہور ہے۔ آپ کے ایک مرید حضرت شیخ خواجہ محمد زاہد بن خواجہ عزیزاللہ بن خواجہ محمد عارف بن خواجہ محمد قاسم بن خواجہ خلیل اللہ رحمتہ اللہ علیہم نے 1146ھ مطابق 1733ء میں آپ کی سوانح اور حالات آپؒ کی زندگی میں لکھے تھے۔

چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

حافظ قرآن بدہ ہم دستگیر یکساں	اسم او معصوم سرتاخ ہمہ خورد کلاں
طالبان فضل راتا روز حشر	بارگاہت مقصد ومقصود باد

غرض کہ ایسے ہی بلند پایہ مشائخ سے تھے۔ تاریخ وصال آپ کی تاحال میسر نہیں ہوئی۔ آپ کے بعد شیخ المشائخ شیخ الاسلام حضرت شیخ جنید پشاوری قدس سرہٗ وارث علوم ظاہری و باطنی صاحب سجادہ اور مسند نشین ہوئے (احوال العارفین 509-510)

''قصتہ المشائخ'' میں خواجہ محمد معصومؒ کے جو حالات بیان کئے گئیے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:۔''آپ تجارت اور کھیتی باڑی کیا کرتے تھے کاروبار میں بہت زیادہ نقصان اٹھایا اس لئے دنیا کے کاروبار سے دل برداشتہ ہو گئے اور اپنے ایک بھائی سید محمد امیر کے ہمراہ موضع اٹک تشریف لے گئے اور حضرت سرالاعظم یحییٰ اٹکی کے ہاتھ پر بیعت کی انہوں نے اسم ذات کا آہستہ آہستہ ذکر کرنے کا حکم دیا اور بیحد عزت و تکریم سے رخصت فرمایا۔''
حضرت مولانا سید معصوم شاہؒ پہلے پیر سبا کی بزرگ تھے جنہوں نے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت کی ویسے آپ چاروں سلسلہ ہائے طریقت سے منسلک تھے۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ، اور قادریہ میں اپنے والد ماجد اور نقشبندیہ میں حضرت سرالاعظم یحییٰ اٹکیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔اپنے مرشد عالیمقام کے حکم پر ان کی وفات کے بعد اپنا گاؤں چھوڑ کر قصبہ اٹک میں قیام پذیر ہوئے اور رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔ان کے مریدوں میں خواجہ محمد قاسم برادر مصنف کتاب ''قصتہ المشائخ'' عبدالرحمن، صوفی محمد قلی بیگ اور محمد مسعود شامل تھے۔ خواجہ شیخ جنیدؒ جن کا مزار اقدس پشاور شہر میں واقع ہے اور مشہور و معروف ولی گزرے ہیں۔انہوں نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں خواجہ معصومؒ سے بیعت کی تھی۔

محترم عقاب خٹک خواجہ محمد معصومؒ کا مزار مبارک موضع پیر سباک میں بتاتے ہیں جبکہ فاضل مورخ عبدالحلیم اثر صاحب ان کا مدفن شہر پشاور کے محلہ شاہ معصوم نزد گورکھٹڑی میں لکھتے ہیں جس کے لئے وہ حوالہ شجرہ طریقت بابا جی صاحبؒ سوات اور ان کے پیر طریقت اخوند محمد شعیبؒ کی تصنیف ''مرآۃ الاولیاء'' کا دیتے ہیں۔ شاہ معصوم کے مزار کے مجاور مولانا محراب شاہ (26) ابن مولانا حبیب اللہ نے راقم الحروف کے نام ایک خط میں اثر موصوف کے بیان کی تائید کی ہے۔ راقم الحروف کو بھی اس زیارت کا شرف نیاز حاصل ہے جس کے باہر شاہ معصوم کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ اہل محلہ کو ان بزرگ کی اولاد اور جائے پیدائش کا علم نہیں ہے۔ وہ تو اسے بہلول دانا کا مزار بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔اور اسے غازی اور شہید جانتے ہیں راقم الحروف کے پاس جو خاندانی شجرہ ہے اس میں یہ نام محمد عاصم لکھا ہوا ہے اور ایک شاخ کا شجرہ یوں دیا گیا ہے:۔

مطلب شاہ ابن صاحب شاہ ابن محمد باقر ابن محمد عاصم ابن عبد الشکور "قصتہ المشائخ" میں ان کی کئی کرامات کا ذکر ہے۔ یہ کتاب چونکہ ان کی زندگی ہی میں لکھی گئی ہے اس لئے قبر کا سراغ نہیں ملتا۔ تیمور شاہ کی طرف سے 1200ھ میں دی گئی سند سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ محمد معصومؒ احمد شاہ ابدالی (عہد حکومت 1116ھ۔ 1187ھ) کے عہد حکومت میں زندہ تھے اور سند کے دیئے جانے کے وقت فوت ہو چکے تھے۔

بعد از وفات تربت من در زمیں مجو۔۔۔۔۔۔ کہ در سینہ ہاے ءمردم عارف مزار ماست

(حافظ شیرازیؒ)

پیر سباکؒ کے دوسرے فرزند حاجی رکن الدین کی اولاد میں سے عالم شاہ اور پیر مہدی شاہ کی زیارتیں آج بھی مرجع خلائق ہیں۔ عالم شاہ ولد سیف الدین کا مزار موضع کاہل ضلع اٹک میں واقع ہے۔ موضع کاہل، بسال اور فتح جنگ کے درمیان ایک چھوٹا سا ریلوے اسٹیشن ہے جبکہ حضرت فیضِ درجات، پیر طریقت، قبلہ عالم، سید مہدی شاہؒ کا مزار اقدس موضع لنگر شریف فتح جنگ ضلع اٹک میں واقع ہے۔ جس پر ہر سال ایک ' عرس ہوتا ہے۔ ان کے فرزندوں میں علامہ محمد زبیر شاہ جامعہ اسلامیہ غوثیہ، چکوال کے بانی ہیں۔ دوسرے بیٹے صاجزادہ محمد انور شاہ جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ کے شیخ الحدیث ہیں۔

مسعود شاہ ابن زین الدینؒ کی اولاد مین پیر محمد مشرف (27) شاہ المعروف "دادانیکہ" ایک بزرگ گزرے ہیں جن کی زیارت ملکیت قوم مچن خیل غوری والہ ضلع بنوں میں ہے۔ زائرین کا تانتا ہر وقت بندھا رہتا ہے۔ ان کے بیٹے میر ہوس شاہ کی اولاد موضع نار میر عباس شاہ علاقہ نورنگ ضلع بنوں میں آباد ہے۔ ان کے چند ہم جد رشتہ دار موضع جات تراپ (ضلع کیمبل پور) اور کٹر کی ضلع میانوالی میں رہتے ہیں۔

تراپ میں سید گلاب شاہ (برادر بزرگ) اور سید مسعود شاہ کٹر کی میں ہر دو پسران سید سیف اللہ شاہ بن سید فضل اللہ شاہ بن محمد گلاب شاہ بن سید مسعود شاہ بن ہادئ دین متین پیر سید زین الدینؒ۔ سید علیم شاہ بن سید نظام شاہ بن

سید مدثر شاہ بن سید نقاب شاہ بن سید سیف اللہ شاہ بن سید فیض اللہ شاہ بن سید گلاب شاہ بن مسعود شاہ بن سید زین الدینؒ۔

گنج علوم محمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے چار بیٹے تھے:۔
مہر محمد شاہ۔ لطف اللہ شاہ۔ محمد غوزیر شاہ۔ محمد منیر۔
مہر محمد شاہ کی اولاد موضع تبی سر، میانوالی میں آباد ہے راقم الحروف اسی شاخ سے تعلق رکھتا ہے۔

لطف اللہ شاہ کے پانچ بیٹے تھے:۔
اللہ دین یا علاؤ الدین جنہیں اولاد دین باباجی بھی کہتے ہیں۔ شیر علی۔ میر عصمت شاہ۔ محمد اشرف اور زبیر شاہ(لاولد)

اسی شاخ میں **اللہ دین شاہؒ المعروف اولادین باباجی** صاحب مشہور بزرگ گزرے ہیں جن کا مزار اقدس موضع خواجہ خیل ضلع لکیمروت میں زیارت گاہ خاص وعام ہے 1823ء کی جنگ پیر سباک میں میاں اکبر شاہ المعروف سید بادشاہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ وہی اکبر شاہ جن کے بارے میں ایک انگریز مورخ کا کہنا ہے کہ اگر وہ 1857ء کی جنگ آزادی کے وقت زندہ ہوتے تو اس جنگ کا نقشہ ہی بالکل بدلا ہوا ہوتا۔

اللہ دین شاہ اس جنگ کے بعد حج بیت اللہ شریف کی نیت سے روانہ ہوئے۔ جب موضع غزنی خیل (حال ضلع لکی مروت) پہنچے تو چند دن یہاں قیام فرمایا۔ کچھ عرصہ موضع لونگ خیل میں بھی رہے یہاں پر قوم خواجہ خیل کے چند اکابرین نے ان سے درخواست کی کہ وہ ان کے ساتھ موضع خواجہ خیل چلے جائیں تاکہ ان کی برکت سے وہ اپنا گاؤں آباد کر سکیں کیونکہ اس زمانے میں ایک دوسری قوم آدم زئی کے ڈر سے اس قوم کے افراد بکھرے ہوئے تھے۔ الغرض شاہ صاحب کی برکت سے یہ گاؤں ایک بار پھر آباد ہو گیا اور آدم زئیوں کی دستبرد سے محفوظ ہو گیا۔

یہیں پر انہوں نے تاجہ زئی قوم کے ملک امام شاہ کے خاندان کی ایک لڑکی ''سونا'' نامی سے شادی کی اور وہیں بعد میں وفات پائی۔

ان کے بھائی میر عصمت شاہ کی اولاد میں عبدالوہاب شاہ بھی مشہور ولی گزرے ہیں۔ انہوں نے تعلیم ملتان میں حاصل کی کچھ عرصہ حضرت باباجیؒ صاحب سوات کی خدمت میں رہے۔ بعد میں گولڑہ شریف(28) کے چشتیہ سلسلہ میں بیعت کی اور موضع خواجہ خیل کو مرکز ارشاد وہدایت بنایا1929ء کے لگ بھگ فوت ہوئے۔ ان کی قبر بھی اللہ دین شاہؒ کے مقبرے کے اندر واقع ہے۔

عبدالواہاب شاہؒ کے بیٹے مقبول شاہ آج کل گدی نشین ہیں جو پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف کے سلسلہ چشتیہ کے مرید ہیں۔ سید مقبول شاہ کے بیٹے سید محبوب شاہ مستند عالم دین ہیں جنہوں نے مولوی صاحب تاج محمد آف مٹورہ سے علم ظاہری میں دستار فضیلت پائی اور علم باطن میں عبدالمجید صاحب دیول شریف، فیض آباد (راولپنڈی) سے فیض پایا ہے۔

راقم الحروف کا ننھیال بھی اسی خاندان سے ہے۔ جدم حاجی الحرمین سید زمان شاہ'عبدالوہاب شاہ کے بھائی، طاہر شاہ کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں میرہ شریف کے احمد صاحب سے فیض حاصل کیا اور گولڑہ شریف کے پیر مہر علی شاہؒ سے بھی وظیفہ پایا ہے۔

طاہر شاہ کے دوسرے فرزند سیدان گل شاہ کے چھ بیٹے ہیں:۔
سلطان شاہ۔ مولانا یعقوب شاہ۔ محمد جنید شاہ۔ محمد سفید شاہ۔ جعفر شاہ۔ حبیب اللہ شاہ۔ مولانا یعقوب شاہ جو سند یافتہ عالم اور خوش بیان خطیب ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ میں گھمکول شریف (کوہاٹ) کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ اسی

طرح لائلپور (فیصل آباد) کے مولانا سردار احمدؒ صاحب سے سلسلہ قادریہ میں بیعت اور خلیفہ ہیں۔ سلطان شاہ کے فرزند ارجمند کشور حسین شاہ (عمر 12 سال سے) حافظ کلامِ ربانی ہیں.

(سید مقبول شاہ 1983ء میں ٗسید محبوب شاہ 2013ء میں اور مولانا سید محمد یعقوب شاہ 2015ء میں وفات پاگئے۔)

میر عصمت شاہ ہی کی اولاد میں پیر محمد علی شاہ صاحب، عالم بزرگ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں باغدرہ شریف کے خلیفہ مجاز ہیں سلسلہ چشتیہ میں میرہ شریف کے احمد صاحب سے فیض یاب ہیں۔ پیر محمد علی شاہ کے والد میاں گل شاہ بن سید امیر شاہ بن محمد علی شاہ بن میر عصمت شاہ بن لطف اللہ شاہ بن محمد علی شاہ بن پیر زین الدین کے ہاتھ کا لکھا ہوا تقریباً ایک سو سال قبل کا ایک خوشخط شجرہ راقم الحروف کے پاس موجود ہے جس کے حاشیوں پر بعض بیش قیمت معلومات درج ہیں۔ پیر محمد علی شاہ کے نو بیٹے ہیں۔

حاجی فدا حسین شاہ۔ محمد حسین، قربان حسین، مشتاق حسین، علی حیدر شاہ، سجاد حسین شاہ (ایک ماں سے) اکرم شاہ، حمید شاہ اور عنایت حسین شاہ (دوسری ماں سے)-الحاج پیر سید محمد علی شاہ 18 دسمبر 1985ء کو اِس دار فانی سے دار لبقا کو کوچ کر گئے۔ آپ اپنے وقت کے ایک جید عالم دین اور روحانی پیشوا گزرے ہیں۔ معاصر روزنامہ نوائے وقت نے آپ کی وفات کی پہلی سالگرہ پر آپ پر ایک طویل مضمون شائع کیا جس کے چند تراشے حسب ذیل ہیں۔

''پیر صاحب نے فرمایا کہ میں نے واپسی پر ایک ہفتہ بمشکل گھر پر گزارا ہو گا کہ ماہی بے آب کی طرح مرشد کی یاد نے تڑپایا چنانچہ چالیس دن کی چلہ کشی کے بعد مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا تو روحانی حکیم خواجہ باغداریؒ نے پوچھا'' شاہ صاحب بیماری سے افاقہ ہوا یا نہیں؟ جواباً فرمایا حضور آپ کا نسخہ تیر بہدف تھا اور اب پہلے سے بدرجہا

بہتر ہوں اس پر خواجہ باغداریؒ نے ہدایت کی کہ اب آپ واپس چلے جائیں اور اس نسخے کا استعمال جاری رکھیں اور خلق خدا کو خدا اور رسول کی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ پھر قبلہ پیر صاحب نے پیر و مرشد کے احکامات کی پا بندی کی۔ لنگر قائم کر کے غربا و مساکین کو کھانا کھلانا شروع کیا اور یہ سلسلہ پہلے کی طرح تادمِ آخر جاری رہا۔

پیر صاحب جو ایک عالم و فاضل سید گھرانے کے چشم و چراغ تھے اپنے آپ کو علمائے حق اور مشائخ عظام کا تابعدار اور خود کو گناہنگار کہا کرتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں عاجزی اور انکساری اتنی تھی کہ آپ ہر ایک سے پوری محبت 'اخلاص اور ہمدردی سے ملا کرتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی کو مایوس اور نامراد واپس نہیں کیا۔ قبلہ پیر صاحب مرحوم نہ صرف ایک عالم دین زاہد و عابد متقی تھے بلکہ ایک جہاندیدہ انسان اور صاحب سیاست و فراست بھی تھے۔ بہر حال دوسروں کو علم و زُہد کی روشنی سے منور کرنے والا دوسروں کیلئے راہ بتانے اور راہ دکھانے والا یہ روشن ستارہ 18، دسمبر 1985ء کو اپنے نو(۹) نوجوان بیٹوں اور ایک بیٹی اور ہزاروں عقید تمندوں کو رُلاتا ہوا رات کے ایک بجے خالق حقیقی سے جا ملا۔ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔ جون 2016ء میں "رہ نورد شوق" کے عنوان سے پیر صاحب کے انتہائی لائق و فائق فرزند سیّد مشتاق حسین بخاری نے انکی حیات مبارکہ پر ایک پرُاز معلومات کتاب مرتب کر کے پشاور سے شائع کی۔

میر عصمت شاہ کے ایک اور بھائی شیر علی شاہ کی اولاد میں محمود شاہ ولد صاحب شاہ بھی ایک جہاں گشتہ قابل ذکر شخصیت گزری ہے۔ جن کی خدمت میں محمد بخش نامی ایک شخص نے ایک کتاب ''روضتہ الصابرین'' مصنفہ محمد صابر (زمانہ 1198ھ) اپنے ہاتھ سے قلمی کر کے 7، جمادی الاول 1288ھ کو پیش کی۔ کتاب پر یہ عبارت درج ہے:

(از یدِ احقر العباد محمد بخش سکنہ تونسہ شریف بپاسِ خاطر سیادت پناہ سید محمود شاہ ساکن قریہ لنگر اصلے متوطن بیت الغریب شریف علاقہ خٹک 1288ھ در ہفتم ماہ جمادی الاول تحریر یافت)۔

خاندان راقم الحروف

راقم الحروف کا نسب نامہ یوں ہے

الطاف حسین شاہ، چراغ حسین شاہ، اختر حسین شاہ ابناں کیپٹن (ریٹائرڈ) الحاج سید حلیم شاہ بن علی اکبر بن حضرت شاہ بن مظفر شاہ بن اعظم شاہ بن حمید شاہ بن مہر محمد بن محمد علی شاہ بن سید زین الدینؒ (بحوالہ بیاض سید یحییٰ شاہ بن سید رضا شاہ بن حضرت شاہ)

''بموجب شنید از بزرگان سید مسعود شاہ (آف کٹر کی) کا ہمعصر اعظم شاہ ساکن تبی سر تھا۔ بوقت حکومتِ سکھ پیر سباک مقابل نوشہرہ، سید مسعود شاہ نے ذاتی ناراضگی کی وجہ سے پیر اعظم شاہ کی بے عزتی کی۔ بدیں وجہ اس نے غیرت ایمانی کی بناء پر پیر سباک چھوڑ دیا اور تبی سر وارد ہوا۔ لیکن چند دنوں کے بعد سکھوں نے مسعود شاہ کے گھر والوں کی بے حجابی کرنی چاہی تو وہ کٹر کی وارد ہوا۔ اعظم شاہ اسے وَگی سے جنوب کو کٹر کی کے راستے میں بیر والے تالاب المعروف ''بیرے اوتا'' چراگاہ میں مل گئے۔ جبکہ اعظم شاہ تالاب کے کنارے سویا پڑا تھا۔ سید مسعود شاہ نے اس کے دونوں پاؤں ایک ہی وار میں کاٹ دیئے۔ اعظم شاہ نے چونکتے ہی اس کی تلوار پکڑی اور ایک پیر سے پکڑ کر ایک ہی بھرپور وار میں اسے قتل کر دیا۔"

اعظم شاہ کا بھائی علی اکبر جنگ پیر سباک میں شہید ہوا۔ (بحوالہ حاشیہ تفسیر یعقوب چرخیؒ کاتب پیر مظفر شاہ 1277ء)۔ بعد ازاں جلدین خیل کے چرواہے گفت و شنید کے بعد اعظم شاہ کو اُٹھا کر وَگی سے گھر لے آئے۔ وہاں سے نریوب رحمت خان کے گھر کے عقب میں جس کا نام ''جماعت کہ'' مشہور ہے۔ سلسلہ پیری مریدی شروع کیا۔ بدیں وجہ ہم قوم جلدین خیل کے ساتھ ملحق سمجھے جانے لگے۔ پھر وہاں سے تبی سر میں حلیم خان ولد کرم دین ساکن تبی سر کے گھر سے اوپر مشرق صدر خان اور شیر گل ولد علی شیر خان ولد کرم دین مذکور کے زمین

کے مقام اتصال پر ''جماعت کہ''نام کھنڈرات اب بھی موجود ہیں اور تعظیماً اب بھی محفوظ ہیں۔ جب مظفر شاہؒ پسر ش کی شادی کا مسئلہ درپیش ہوا تو موجودہ آبادی سادات تبی سر جو کہ ایک ڈھیری ہے کو مرکزی اور پردہ دار محفوظ مقام سمجھ کر راستے کے جنوب کی طرف ''ستر اکوٹہ (بڑاکمرہ)'' حالیہ قابض سید یحییٰ شاہ ولد سید رضا شاہ تیار کروایا۔ عبادت کے لئے نقاب شاہ ولد مخدوم شاہ کامال مویشی کا موجودہ کمرہ جس کی چھت میں دو ناڑے لگے ہیں اور دو دروازے ہیں مسجد تھی۔ موجودہ مسجد و حجرہ بعد میں حضرت شاہ نے تعمیر کروائے ہیں۔ یعقوب شاہ ولد گلاب شاہ ولد حضرت شاہ ولد پیر مظفر شاہؒ کے گھر کے ایک کمرے میں کتابوں کی ایک ضخیم لائبریری تھی۔

میرے جد امجد اعظم شاہ بوجہ خاندانی مخاصمت کے موضع بیت الغریب سے اٹھ کر موضع تبی سر (ضلع میانوالی، علاقہ بھنگی خیل خٹک) میں آباد ہوئے تو کچھ عرصہ کے بعد ان کے والد حمید شاہ بھی ان کے پیچھے تبی سر آ گئے۔ میرے والد محترم حاجی الحرمین کیپٹن سید حلیم شاہ۔ 1940-41 کے لگ بھگ تبی سر سے چل کر موضع تاجہ زئی (ضلع بنوں) میں آباد ہوئے۔ وہ 1913ء میں پیدا ہوئے۔(تاریخ وفات والد بزرگوارم۔ 24 رمضان المبارک 1401ھ بمطابق 26 جولائی 1981ء بعمر 68 سال۔ تاریخ وفات پسرم وقار حسین گل۔ یکم شوال 1401ھ بمطابق یکم اگست 1981ء بروز عید الفطر بعمر تقریباً ڈیڑھ سال)۔

میرے نانا جان کا آبائی وطن موضع لنگر (ضلع کیمبل پور) ہے۔ وہ 1929-30 کے آس پاس موضع لنگر کو چھوڑ کر موضع خواجہ خیل (ضلع بنوں) تشریف لائے۔ کچھ سال وہاں رہنے کے بعد تاجہ زئی گاؤں میں مستقلاً آباد ہوئے۔

سادات تبی سر میں آجکل حاجی الحرمین سید یعقوب شاہ اور اُنکے فرزند مقدر شاہ و کرنل اجمیر علیشاہ، حاجی سید حبیب

شاہ، حاجی عبداللہ شاہ، کرنل اعظم شاہ، اور سید امیر شاہ پسران سید گلاب شاہ، سید نقاب شاہ، و قاسم شاہ پسران سید مخدوم شاہ اور سید یحییٰ شاہ، میجر حاجی منور شاہ، مرتضیٰ شاہ پسران سید رضا شاہ معروف اور قابل ذکر افراد ہیں۔

تواریخ وفات بزرگان:

والدہ ام سیّدہ بی بی روقیہ: 2 فروری 2012ء (9 ربیع الاول 1423ھ)

والد بزرگوارم حاجی سیّد حلیم شاہ: 26 جولائی 1981ء

دادا سید علی اکبر شاہ: 7 اکتوبر 1918ء

دادی خانم گلہ: 18 اکتوبر 1918ء

مرقد شریف:۔ جیسا کہ بیان ہو چکا حضرت محمود شاہ المعروف بہ پیر سباک رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبُارک وادیٔ کُرم کے علاقہ بِلند خیل میں جبکہ ان کے والد حضرت ابا بکرؒ اور دادا شاہ اسماعیلؒ کے مزارات افغانستان کے علاقہ خوست میں واقع ہیں۔۔حضرت پیر سباکؒ کے فرزند فرید الدینؒ اور پوتے حضرت زین الدینؒ کے مقبرے بالترتیب ضلع نوشہرہ کے موضع ڈھیری کٹی خیل اور موضع بیت الغریب (پیران) میں موجود ہیں۔۔ان کے فرزند گنجؒ العلوم سید محمد علی شاہ اور پوتے سید مہر محمد بھی وہیں پر ابدی نیند سو رہے ہیں۔۔مہر محمد کی ذُریت میں حمید شاہ۔ اعظم گل۔ مظفر شاہ۔ حضرت شاہ۔ علی اکبر شاہ اور ان کے برادران سب کے سب ضلع میانوالی کے گاؤں تبی سر میں پیوستہء خاک ہیں۔ البتہ والدم سید حلیم شاہ اور والدہ محترمہ موضع تاجہ زئی ضلع لکی مروت میں مدفون ہیں۔ اللہ کریم اپنے آخری نبی اور محبوب دوجہان ﷺ کے صدقے سب بزرگانِ سلف رحہم اللہ کے ارواحِ مقدسہ کے ابدی دراجات بلند فرمائے۔ آمین !

بابِ ششم

شاہان وامراء وقت کے ساتھ تعلقات

پیر سباک رحمتہ اللہ علیہ اور ان کی اولاد بادشاہ وامراء سے زیادہ تر دور ہی رہے اور سیاسی کشمکشوں اور لڑائی جھگڑوں سے دور تعلیم وتزکیہ اور تربیت واصلاح میں مشغول رہے لیکن اس کے باوجود شاہانِ وقت پر جب بھی بُرا وقت آیا وہ طلبِ دعا کے لئے اِن بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ ملنگ نے بادشاہ دہلی کی ایک درخواست دربارہ دعاوتوجہ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ جہانگیر نے پیر سباکؒ کو جاگیر دی جس کی بعد میں مختلف حکمران وقتاً فوقتاً توثیق کرتے رہے۔ ان قبالوں میں جہانگیر کے علاوہ فرخ سیر، تیمور شاہ، شاہ زمان اور شہباز خان خٹک کی دی گئیں سندات آج بھی محفوظ ہیں جن میں ان بزرگوں کا عزت واحترام سے ذکر کیا گیا ہے۔ ان کو مشیخیت وسیادت پناہ اور حقائق ومعارف آگاہان اور طائفہ جلیلہ جیسے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔

"تاریخ پشاور" میں تیمور شاہ ابن احمد شاہ ابدالی کے زمانے کا ایک واقعہ یوں تحریر ہے:۔

"نوشہرہ کلاں پہلی دفعہ ویرانی دیہہ کا حال اس طرح پر ہے کہ زمانہ تیمور شاہ میں بارتکابِ جرم قتل کمال الدین نام ملازم شاہی جس کو باشندگان دیہہ نے مار دیا تھا اور پہلے اس کے بیٹے نامعلوم الاسم کو جو اپنے زمانے کا نہایت وجیہ وصبیح تھا بھی کسی بدمعاش ساکن دیہہ ہذا نے قتل کیا تھا تو یہ گاؤں معرض عتاب میں آکر بحکمِ تیمور شاہ جلایا گیا۔ باشندگان دیہہ دیہات قرب وجوار اور علاقہ غیر کو بھاگ گئے۔ ایک مہینہ تک گاؤں بے چراغ رہا۔ آخر الامر بشفاعت سادات پیر سباک وبیت الغریب جب قصور باشندگان کا حضور شاہی سے معاف ہوا تو سب لوگ آکر بعد مرمت اپنے اپنے مکانات کے آباد ہوئے۔"

اس وقت پیر سباک قوم کے معتبرین میر محمد حسن و پیر معظم شاہ اور عالم شاہ تھے۔ خوشحال خان خٹک اور ان کے آباؤاجداد کے ساتھ تعلقات اور ان کے خاندان پیر سباکؒ کے ساتھ عقیدت وارادت کا حال تو اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے شہباز خٹک نے جو قبالہ دیا ہے اس میں پیر میر مشرف کو نقاہت، نجاہت پناہ کے ساتھ عزیز القدر لکھا ہے۔ یہ 12 شعبان 1200ھ کا واقعہ ہے۔

سکھوں کے زمانے میں جب پہلی بار مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اٹک کے اس پار قدم رکھا تو پشتونوں کے مختلف قبائل: یوسف زئی، خٹک، مہمند وغیرہ نے مل کر پیر سباک کے مقام پر ان سے سخت جنگ لڑی۔ لیکن دوست محمد خان والئی کابل کے بھائی میر اعظم خان کی بے اعتنائی کی وجہ سے مجاہدین ناکام ہوگئے اس جنگ کو ''جنگ مومنین'' بھی کہتے ہیں۔ پیر باباؒ کی اولاد میں میاں اکبر شاہ نے اس وقت پشتونوں کے لشکر کی کمان کی۔ پیر سبا کی بزرگوں نے اس جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ شکست کھانے کے بعد سب سے بڑی آفت کا سامنا بھی انہی کو کرنا پڑا۔ گھر ویران ہوگئے۔ جائیداد چھن گئی، دنیاوی عزت ووقار کا خاتمہ ہوا۔اِن بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے مین یہ سب تکلیفیں برداشت کیں۔ دور دراز مقامات پر منتشر ہوگئے۔ کوئی جنگلوں میں چلا گیا تو کسی نے صحرا میں بود و باش اختیار کی۔ لیکن رشد وہدایت اور تزکیہ مخلوق خدا کا کام جاری رکھا۔

1823ء کی اس جنگ پیر سباک میں سکھوں کا مشہور سردار پھولا سنگھ نہنگ مارا گیا۔اس کی لاش موضع پیر سباک میں جلائی گئی۔ اس پر سمادھی بنائی گئی اور نصف گاؤں کو نہنگوں کی جاگیر قرار دیا گیا۔اس عمارت میں آج کل ایک زرعی تحقیقاتی فارم قائم ہے۔انگریزوں کے وقت میں اور آزادی کے بعد پیر سبا کی خاندان کے افراد زیادہ تر ملازمت پیشہ، زراعت پیشہ اور تجارت پیشہ ہیں لیکن بعض خوش نصیب آج بھی اپنے آبائی طریق کار کو قائم رکھتے ہوئے۔ تزکیہ، تعلیم اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے آباءواجداد کے صحیح راستے پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔ کہ اس ذاتِ پاک کی طرف سے نجات وعافیت اسی میں ہے۔

پیر سباکی شُعراء

(یہ مضمون ایک خصوصی مقالہ کا اردو ترجمہ ہے جو میں نے 9 جون 1978ء کو لکھا تھا۔چراغ)

صوبہ سرحد (خیبر پختونخواہ) اس لحاظ سے ایک انتہائی بد قسمت علاقہ ہے کہ اس علاقے کے قدیم مشائخ عظام اور علمائے کرام کے مستند حالات زندگی بہت کم لکھے گئے ہیں۔ اگر کہیں تھوڑی بہت معلومات ہاتھ آ بھی جائیں تو گڈ مڈ روایات کی شکل میں جو تصدیق کے درجے کو نہیں پہنچ پاتیں اور اس کے ساتھ کبھی کبھی شریعت مقدسہ کی روح اور علمِ تاریخ کے بنُیادی اصولوں کے بھی خلاف ہوتے ہیں۔ آج اس مقالہ میں ہم ایک ایسے ہی آستانہ دار گھرانے کے ان بزرگوں کا ذکر کریں گے جو شعر و شاعری سے بھی شغف رکھتے تھے لیکن ان کا کلام آج تک اکٹھا نہیں کیا گیا۔امید ہے کہ ادبیات کے شائقین کے لئے یہ مضمون باعث دلچسپی ہو گا۔

پیر سباکی سادات پشاور کا ایک مشہور و معروف اور عزت مند گھرانہ ہے جو اپنے جد امجد حضرت پیر سباک قدس سرہٗ العزیز کے نام سے موسوم ہے۔ یہ قبیلہ ضلع پشاور کے بعض دیہات مثلاً پیر سباک، بیت الغریب، اور شیدو کے علاوہ کوہاٹ، بنوں، لکی مروت اور ڈیرہ اسماعیل خان کے اضلاع میں بھی آباد ہے اس کے بعض گھرانے صوبہ پنجاب کے اضلاع میانوالی اور اٹک میں بھی قیام پذیر ہیں۔اس کے علاوہ برما اور بھارت کے صوبہ آسام وغیرہ میں بھی ان کی اولاد پھیل گئی ہے۔ ان پیر سباکؒ کے تین بیٹے تھے :۔ فرید الدین، رکن الدین اور رحیم الدین بعض شجروں اور تاریخِ مرصع میں ایک چوتھے بیٹے کا بھی ذکر شہاب الدین کے نام سے کیا گیا ہے۔ سید فرید الدینؒ اپنے والد کی وفات کے بعد 1025ھ میں ان کے جانشین اور طریقہ عالیہ سہروردیہ میں ان کے ماذون مقرر ہوئے۔ فرید الدین کی وفات کے بعد یہ گدی ان کے چھوٹے بیٹے پیر زین الدینؒ کو ملی۔ زین الدینؒ اپنے وقت کے عالم فاضل بزرگ اور جہاندیدہ عالم دین تھے۔اس وقت کے اکثر کم علم علماء و مشائخ ان کے ساتھ کدورت رکھتے تھے

مناظروں اور علمی مباحثوں میں ثالثی کا کام اکثر ملتان اور لاہور کے علمائے کرام سرانجام دیتے تھے اور فیصلہ ہمیشہ پیر زین الدین کے حق میں ہوتا۔ زین الدین کے مناقب ان کے مریدوں نے لکھے ہیں حضرت خواجہ ملنگ نے نظم میں اور فضل حسین ولد عبد الصمد نے نثر میں ان کے فضائل بیان کئے ہیں۔ ملنگ ایک خوش بیان شاعر' عالم اور ادیب بزرگ تھے ار اس جلیل القدر خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس میں وفا محمد' محمد شمیم اور خواجہ محمد صدیق جیسے عالم اور شاعر بھی پیدا ہوئے۔

ان کی مناقب سے پتہ چلتا ہے کہ پیر زین الدین کثیر التعداد کتابوں کے مصنف تھے۔ انہوں نے اپنے اشعار کو مثنوی کی صورت میں جمع کیا تھا۔ان کی ان تصنیفات میں ''بضعتہ الاربعین'' نامی کتاب کا ایک خوشخط قلمی نسخہ راقم الحروف کے پاس آج بھی موجود ہے۔ یہ کتاب علمی لحاظ سے کافی قیمتی اور بلند پایہ ہے تصوف' اخلاق اور علم الکلام کے باریک مسائل کو چالیس سے زائد احادیث کی تفسیر اور تشریح کی شکل میں بیان کیا گیاہے۔ پیر زین الدینؒ علم ظاہری میں حضرت اخوند محمد چالاکؒ اور حضرت خواجہ محمد یونس گیلانیؒ کے شاگرد رشید تھے اور طریقہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ کے مصاحبین میں شامل تھے۔

حضرت سرالاعظم یحییٰ اٹکی ان کے پیر بھائی اور ہم درس تھے۔ ''مناقب زین الدین'' کے مطالعے سے معلوم ہوتاہے کہ پیر زین الدینؒ کی وفات کے بعد شیخ یحییٰ اٹکیؒ ان کی فاتحہ خوانی کے لئے بیت الغریب تحصیل نوشہرہ تشریف لائے تھے اور مزار مبارک پر مراقبہ بھی فرمایا تھا۔ شیخ یحییٰؒ نے 1131ھ میں عالم بقا کی طرف کوچ کیا۔ اخوند چالاکؒ جو روحانی اور عرفانی مرتبہ رکھنے کے علاوہ ایک فاضل عالم، ادیب اور مورخ بھی تھے۔ 1067ھ میں فوت ہوئے۔ ان تفصیلات کے بیان کرنے کے بعد بڑی آسانی کے ساتھ پیر زین الدینؒ کے زمانے کا تعین کیا جاسکتاہے۔ زین الدینؒ اپنے ایک شعر میں اپنے ان اساتذہ کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

ابتدائے علومش ز چالاک بود　　　　منتہائے علومش ز (یونس) افلاک بود

پیر زین الدینؒ کے ایک پوتے میر محمد شاکر شاکرؔ بھی فارسی زبان کے ایک بہترین شاعر اور ادیب تھے 1186ھ تک بقید حیات تھے۔ ان کی ایک عارفانہ رباعی بہت مشہور ہے۔

کنجِ عُزلت ز گنج شاہی بہ　　　　شُکرِ دایم ز گاہ گاہی بہ
یکے دمے یاد او با آگاہی　　　　ز افسر و تاج شاہی بہ

شیخ المشائخ قدوۃ السالکین حضرت پیر سباکؒ کے تیسرے بیٹے رحیم الدین کی اولاد میں پیر محمد فاضل اور پیر معظم شاہ دو نامور ادیب اور شاعر گزرے ہیں۔ فاضل محقق عبد الحئ حبیبیؔ نے اپنی تالیف "پښتانہ شعراء" میں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ "اس شاعر کو ایک تو ہم 'کلید افغانی' کی وجہ سے اور دوم راورٹی قاسم علی آفریدی کے ایک قصیدے کے حوالے سے ان کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کا اور کلام اور حالات معلوم نہیں۔ بس " کلید افغانی" میں پادری ہیوز نے ان کے کلام کے تین نمونے نقل کیے ہیں۔ فاضلؔ کا کلام عاشقانہ ہےؔ اور جدّت کی طرف مائل ہے۔ رئیس المحققین قاضی عبد الحلیم اثر صاحب نے "تیر ھیر شاعران" (بھولے بسرے شُعراء) کے عنوان کے تحت رسالہ "خیبر" کے 1986ء کے سالنامے میں دو اشخاص کا ذکر کیا ہے جو فاضل کے نام سے گزرے ہیں۔ راقم الحروف کے نام ایک خط میں فاضل مؤلف نے باپ بیٹے دونوں کا ذکر بطور شاعر کیا ہے۔ خاندانی روایات کے مطابق پیر محمد فاضل ایک عالم فاضل بزرگ اور مجاہد غازی تھے۔ احمد شاہ ابدالی کے ہمراہ ہندوستان کے جہاد میں شریک ہوئے تھے۔

ان روایات کے مطابق اگرچہ فقیر منش اور صوفی طبع بزرگ تھے۔ لیکن ان کا کلام اس کے برعکس بہت رنگین اور عاشقانہ ہے۔ کلام کا نمونہ درج ذیل ہے:۔

سرو کہ لیدہ شی د چمن تازہ تازہ ستا حسن تر و نیم ماہِ من تازہ تازہ
نومِ ؤمھروئے شان شوکت دِ د پیرئی ملادِ دہ نریئ خہ دِر فتن تازہ تازہ
زلفِ دسنبل دی یاخامار دی پہ چند نڑو یاد واڑہ نافے دی د ختن تازہ تازہ
ساہ را ئحنے خیژی روح مِ پاس راغے پہ شونڈو راوڑہ پہ خستہ باندے دیدن تازہ تازہ
وائی رقیبان چہ لہ اُشنا سرہ مہ خاندہ نہ وی چرے زد کڑی دد شمن تازہ تازہ
گرچہ کہ سمن ہٗ گلستان تر و تازہ دے ستا جبین سل ئحلہ تر چمن تازہ تازہ
کورہ ستالہ مینے زڑہِ ئے ڈک دے وینے وینے رحم کڑہ شیر ینے پہ کوکن تازہ تازہ
ستر کے ہٗ یعقوب ور باندے ئحکہ شوے روخانے بوی تلوئ یوسف د پیراہن تازہ تازہ
سازدے خہ مجلس دے خہ یاران سرہ راجمع وایہ اے فاضلؔ ھر سخن تازہ تازہ

فاضل نے 1181ھ سے پہلے وفات پائی۔ کیونکہ ''تواریخ رحمت خان'' کا موءلف پیر معظم شاہ جو فاضل کا بیٹا ہے اپنے والد کے نام کے ساتھ تاریخ حافظ رحمت خان کی تالیف کے دوران مرحوم ومغفور لکھتے ہیں۔ رواورٹی نے قاسم علی آفریدی کے جس قصیدے کا ذکر کیا ہے اس میں فاضل کا ذکر یوں آتا ہے۔:

اللہ دادؔ و کریم داد کہ درویزہؔ وو جان محمدؔ او بل فاضلؔ وو پہ دنیا

اس قصیدے سے پتہ چلتا ہے کہ فاضل قاسم علی آفریدی سے پہلے گزرے ہیں قاسم علی آفریدی کا زمانہ 1183ھ تا 1231ھ متعین کیا گیا ہے۔ فاضل کے ساتھ ایک اور شاعر جان محمد بھی آتا ہے۔ یہ جان محمدؔ احمد شاہ بابا کے زمانے کا ایک عالم اور دیندار شاعر تھا۔ پشتو نخواہ میں اپنی کتاب ''نورنامے'' کی وجہ سے شہرت رکھتے ہیں۔ محمد فاضل کے بیٹے پیر معظم شاہ اپنی تالیف ''تواریخ حافظ رحمت خان'' کی وجہ سے شہرت رکھتے ہیں۔ یہ کتاب

انہوں نے 1181ھ میں حافظ رحمت خان شہید کے حکم پر یوسف زئیوں کی ایک قدیم تاریخ سے تلخیص کی ہے۔ پیر معظم شاہ 1208ھ تک زندہ تھے تیمور شاہ اور شاہ زمان دونوں کا عہد دیکھا تھا۔ ایک تاریخی واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں باپ بیٹا سدوزئی دربار میں مقبول و مکرم تھے۔ فاضل کا خاندان آج اپنے جد امجد رحیم الدین کے نام کی مناسبت سے ''رحمدین خیل'' کہلاتا ہے۔

محمد معظم شاہ عالم، ادیب اور مورخ ہونے کے ساتھ ایک صاحب طرز شاعر بھی تھے۔ اپنی تواریخ کی کتاب کے بعد اس کے خاتمے پر انہوں نے جو اشعار موزوں کئے ہیں ان سے ان کی قادر الکلامی کا پتہ چلتا ہے۔ حافظ الپوری کے ساتھ محققین جس معظم کا ذکر کرتے ہیں اور جسے صاحب دیوان شاعر سمجھا جاتا ہے وہ یہی معظم شاہ ابن محمد فاضل تھے۔ یہ موضوع تفصیلی بحث کا متقاضی ہے۔

اپنی کتاب کا خاتمہ ان اشعار سے کرتے ہیں۔

' شکر شکر چہ مکتوب شہ ء	دا کتاب پہ شہ اسلوب شہ ء
دا کتاب اول طویل وو	ڈیر بہ دے کشِ قال و قیل وو
طویل ھر چو ڈیر خہ وی	بارے بیا ترے ملال زڑہ وی

اس سے پہلے حافظ رحمت خان شہید کے شائستہ اخلاق وصفات کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

چہ پہ ھند کشِ لکہ نور دے	تمام ھند پرے منور دے
پہ شہ خصلت موصوف دے	پہ وگڑی کشِ معروف دے
پہ ھر علم کشِ فھیم دے	ڈیر پہ شرع مستقیم دے
شان وشوکت ئے دامیر دے	خوئی خصلت ئے دفقیر دے

محمد حسن ابن حافظ عمر ابن زین الدین کی اولاد میں شیخ الاساتذہ حضرت شاہ یحییٰؒ ایک عالم دین بزرگ گزرے ہیں۔ انہوں نے ''منتخب'' کے نام سے عقائد کی ایک کتاب پشتو زبان میں لکھی تھی جس میں اکثر حوالے عربی کی ایک کتاب ''عقائد نسفی'' سے ماخوذ ہیں۔ شاہ یحییٰؒ پشتو اور فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ اپنے بیٹے کی ناگہانی موت پر جو دردناک مرثیہ لکھا اس کے چند متفرق اشعار جو اس وقت مجھے یاد رہ گئے ہیں درج ذیل ہیں۔ بیٹے کا نام سید حسین تھا جو مسجد کے کنوئیں میں گر گیا تھا۔

پہ ہوس ہوس راتللے   تور کوئی تہ پریوتلے
تابہ کڑی وی پہ تور تم کشِ   پہ سوسو شانے چغارونہ
سید حسین زویہ راشہ راشکاراکہ   داسرے شونڈے سپین غاغونہ
پہ ھمزولو کشِ دے راشم   نہ دے وینم پہ ژڑاشم

(ترجمہ: {(اے جان پدر) تم تو 'امیدوں کی آشا لیے آرہے تھے جبکہ اندھیرے کنوئیں میں گرنا مقدر تھا- پھر تم نے ان تاریکیوں میں ضرور ہزار چیخ و پکار کی ہو گی- سیّد حسین بیٹا آکر اپنا رخ زیباد کھادو اپنے سرخ لبوں اور چمکتے سفید دانتوں کیساتھ-اب تو جب بھی میرا گذر تیرے ہمجولیوں کی طرف ہوتا ہے تو تجھے نہ پاکر آبدیدہ ہو جاتا ہوں}-

ان کے علاوہ محمد علی شاہ ابن زین الدینؒ کی اولاد میں سیدنا مولانا الشیخ الفاضل والعارف الکامل پیر مظفر شاہؒ جو راقم الحروف کے جد امجد تھے ایک بہت بڑے ولی اور عالم دین تھے۔ ان کا کتب خانہ آج تک مشہور ہے۔ افسوس ہے کہ ناقدر شناس اولاد نے وہ قیمتی کتابیں یا تو دریا برد کر دیں یا اوروں کے حوالے کر دیں۔ بھنگی خیل خٹک ان کے ساتھ بے پناہ عقیدت رکھتے تھے بلکہ یہاں تک مشہور ہے کہ خوش عقیدہ بھنگی خیل اپنی جہالت کی وجہ سے ان کے نام کی قسم اٹھاتے تھے۔ آج بھی ان کے مقبرے میں لوگ اپنی قیمتی اشیاء امانتاً رکھتے ہیں اور کوئی انہیں ہاتھ نہیں

لگاتا۔ مزار مبارک کے احاطے کا دروازہ دو بڑی پتھروں کی سلوں سے بنا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ اگلے وقتوں میں حرامی اور حلالی اولاد میں فرق کرنے کے لئے انہیں اس دروازے سے گزارا جاتا تھا اگر نسب میں کچھ غلطی ہوتی تو دروازہ خود بند ہو جاتا۔ لیکن آج کل زمانے کی گردش کی وجہ سے وہ دروازہ بالکل ہی بند ہے۔

پیر مظفر شاہ کے زمانے کی چند مہریں اب بھی ہمارے خاندان کے پیر عبداللہ شاہ کے پاس موضع تبی سر میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک مہر پر تاریخ 1267ھ درج ہے۔ دو مہروں پر قاضی نور الدین اور قاضی صاحب دین کے نام علیحدہ علیحدہ کندہ ہیں۔ دور دراز سے جو بھی فتوے فتاوے آتے، ان پر جدم بزرگوارم پیر مظفر شاہ کی طرف سے یہی دو قاضی صاحبان مہر ثبت کر دیتے راقم الحروف کے پاس ایک خوشخط قلمی کتاب موجود ہے جس میں مندرجہ ذیل کتابوں کے اقتباسات درج ہیں:۔

(1) رشید بیان از ملا عبد الرشید، (2) رسالہ از اخوند درویزہؒ، (3) نور نامہ از جان محمد، (4) مناجات از علی خان (5) 13 دیگر مسائل۔

یہ کتاب پیر مظفر شاہ نے بتاریخ 7 ماہ صفر 1274ھ کو اپنی خواہر زادی بی بی رقیہ کے لئے نقل کی ہے۔ اس کے علاوہ فقہ کی مشہور کتاب ''کنز الدقائق'' بمعہ عربی تشریح و تفسیر ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی موجود ہے۔ ان کے ایک فتوے کی نقل بھی راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

پیر مظفر شاہ کی اولاد میں حبیب شاہ اور علی اکبر شاہ نام کے دو بزرگوں کا ذکر آتا ہے۔ جن کا ایک آدھ شعر ناقدر شناس اولاد کو بطور تبرک یاد ہے۔

آخر بہ شی پاتے سیاھی پہ کاغذ باندے
حبیب شاہ غریب بہ شی ترخاورولاندے

پچھلے دنوں ایک اور کتاب میرے ہاتھ لگی۔ اسے پیر محمد مظفر شاہ ابن سیادت پناہ محمد اعظم شاہ نے 10ء جمادی الثانی1269ھ کو قلمی کیا ہے۔ کتاب ''قصتہ المشائخ'' ہے جو خواجہ محمد زاہد نے لکھی تھی۔ اس کتاب کے اب تک تین قلمی نسخے مل چکے ہیں۔ اس قلمی نسخے کے اختتام پر پیر مظفر شاہ نے اوپر والا شعر یوں لکھا ہے۔

سیاھی بو پاتے شے بکاغذ باندِ
دہ فقیر مظفر بو شے تر خاورو لاندے

(قلم کی سیاھی تو کاغذ پر رہ جائیگی مگر پیر مظفر منوں مٹی تلے چلا جائیگا)

شجرہ پیر سباکؒ

نہ ہو کچھ آپ تو کیا فائدہ ہے

فلاں ابن فلاں ابن فلاں سے

اب تک مجھے پیر سباکیوں کی مختلف شاخوں کے کئی شجرے، اولادِ حضرت شاہ منصورؒ کے دو شجرے۔ میاں جی خیل خاندان کا ایک شجرہ اور چالاک خیلوں کے دو شجرے ہاتھ آئے ہیں۔ ان سب شجروں میں ایک شجرے تو وہ ہیں جو معمولی ردوبدل کے ساتھ اوچی سادات کے شجروں کے ساتھ ملتے ہیں۔ دوم وہ شجرے جو امام موسیٰ کاظمؒ تک تو پہنچتے ہیں لیکن جن میں اوچ شریف کے بزرگوں کا ذکر نہیں ہے۔

پیر سباکیوں کے شجروں کا ماخذ اولین ''قصۃ المشائخ'' نام کی کتاب ہے۔ اس کے صفحہ 103 پر جو شجرہ دیا گیا ہے۔ وہ چالاک خیلوں کے شجرے سے ملتا ہے۔ شجرہ یوں ہے۔

پیر سباک ابن سید ابا بکر ابن سید اسمٰعیل ابن سید امیر علی ابن میر کلاں ابن قلندر شاہ ابن سید ولی ابن سید سلیمان ابن میر قطب الدین ابن سید سلطان ابن سید عبد الرحمن ابن سید احمد ابن مولانا محمد ابن سید شمس الدین ابن میر حمید الدین ابن سید علی کبیر ابن سید طاہر ابن میر یعقوب ابن سید بہاؤالدین ابن سید جلال الدین ابن سید یوسف ابن درویش ابن مولانا جمشید ابن عالم شاہ ابن میر عبداللہ ابن سید بہادر ابن سید کبیر ابن سید بہلول ابن خواجہ علی ابن مولانا سید سخبر ابن سید القادر ابن سید شہاب الدین ابن مولانا رکن الدین ابن مولانا شاہ محمد ابن سید خیر الدین ابن سید علاؤالدین ابن امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر ابن امام زین العابدین ابن امام حسین ابن حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

شجرہ پیر خیل لکی (ضلع بنوں) اولاد پیر چالاک برادر پیر سباکؒ یوں ہے:۔

سید چالاک ابن سید ابو بکر ابن سید اسمٰعیل ابن سید امیر علی ابن سید کلان ابن سید قلندر ابن سید ولی ابن سید سلیمان شاہ ابن سید قطب الدین ابن سید علی ابن سید سلطان شاہ ابن سید محمد ابن سید شمس الدین ابن سید یعقوب شاہ ابن سید بہاؤالدین بن چالاک الدین ابن سید یوسف شاہ ابن سید درویش محمد ابن سید جمشر ابن سید عالم شاہ ابن سید بید ابن سید بہاءالدین ابن سید کبیر ابن سید خواجہ علی مجید ابن سنجر ابن سید عبد القادر جورح (جیور حمتہ اللہ علیہ) ابن سید کمل الدین ابن رکن الدین ابن سید شاہ ابن خیر الدین ابن علی الدین ابن سید موسیٰ کاظم ابن سید امام جعفر صادق ابن امام باقر ابن امام زین العابدین ابن امام حسین علیہ السلام ابن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ یہ شجرہ 1338ھ کو لکھا گیا ہے۔ کاتب نامعلوم الاسم ہے۔

{سنجر (سیستان) ایران و افغانستان کی سرحد پر ایک تاریخی علاقہ سجستان۔ قدیم نام سکستانہ۔ نیمروز بھی کہتے ہیں۔ خاندانِ صفاریہ کا دارالحکومت بھی رہا۔}

کتاب قصتہ المشائخ کے خاتمے پر پیر سباکیوں کی مختلف شاخوں کا جو مفصل شجرہ نسب درج ہے اس میں پیر سباک قدس سرہٗ کا شجرہ حضرت سید جلال سرخ بخاری (اوچ شریف) کے واسطے سے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے جا کر ملتا ہے۔ یوں ہے:۔

پیر سید محمود ملقب بہ پیر سباکؒ ابن سید ابا بکر ابن شاہ اسمٰعیل ابن سید میر علی ابن سید میر کلاں ابن میر قلندر شاہ کریم ابن سید میر ولی اللہ ابن سید سلیمان ابن سید قطب الدین قطب عالم ابن سید علی کبیر ابن شاہ سلطان ابن شاہ عبد الرحمن ابن سید احمد ابن سید محمود ابن سید رکن الدین ابن سید حامد کبیر ابن سید ناصر الدین ابن سید جلال سبز بخاری ملقب بہ مخدوم جہانیاں ابن قطب زمان سلطان سید احمد کبیر ابن سید جلال سرخ بخاری۔

سیادت پناہ سید قمر الدین منصور خیل کا شجرہ جو 4 جمادی الثانی 1317ھ کو سردار محمد عیسیٰ خان نے سپرد قلم کیا ہے۔ وہ بھی حضرت مخدوم جہانیاں کے واسطے سے حضرت امام موسیٰ کاظمؒ سے جاملتا ہے۔

سید جلال الدین حسین جلال اعظم شیر شاہ میر ' سرخ بخاری (ولادت 595ھ وفات۔690ھ مزار مقدس اوچ شریف) ابن سید ابی المویید علی (موید الدین) اللہ ابن سید جعفر (رحمت اللہ) ابن حضرت محمد (صفی اللہ) ابن سید محمود (مختار اللہ) ابن سید احمد (مقبول اللہ) ابن سید عبد اللہ (اسلام اللہ) بن سید علی اصغر (جمیل اللہ) بن سید جعفر ثانی (جلیل اللہ) بن سید امام علی النقی (منتصف بہ اخلاق اللہ) ابن سید محمد جواد التقی اللہ ابن امام سلطان علی الرضا ابن سید امام موسیٰ کاظم (محب اللہ) ابن سید امام جعفر صادق (نجی اللہ) ابن سید امام باقر (معدن علم اللہ) ابن امام زین العابدین علی ابن سید امام حسین (سید الشہداء دین اللہ) بن حضرت امام علی المرتضیٰ (حید کرار مشکل کشاء اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہٗ)

سادات بلند خیل کا جو شجرہ مجھے جناب پیر شاہجہان سکنہ ' ارمڑ پایاں پشاور کے ذریعے ملا۔ وہ بھی قصتہ المشائخ کے اندرونی صفحات کے شجرے اور پیراں لکی کے شجرے سے کافی ملتا ہے۔ شجرہ درج ذیل ہے۔

سید شاہ جہان بن حضرت شاہ بن محمد امیر شاہ بن میر شہاب الدین بن سید علی بن سید شہزادہ بن محمد شاہ بن فیض اللہ بن آب الدین بن سید شہباز بن سید گشتی بن سید عمر بن سید ابو بکرؒ بن سید شاہ اسمٰعیلؒ بن سید شاہ میر علی بن سید میر بن سید شاہ قلندر بن سید ولی بن سید شاہ سلطان بن سید عبد الرحمن بن سید احمد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید نور بن سید علیم شاہ بن سید طاہر الدین بن سید یعقوب بن سید بہاؤ الدین بن سید محمد بن سید داؤد بن سید نور بن سید علیم شاہ بن سید طاہر الدین بن سید یعقوب بن سید بہاؤ الدین بن سید شاہ جلال الدین بخاری بن سید یوسف شاہ بن سید شاہ محمد بن سید حمید شاہ بن علیم شاہ بن سید بہاؤ الدین بن سید کبیر بن سید حکیم بن سید خواجہ علی بن سید عرب شاہ بن

شاہ عبدالقادر بن سید بدرالدین بن سید رکن الدین بن سید شاہ محمد بن سید خیر الدین بن علاؤالدین بن سید امام موسیٰ کاظمؒ بن سید جعفر صادقؒ بن امام باقرؒ بن امام زین العابدینؒ بن امام حسینؓ۔

کتاب 'اسرالحقائق' میں ایڈوکیٹ سید منصور علی شاہ نے صفحہ 92 پر اخوند درویزہؒ کے حوالے سے منصور پیر خیل کا ایک عجیب وغریب شجرہ دیکر اِن اقوام کو خٹک کرلانی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

شجرہ پیر خیل: منصور ابن محمد عمر ابن محسن ابن جلال الدین ابن شمس الدین ابن صدرالدین ابن منکی ابن جنکی ابن میر علی ابن محمد علی ابن تور ابن ابنِ جور ابن ابنِ خٹکبا نڑین ابنِ کلانڑین۔ حالانکہ اخوند صاحب کی اس مشہور تصنیف تذکرۃ الابرار میں اس قسم کا کوئی شجرہ موجود نہیں۔البتہ اپنی اسی کتاب 'اسرالحقائق'(صفحہ 92) میں فاضل مصنف نے شجرہ بندوبستی پیر خیل یوں دیا ہے:

شاہ مست ابن عمر شاہ ابن ابو بکر ابن شاہ اسمٰعیل ابن میر علی شاہ ابن میر کلان شاہ ابن میر ولی شاہ بن میر عبدالرحمن شاہ ابن میر سلیمان شاہ ابن میر احمد شاہ ابن میر محمود شاہ ابن میر جنید شاہ ابن میر سید علی شاہ ابن میر ظاہر شاہ ابن میر یعقوب شاہ ابن میر بہاؤالدین شاہ ابن سلطان احمد کبیر ابن جلال الدین ابن سید علی ابن جعفر ابن محمد دین ابن سید محمد ابن احمد شہزاد ابن شاہ عبداللہ ابن علی رحمت شاہ ابن میر سید علی شاہ ابن امام اصغر ابن امام جعفر ثانی ابن امام محمد تقی ابن محمد نقی ابن علی رضا ابن موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق ابن باقر ابن زین العابدین ابن حسینؓ۔

(پیر سباک قدس سرہ' کا شجرہ نسب جو اوچ شریف کے حضرت سید جلال سرخ بخاریؒ کے واسطے سے حضرت موسی کاظمؒ سے ملتا ہے' کو مشہور ماہر انساب سید تعظیم علی نقوی ناظم آباد۔کراچی نے راقم الحروف کے نام خط مورخہ 18 فروری 1981ء میں مستند قرار دیا ہے۔)

سادات پیر سباک کے چند شجرے

شجرہ پیرسباک بخاری سادات (ا)
تبی سر (ضلع میانوالی)
و کھوئیاں (تلہ گنگ)

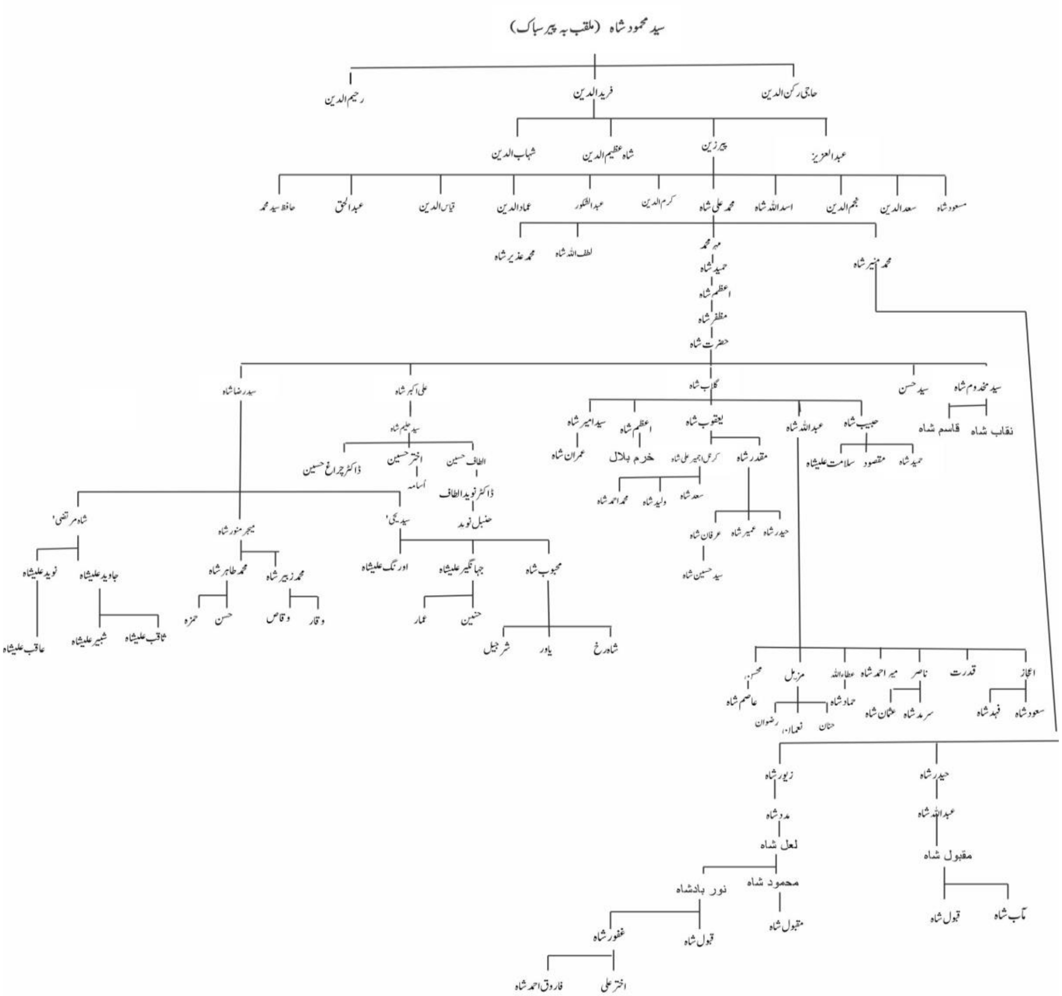

شجرہ:۱

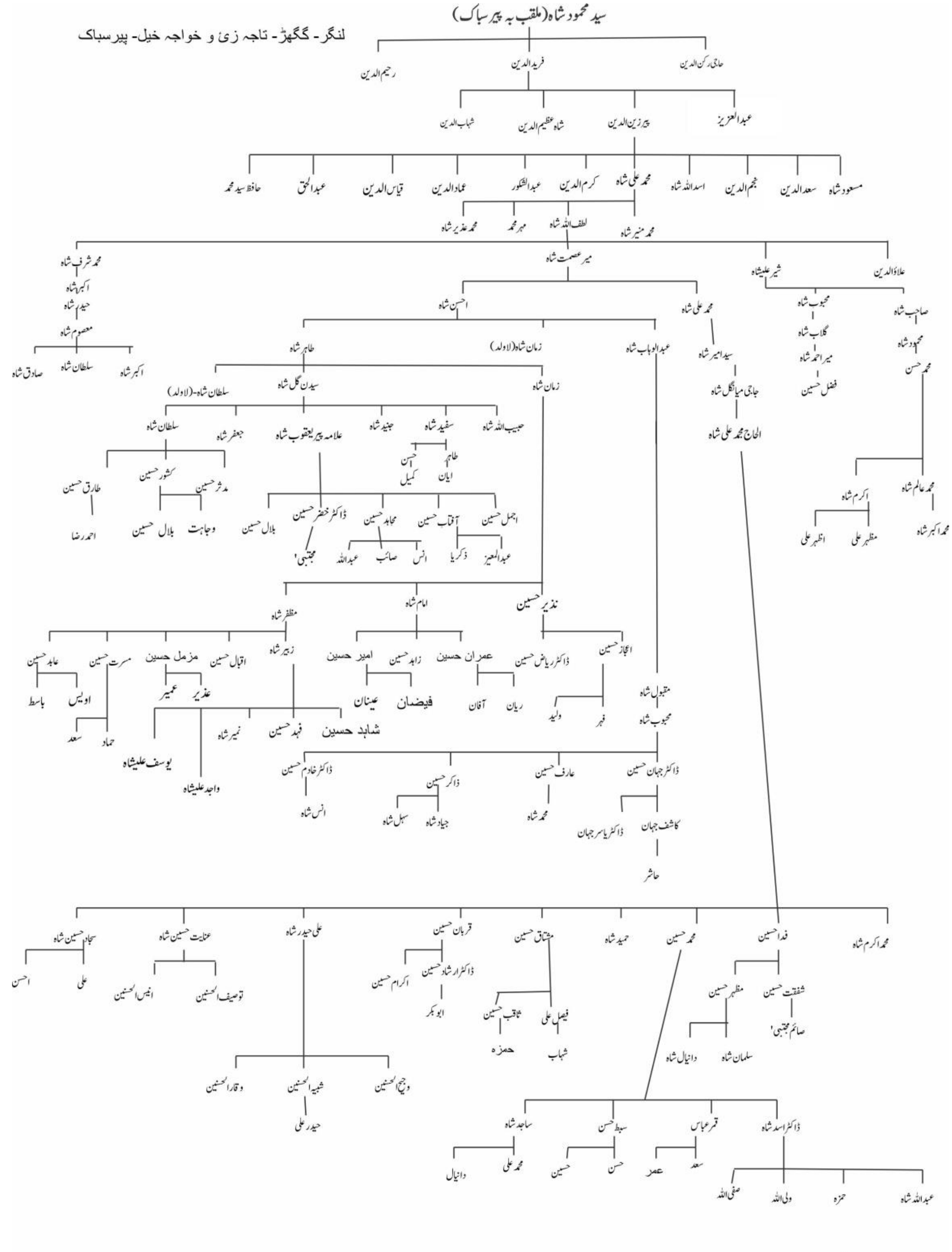
سید محمود شاہ(ملقب بہ پیر سباک)
لنگر- گگھڑ- تاجہ زئ و خواجہ خیل- پیرسباک
حاجی رکن الدین
فریدالدین
رحیم الدین
عبدالعزیز
پیر زین الدین
شاہ عظیم الدین
شہاب الدین
مسعود شاہ
سعدالدین
نجم الدین
اسداللہ شاہ
محمد علی شاہ
کرم الدین
عبدالشکور
عمادالدین
قیاس الدین
عبدالحق
حافظ سید محمد
محمد منیر شاہ
لطف اللہ شاہ
مہر محمد
محمد عذیر شاہ
علاؤالدین
شیر علیشاہ
میر عصمت شاہ
محمد شرف شاہ
اکبر شاہ
حیدر شاہ
معصوم شاہ
اکبر شاہ
سلطان شاہ
صادق شاہ
صاحب شاہ
محمود شاہ
محمد حسن
محبوب شاہ
گلاب شاہ
میر احمد شاہ
فضل حسین
محمد علی شاہ
سید امیر شاہ
حاجی میا نگل شاہ
الحاج محمد علی شاہ
احسن شاہ
عبدالوہاب شاہ
زمان شاہ(لاولد)
طاہر شاہ
زمان شاہ
سیدن گل شاہ
سلطان شاہ-(لاولد)
حبیب اللہ شاہ
سفید شاہ
جنید شاہ
علامہ پیر یعقوب شاہ
جعفر شاہ
سلطان شاہ
طاہر
حسن
ایان
کمیل
طارق حسین
کشور حسین
مدثر حسین
احمد رضا
بلال حسین
وجاہت
اجمل حسین
آفتاب حسین
مجاہد حسین
ڈاکٹر خضر حسین
بلال حسین
عبدالمعز
ذکریا
انس
صائب
عبداللہ
مجتبیٰ
محمد عالم شاہ
اکرم شاہ
محمد اکبر شاہ
مظہر علی
اظہر علی
نذیر حسین
امام شاہ
مظفر شاہ
اعجاز حسین
ڈاکٹر ریاض حسین
عمران حسین
زاہد حسین
امیر حسین
زبیر شاہ
اقبال حسین
مزمل حسین
مسرت حسین
عابد حسین
فہد
ولید
ریان
آفان
فیضان
عینان
عذیر
عمیر
اویس
باسط
سعد
حماد
شاہد حسین
فہد حسین
نمیر شاہ
یوسف علیشاہ
واجد علیشاہ
مقبول شاہ
محبوب شاہ
ڈاکٹر جہان حسین
عارف حسین
ذاکر حسین
ڈاکٹر خادم حسین
کاشف جہان
ڈاکٹر یاسر جہان
محمد شاہ
جیاد شاہ
سہل شاہ
انس شاہ
حاشر
محمد اکرم شاہ
فدا حسین
محمد حسین
حمید شاہ
مشتاق حسین
قربان حسین
علی حیدر شاہ
عنایت حسین شاہ
سجاد حسین شاہ
شفقت حسین
مظہر حسین
صائم مجتبیٰ
سلمان شاہ
دانیال شاہ
فیصل علی
ثاقب حسین
شہاب
حمزہ
ڈاکٹر ارشاد حسین
اکرام حسین
ابو بکر
وجیہ الحسنین
شبیہ الحسنین
وقار الحسنین
حیدر علی
توصیف الحسنین
انیس الحسنین
علی
احسن
ڈاکٹر اسد شاہ
قمر عباس
سبط حسن
ساجد شاہ
عبداللہ شاہ
حمزہ
ولی اللہ
صفی اللہ
سعد
عمر
حسن
حسین
محمد علی
دانیال

شجرہ:۲

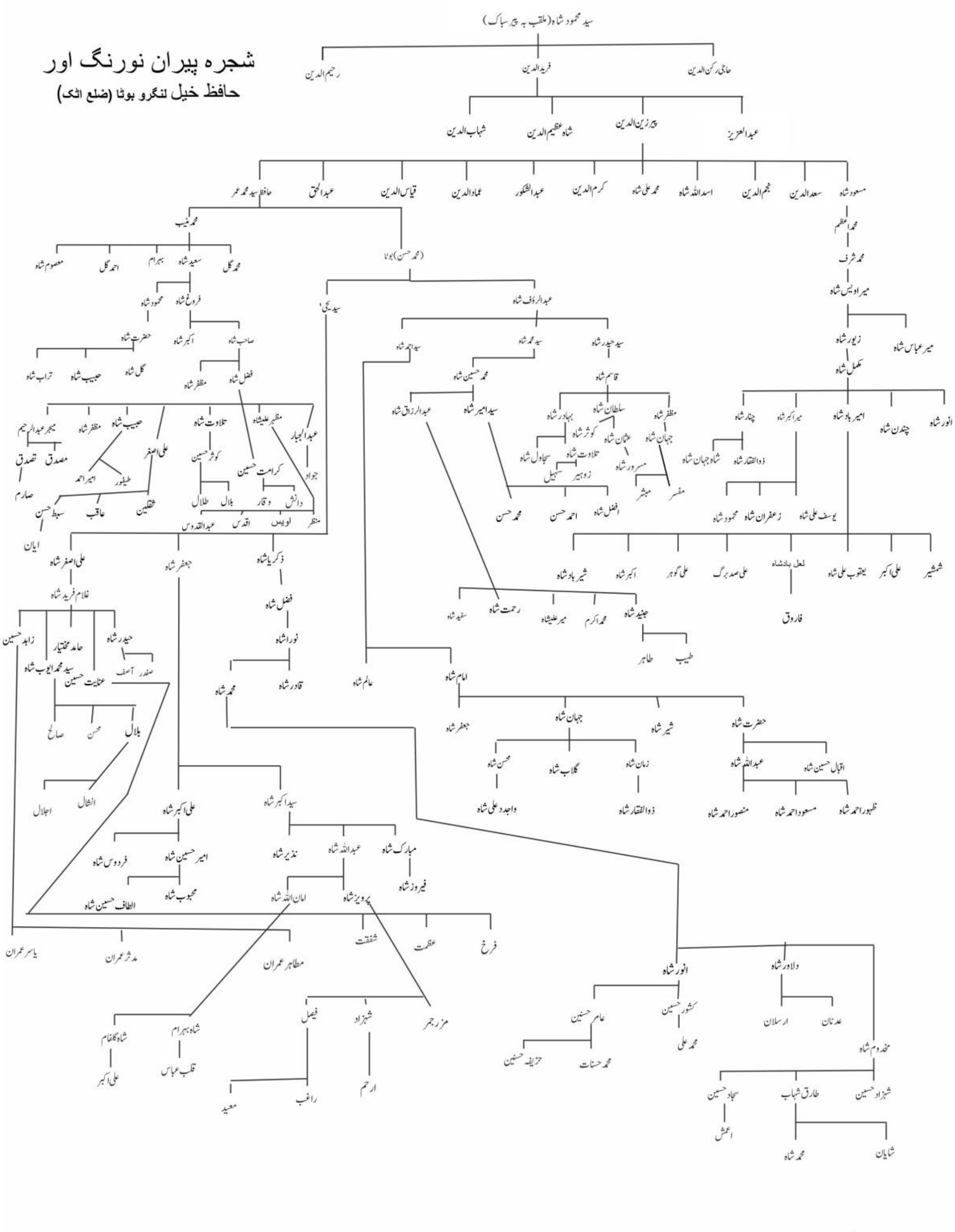

شجرہ پیران نورنگ اور
حافظ خیل لنگرو بوٹا (ضلع اٹک)
سید محمود شاہ (ملقب بہ پیر سباک)
حاجی رکن الدین
فرید الدین
رحیم الدین
عبدالعزیز
پیر زین الدین
شاہ عظیم الدین
شہاب الدین
مسعود شاہ
سعد الدین
نجم الدین
اسد اللہ شاہ
محمد علی شاہ
کرم الدین
عبدالشکور
عماد الدین
قیاس الدین
عبدالحق
حافظ سید محمد عمر
محمد اعظم
محمد شرف
میر اویس شاہ
زیور شاہ
میر عباس شاہ
تکمل شاہ
انور شاہ
چندن شاہ
امیر باد شاہ
میر اکبر شاہ
چنار شاہ
ذوالفقار شاہ
شاہ جہان شاہ
یوسف علی شاہ
زعفران شاہ
محمود شاہ
شمشیر
علی اکبر
یعقوب علی شاہ
لعل بادشاہ
فاروق
علی صدبرگ
علی گوہر
اکبر شاہ
شیر باد شاہ
محمد منیب
(محمد حسن) بوٹا
محمد گل
سعید شاہ
بہرام
احمد گل
معصوم شاہ
فروغ شاہ
محمود شاہ
صاحب شاہ
اکبر شاہ
حضرت شاہ
گل شاہ
حبیب شاہ
تراب شاہ
فضل شاہ
مظفر شاہ
عبدالجبار
جواد
مظہر علیشاہ
تلاوت شاہ
کوثر حسین
کرامت حسین
دانش
وقار
بلال
طلال
علی اصغر
ثقلین
عاقب
سبط حسن
ایان
حبیب شاہ
طیفور
امیر احمد
مظفر شاہ
میجر عبدالرحیم
مصدق
تصدق
صارم
منظر
اویس
اقدس
عبدالقدوس
سید یحیٰ
عبدالرؤف شاہ
سید حیدر شاہ
سید محمد شاہ
سید احمد شاہ
قاسم شاہ
مظفر شاہ
سلطان شاہ
بہادر شاہ
جہان شاہ
عثمان شاہ
کوثر شاہ
سجاول شاہ
تلاوت شاہ
زوہیر
سہیل
مسرور شاہ
مبشر
مفسر
محمد حسین شاہ
سید امیر شاہ
عبدالرزاق شاہ
افضل شاہ
احمد حسن
محمد حسن
جنید شاہ
محمد اکرم
میر علیشاہ
رحمت شاہ
سفید شاہ
طیب
طاہر
ذکریا شاہ
جعفر شاہ
علی اصغر شاہ
فضل شاہ
نورا شاہ
قادر شاہ
محمد شاہ
غلام فرید شاہ
حیدر شاہ
صفدر
آصف
حامد مختیار
عنایت حسین
سید محمد ایوب شاہ
زاہد حسین
بلال
محسن
صالح
انشال
اجلال
عالم شاہ
امام شاہ
حضرت شاہ
شیر شاہ
جہان شاہ
جعفر شاہ
اقبال حسین شاہ
عبداللہ شاہ
ظہور احمد شاہ
مسعود احمد شاہ
منصور احمد شاہ
زمان شاہ
گلاب شاہ
محسن شاہ
ذوالفقار شاہ
واجد علی شاہ
سید اکبر شاہ
علی اکبر شاہ
مبارک شاہ
عبداللہ شاہ
نذیر شاہ
فیروز شاہ
امیر حسین شاہ
فردوس شاہ
محبوب شاہ
الطاف حسین شاہ
پرویز شاہ
امان اللہ شاہ
فرخ
عظمت
شفقت
مطاہر عمران
مدثر عمران
یاسر عمران
مزرجمر
شہزاد
فیصل
ارحم
راغب
معید
شاہ بہرام
شاہ گلفام
قلب عباس
علی اکبر
دلاور شاہ
انور شاہ
کشور حسین
عامر حسین
محمد علی
محمد حسنات
حزیفہ حسنین
عدنان
ارسلان
مخدوم شاہ
شہزاد حسین
طارق شہاب
سجاد حسین
اعمش
شایان
محمد شاہ

شجرہ:۳

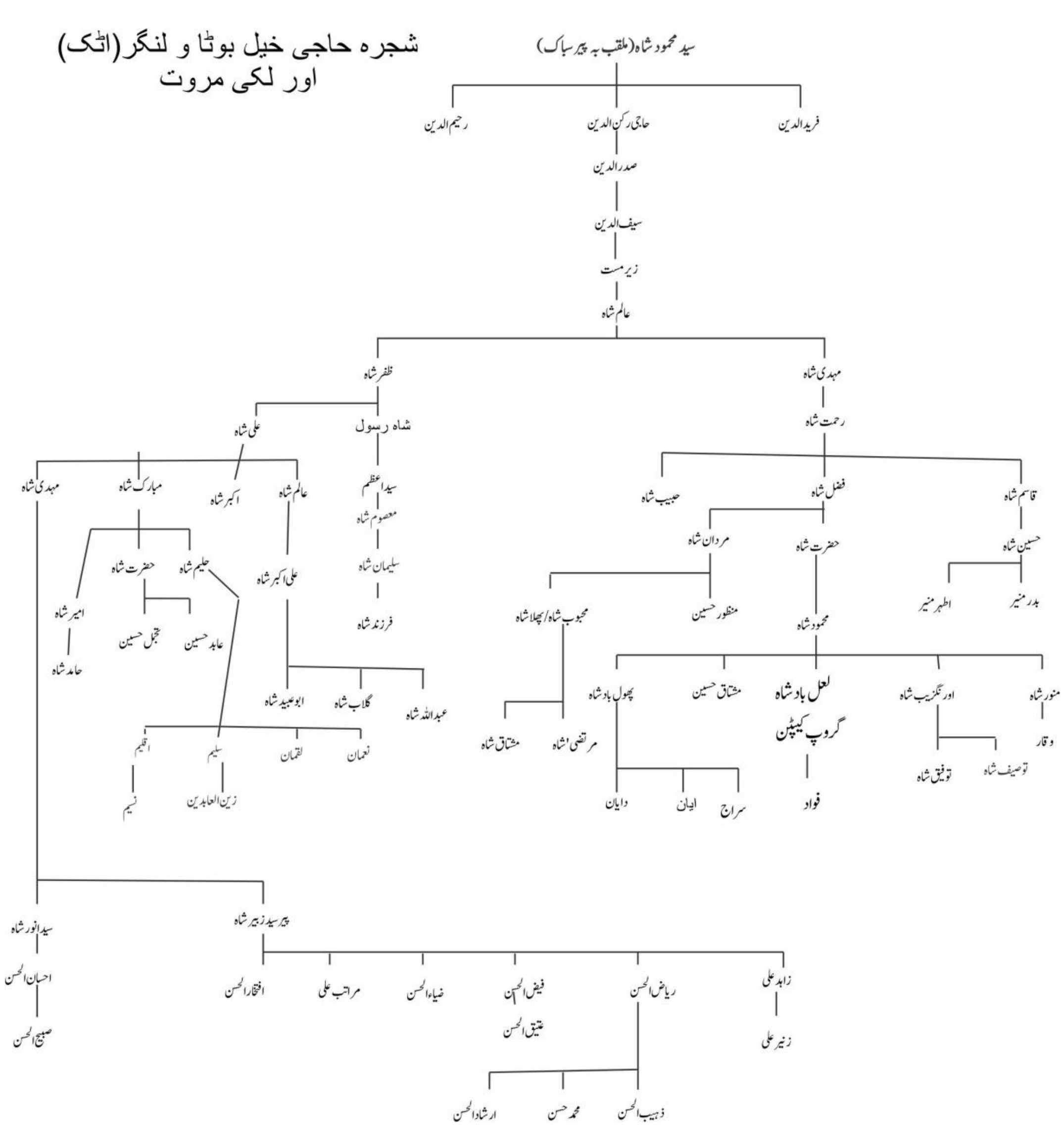
شجرہ حاجی خیل بوٹا و لنگر(اٹک)
اور لکی مروت
سید محمود شاہ(ملقب بہ پیر سباک)
فریدالدین
حاجی رکن الدین
رحیم الدین
صدرالدین
سیف الدین
زیرمست
عالم شاہ
مہدی شاہ
ظفر شاہ
رحمت شاہ
شاہ رسول
علی شاہ
قاسم شاہ
فضل شاہ
حبیب شاہ
عالم شاہ
اکبر شاہ
مبارک شاہ
مہدی شاہ
سید اعظم
معصوم شاہ
سلیمان شاہ
فرزند شاہ
حسین شاہ
حضرت شاہ
مردان شاہ
بدر منیر
اطہر منیر
منظور حسین
محبوب شاہ/پھلا شاہ
محمود شاہ
منور شاہ
اورنگزیب شاہ
لعل بادشاہ
گروپ کیپٹن
مشتاق حسین
پھول بادشاہ
وقار
توصیف شاہ
توفیق شاہ
فواد
سراج
ایان
دایان
مرتضیٰ شاہ
مشتاق شاہ
علی اکبر شاہ
عبداللہ شاہ
گلاب شاہ
ابوعبید شاہ
حلیم شاہ
حضرت شاہ
عابد حسین
تجمل حسین
امیر شاہ
حامد شاہ
نعمان
لقمان
سلیم
اقلیم
زین العابدین
نسیم
پیر سید زبیر شاہ
سید انور شاہ
احسان الحسن
صبیح الحسن
زاہد علی
زبیر علی
ریاض الحسن
فیض الحسن
عتیق الحسن
ضیاء الحسن
مراتب علی
افتخار الحسن
ذہیب الحسن
محمد حسن
ارشاد الحسن

شجرہ:۴

پیر سباک گاؤں۔تاریخ کے آئینے میں

محترم فرہاد علی خاور اپنے ایک مضمون ہندوؤں اور سکھوں کا مقدس شہر (پیر سباق) مطبوعہ روزنامہ 'آج' (سنڈے ایڈیشن) مورخہ 25 نومبر 2015ء میں لکھتے ہیں: زمانہ قدیم میں پیر سباق (پیر سباک) کے مقام پر منارہ نامی شہر آباد تھا۔ پیر سباک کا گھاٹ بھی بہت مشہور تھا۔اسی شہر کی نسبت سے دریاۓ کابل کا نام دریاۓ منارہ تھا۔البیرونی نے 'کتاب الہند' میں منارہ نامی اس شہر کا ذکر کیا ہے۔منارہ نامی شہر کب سے آباد تھا یہ تو بتانا ممکن نہیں لیکن یہ تصدیق البیرونی کی تحریروں سے ممکن ہوئی کہ ایک ہزار سال قبل تک یہ فصیل بند شہر تھا۔اس قدیمی شہر میں ندات یانزات نامی ایک عظیم مندر تھا۔جس میں ایک بہت بڑی اور دراز قد مورتی موجود تھی۔جو ہندومت کے پیروکاروں کے لئے بڑی متبرک تھی۔کہاجاتاہے کہ اس زمانے میں یہ مندر پیر سباق کی چوٹی پر تعمیر ہوا تھا۔روایت کے مطابق حضور ﷺ کی پیدائش کے موقع پر یہ بت اوندھے منہ گر پڑا تھا۔44ھ میں ابومہلب نے شہر فتح کر کے بت خانہ ڈھادیا تھا۔ایک زبردست جنگ اس مقام پر لڑی گئی تھی جہاں آج پیر سباق ثانی کا مقبرہ ہے۔عرب مجاہدین کی یادگاریں لمبی قبروں کی صورت میں آج بھی موجود ہیں۔مسلمان تقریباً دوسو برس تک پھر اس شہر پر حملہ آور نہیں ہوئے اور یہاں بت پرستوں کا راج قائم رہا۔ محمود غزنوی نے اس شہر کو فتح کیا۔ لیکن اس کے بعد تاریخ میں منارہ شہر کا نام کسی نے نہیں سنا۔شہاب الدین غوری نے اس علاقے کو سلطان پکھل کے حوالے کیا۔ سلطان پکھل کے بھائی سلطان بہرام والئی ننگرہار نے دلہ زاک افغانوں کو یہاں آباد کیا۔ گمان یہ ہے کہ منارہ کے کھنڈرات پر دلہ زاک نے سرغ واڑئی کے نام سے ایک بستی آباد کی۔1025ھ میں یوسفزئی یہاں قابض ہوئے۔اس زمانے میں بھی یہاں ایک گھاٹ موجود تھا جس پر بارہ خان یوسف زئی محصول وصول کرتا تھا۔ آپ کی رہائش تو بارہ بانڈہ کے مقام پر تھی لیکن غلہ ڈھیر کے مقام پر بارہ خان کی تجارتی منڈی اور بازار تھا۔ پیر سباق کے اس گھاٹ پر تجارتی قافلوں کا رش ہوا کرتا تھا۔یوسف زئیوں کی یہاں سے سوات

منتقلی کے بعد سرغ واڑی قصبہ ویران ہوگیا۔جو ایک عرصہ بعد ہمیں زڑہ مینہ کے نام سے تحریروں میں ملتاہے۔ مغل فرمانروا شاہجہان کے دور میں جب خوشحال خان یہاں منصب دار تھا۔اس زمانے میں پیر سباق نامی ایک فقیر نے قدیمی منارہ اور سرع واڑی کے قدیمی قبرستان میں جو عرب غازیوں اور کافروں کے درمیان ہونے والی تاریخی جنگ کی یادگار تھی۔ یہاں آکر ایک چونپڑی بناکر عبادت اور ریاضت شروع کی۔اکوڑہ خٹک کے خوشحال خان خٹک نے اپنی بیٹی پیر سباق کے نکاح میں دیدی۔اسی زمانے سے یہ گاؤں پیر سباق کے نام سے مشہور ہوا۔فرہاد علی خاور کے اس بیان کے بارے میں ہم صرف یہ عرض کریں گے۔کہ اس اقتباس کا آخری حصہ جو پیر سباکؒ رحمت اللہ علیہ (پیر سباق بابا) کے بارے میں ہے۔'تاریخ پشاور' میں منشی گوپال داس کے بیان کا چربہ ہے۔حالانکہ قدیم قبالوں کی روشنی میں حقیقت صرف وہی ہے جس پر ہم اس کتاب کے پہلے ابوب میں بحث کرچکے ہیں۔اس شہر کا سابقہ نام شہر صفا تھا۔جو اس دور میں ویران تھا۔اسی طرح پیر سباق رحمت اللہ علیہ کے ساتھ خوشحال خان کی بیٹی کی شادی کا قصہ بھی ناممکنات میں سے ہے۔پیر سباک کی اس جاگیر کے حدود بھی اس کتاب کے اوائل میں بیان کردئے گئے ہیں جو جہانگیر بادشاہ کی عطا کردہ ہے۔مزید برآں محترم فرہاد علی خاور نے جس پیر سباق کے مقبرے کا ذکر کیا ہے وہ زمانہ حال کے ایک بزرگ پیر سباق دوم قاضی عبدالسلام قریشی علیہ رحمت کا ہے۔پیر سباک اول سیّد محمود شاہ رحمت اللہ علیہ کا مزار اقدس علاقہ ٹل بلند خیل میں دریائے کرم کے کنارے پر واقع ہے۔

فرہاد صاحب نے 14 مارچ 1824ء کو سکھوں اور پختونوں کی تاریخی جنگ کا بھی ذکر کیا ہے جس کے بعد پختونخواہ کی تاریخ بدل گئی۔اُنہوں نے اس جنگ میں مارے جانے والے سکھ جرنیل پھولا سنگھ کی سمادھی کا بھی ذکر کیا ہے۔انکا بیان ہے کہ تقسیم ہند سے پہلے یہاں سال میں دو میلے ہوا کرتے تھے۔'ایک بیساکھی اور ایک دوسہرہ کا'۔ اسکے علاوہ بھی چند دیگر تاریخی واقعات کا تعلق اسی سرزمین سے ہے۔

(1) فرہاد علی خاور کے اس مضمون میں کہیں بھی شہر صفا کا نام نہیں پایا جاتا۔ جو شیخ المشائخ محمود شاہ المعروف بہ پیر سباک کے یہاں قیام پذیر ہونے سے پہلے اس شہر کا قدیمی نام تھا۔ اولاد پیر سباک کو دیئے گئے پرانے شاہی قبالوں میں اسے اسی نام سے پکارا گیا ہے۔ جو دلہ زاکوں کی ملکیت تھا۔ اور اس وقت یہ علاقہ ویران تھا۔

(2) موجودہ گاؤں پیر سباؔق (ک) کو شیخ المشائخ حضرت محمود شاہ پیر سباک کے بڑے بیٹے پیر فرید الدین علیہ رحمت نے آباد کیا۔ اور اسے اپنے والد عالی مرتبت پیر سباک (پیر سباق) کے نام سے موسوم فرمایا۔ اور یہ تقریباً 1025ھ کا واقعہ ہے۔

(3) خوشحال خان اور خوانین اکوڑہ کا جد امجد ملک اکو پیر سباک گاؤں میں بولاق خٹکوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ محترم سید الرحمان سید کاکاخیل نے جناب محمد رحیم گل کاکاخیل کی ایک قلمی یاداشت کے حوالے سے ملک اکو کا سال مرگ 998ھ متعین کیا ہے (کتمان شہادت صفحہ 53)۔ اس کتاب کے مطابق ملک اکو کا سن پیدائش 948ھ ہے اور جاگیر انہیں 989ھ میں ملی۔

(4) 1823ء کی جنگ میں خوانین۔ علماء اور پیران عظام زخمی اور شہید ہوئے۔ تورڈھیر کے شیخ اخوند محمد شعیب صاحب اسی جنگ میں سخت زخمی ہوئے اور تین دن بعد شہادت پائی۔ مشہور بزرگ اخوند عبدالغفور صاحب سوات کو اسی زخمی حالت میں اپنے پاک خون سے مسند خلافت کی سند عطا کی۔ پیر سباک گاؤں میں سادات کا ایسا کوئی گھر نہ رہا جسمیں سے کوئی نہ کوئی مرتبۂ شہادت نہ پاچکا تھا۔

(5) اسی جنگ میں حصہ لینے کے لیے ایک بزرگ ضمیر گل باباقریشی جو علاقہ زرمت (کابل) سے تشریف لائے تھے۔ زخمی ہوئے۔ سادات پیر سباک میں ایک حکیم۔ طبیب اور جراح میر عباس شاہ مرحوم نے ان کا علاج کیا۔ شفا پانے کے بعد وہ یہیں آباد ہوئے۔ قاضی عبدالسلام صاحب پیر سباک دویم مرحوم اور مغفور ان ہی

بزرگ (ضمیر گل) کی اولاد سے تھے۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ میں بیعت و دعوت کا سلسلہ شروع کیا۔ اس طرح رشد وہدایت کا یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ان کے خاندان کے بارے میں مزید تفصیلات سید ولی اللہ شاہ پیر سباکی، جوان سے بیعت ہیں سے حاصل کر کے ایک الگ باب میں کتاب ھذا میں شامل کرونگا انشاءاللہ۔

(6) موضع پیر سباک کی پہاڑیوں سے قدرے ادنیٰ 'معیار کا سنگ مرمر بھی نکلتا ہے۔ اس علاقے کے مندرجہ ذیل تاریخی واقعات محکمہ آثار قدیمہ کی توجہ کے منتظر ہیں۔

(ا) روایت ہے کہ منارہ ایک فصیل بند شہر تھا۔ اس میں واقع پہاڑ کی چوٹی پر تعمیر تاریخی مندر کا مینار اور عمارت بالکل ایک دیومالائی محل کی صورت میں البیرونی کے زمانے تک دور سے نظر آتے تھے۔ منارہ شہر کا نام شاید اسی مینار (پشتو مینارہ یا منارہ) کی وجہ سے پڑ گیا ہوگا۔ اس شہر کے آثار کو تلاش اور تحقیق کرنے کے بعد محفوظ کیا جائے۔

(ب) سرغ واڑی (زڑہ مینہ) کے آثار اور کھنڈرات سے دلہ زاک قوم کی گمشدہ تاریخ معلوم کی جائے۔ مورخ دلہ زاک محترم اثاری جان صاحب بھی اگر اس طرف توجہ دیں تو انکی معلومات میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے۔

(ج) ولئی کے تاریخی باغ (جہاں پیر سباک اول اور حضرت کاکا صاحب کی روحانی فیوض و برکات کی حامل ملاقات ہوئی تھی)۔ پیر سباق گاؤں کا کوۂ خلوت اور پیر دستگیر کی جائے عبادت و ریاضت اور چلہ کشی (غار رحیمی) پر بعد از تحقیق تاریخی کتبے نصب کیے جائیں۔

(د) پیر سباک اول کی تعمیر کردہ 'باباجی کی مسجد' اور انکے فرزند پیر فرید الدین علیہ رحمت کا مزار اقدس جو موضع ڈھیری کٹی خیل کے قبرستان میں برلب جرنیلی سڑک واقع ہے۔ کی مناسب تعمیر و تزہین اور آرائش کی جائے۔ یہ کار خیر ان کی اولاد میں سے بعض مخیر حضرات کے ذمے ہے۔

(ڈ) رنجیت سنگھ کے نامور جرنیل پھولا سنگھ کی سمادھی اور دریائے کابل کے کنارے سکھوں کے عہد میں تعمیر کردہ شکستہ سہ منزلہ قلعے کی مرمت و حفاظت کی جائے۔

(ر) موضع ولئی میں واقع اشرف خان خٹک کی تعمیر کردہ رنگ محل کی عمارت کی حفاظت۔ تحفظ۔ مرمت۔ زیبائش و آسائش کا مناسب بندوبست اور اس پر مکمل تاریخی تحقیق کرنے کے بعد سیاحوں کے لیے کتبہ نصب کرنا۔

(ڑ) پیر سباق ثانی کا مزار اقدس جس پر سالانہ عرس اور محفل نعت و مناقب بھی منعقد ہوتی ہے۔ محکمہ اوقاف و مذہبی امور کی طرف سے اس کے انتظام۔ حفاظت اور آسائش کا ان کی اولاد و معتقدین کے تعاون سے تسلی بخش بندوبست کرنا۔

(ز) غرض یہ کہ پیر سباق شہر تاریخ و مذہبی تقدیس کے لحاظ سے ہندوؤں۔ سکھوں اور مسلمانوں کے لیے یکساں مقدس مقام ہے۔ جسے دیکھنے کے لیے پاکستان۔ ہندوستان اور مغربی ممالک سے کافی زائرین اور سیاح آئینگے۔ جیسے تقسیم ہندوپاک سے قبل ہوتا تھا۔ اور اس طرح زرمبادلہ اور حکومتی آمدن کا ایک موزوں ذریعہ بن سکتا ہے۔

باب ہفتم

کتب حوالہ جات

1۔ قصتہ المشائخ (فارسی، قلمی) مصنف خواجہ محمد زاہد۔

2۔ بضعتہ الاربعین (فارسی، قلمی) مصنف پیر زین الدینؒ۔

3۔ مناقب زین الدین (فارسی نثر، قلمی) مصنف فضل حسین ولد عبد الصمدانی۔

4۔ مناقب زین الدینؒ (فارسی نظم، قلمی) مصنف مولانا خواجہ ملنگؒ۔

5۔ بیاض سید محبوب شاہ پیر سباکی (اردو، قلمی)۔

6۔ بیاض سید یحییٰ شاہ (ابن سید رضا شاہ بتی سر (اردو، قلمی)

7۔ مناقب شیخ جی صاحب (فارسی، قلمی) مصنفہ شیخ عبد الحلیم بابا ابن کاکا صاحبؒ

8۔ مراقبات رحمکار (فارسی، قلمی) اخوند اسمٰعیل۔

9۔ تذکرۃ الابرار والاشرار (فارسی چھاپ) اخوند درویزہؒ۔

10۔ قبالے وسندات در بارۂ عطائے موضع شہر صفا مشہور بہ موضع پیر سباک، منجانب حکمرانانِ وقت و سردارن قوم بحق اولاد پیر سباکؒ

11۔ خاندانی شجرے، ان میں پیر سباکیوں، منصور خیلوں، چالاک خیلوں اور میانجی خیلوں کے شجرے شامل ہیں۔ ان شجروں کے حاشیوں پر قیمتی معلومات درج ہیں۔

12۔ تاریخ مرصع (پشتو چھاپ) مؤلفہ محمد افضل خان خٹک

13۔ سوات نامہ (پشتو، چھاپ) خوشحال خان خٹک

14۔مناقب فقیر جمیل بیگؒ (پشتو، چھاپ) میاں شمس الدین۔
15۔مناقب شیخ رحمکارؒ (پشتو، قلمی) میاں شمس الدین۔
16۔کاکا صاحبؒ (اردو چھاپ) سرفراز خان خٹک عقاب۔
17۔پیر سباکؒ (اردو چھاپ) سرفراز خان خٹک عقاب۔
18۔روحانی روابط (پشتو چھاپ) قاضی عبدالحلیم اثر افغانی۔
19۔تذکرہ رحمکارؒ (اردو چھاپ) میاں سیاح الدین کاکا خیل۔
20۔تاریخ پشاور (اردو چھاپ) منشی گوپال داس۔
21۔تاریخ سادات گدون (فارسی قلمی) مصنفہ محمد شاہ گندفی۔
22۔حیات افغانی (اردو) محمد حیات خان۔
23۔دی پٹھان (اردو ترجمہ) سر اولف کیرو۔
24۔اسلام اور موسیقی (اردو چھاپ) مولانا جعفر شاہ پھلواری۔
25۔تواریخ حافظ رحمت خانی (پشتو چھاپ) پیر معظم شاہ۔
جس کے حواشی روشن خان نے لکھے ہیں۔
26۔پشتانہ شعراء۔عبدالحئی حبیبیؒ۔
27۔شرح جاوید نامہ۔یوسف سلیم چشتی۔
28۔عرفان (جلد اول و دوم) مصنف سلطان الفقراء حضرت فقیر نور محمد سروری قادری، کلاچویؒ۔
29۔ماہنامہ قند، جنوری فروری 1973ء ۔ مضمون قاضی عبدالحلیم اثر افغانی۔
30۔تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ از مولانا نور احمد خان فریدی۔یکم ستمبر 1954ء۔
31۔پشتانہ د تاریخ پہ رانڑا کش۔بہادر شاہ ظفر کاکا خیل۔

32۔احوال العارفین مصنف حافظ غلام فرید سرگودھا۔
33۔ مخزن پشتو از اخوند درویزہؒ
34۔ قصیدہ بردہ (عربی) از حضرت امام شرف الدین محمد البوصیریؒ
35۔ ترجمہ قصیدہ بردہ (فارسی) از علامہ عبدالرحمن جامیؒ۔ محمد فیاض الدین نظامی
36۔صوات نامہ حاشیے پشتو از جناب عبدالحیٔ حبیبی
37۔ مقالہ ادلس کوئٹہ ماہنامہ نومبر، دسمبر 1973ء-عبدالحلیم اثر افغانی
38۔ کوہاٹ ڈسٹرکٹ گزیٹئیر 1983- 84ء
39۔ کلیات خوشحال خان مرتبہ دوست محمد کامل
40۔ مقدمہ خیر البیان از جناب عبدالقدوس ہاشمی
41۔ برکی بیان مصنف احمد حسن لسوندی۔
42- رسالہ الابقاء-مولانا حضرت اشرف علی تھانویؒ
43۔ دیوان شاکر مصنف میر محمد شاکر
44-روضۃ الصابرین (قلمی 1198ھ) از صابر
45۔ خلافت وملوکیت مصنف ابوالاعلی مودودیؒ
46۔ پختون۔پشتی ابراہیمی قوم مصنف سلیم خان
47۔اسرار الحقائق مصنف سید منصور علی شاہ۔ایڈوکیٹ۔اشاعت اول ۱۹۹۹ء
48۔'وٹیری زیار تونہ' ۔اکمل اسد آبادی۔ پشتو رسالہ 'کنڈہ' مئی جون ۲۰۰۳ء
49۔ 'کوہاٹ تاریخ کے آئینے میں' مصنف ذوالفقار شاہ گڑھی بہرام شاہ۔ جنگل خیل۔ کوہاٹ
50۔ حضرت حاجی بہادرؒ کوہاٹی مصنف محمود شوکت

51۔ دیوان پیر مطیع اللہ نیکہ کوہاٹی۔ تحقیق ڈاکٹر اقبال نسیم خٹک

52۔ 'بن باس' (تاریخِ بنوں) مصنف پروفیسر شمشیر علی خان۔

53۔ شجرہ مانجی خیل و بانڈہ جات علاقہ خٹک مابین گر گری اور کوہاٹ۔ مرتب کنندہ مولوی عبدالرحمان ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء

54۔ 'پیر روشان اور روشنائی انقلاب' مصنف سیف الرحمان مسعود

55۔ 'تقابلِ ادیان و مذاہب'۔ 1991ء ایڈیشن۔ مصنف پروفیسر منظور احمد۔ علمی بک ہاؤس۔ چوک اردو بازار۔ لاہور

56۔ 'مولانا سید عبدالشکور اٹکیؒ۔' مقالہ ڈاکٹر محمد حنیف۔ اسلامیہ کالج پشاور

57۔ 'تاریخِ خٹک' مصنف سر فراز خان عقاب خٹک

58۔ 'مکتوباتِ حمزہ باباؒ مؤلف ملک عبدالرحمان

59۔ 'تاریخِ پاک و ہند مصنف ایم۔ اے۔ قدوس

60۔ روزنامہ 'آج' پشاور۔ مورخہ 25 نومبر 2015ء

61۔ قلمی یاداشت 'کتمان شہادت' محمد حمیم گل کاکاخیل

62۔ www.sunnah.com

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل افراد گرامی کے خطوط راقم الحروف کے نام سے بھی استفادہ حاصل کیا گیا ہے۔ میں ان سب حضرات محترم کا انتہائی ممنون و مشکور ہوں۔

(1) قاضی عبدالحلیم اثر افغانی۔ تخت بھائی۔ مردان۔

(2) مولانا سید محمد جعفر شاہ پھلواری۔ کراچی۔

(3) میاں بہادر شاہ ظفر کاکاخیل۔

(4) مفتی سیاح الدین کاکاخیل۔

(5) ایوب صابر، کوہاٹ۔

(6) محمد پرویش شاہین، منگلور سوات۔

(7) سرفراز خان عقاب خٹک۔

(8) سید فیروز شاہ اثر گیلانی۔ اکبر پور۔ پشاور۔

(9) خان روشن خان۔ نواں کلی۔ مردان۔

(10) محمود حسین شاہ۔ پیر سباکی۔ بھکر۔ میانوالی۔

(11) مولانا سید ظفریاب حسین الحسینی ترمذی۔ بھکر میانوالی۔

(12) سید عبدالوہاب شاہ۔ پیر سباکی۔ کٹر کی۔ میانوالی۔

(13) حاجی محراب شاہ۔ محلہ شاہ معصوم۔ پشاور

(14) میاں شاکر اللہ۔ گوجر گڑھی۔ مردان۔

(15) چودھری غلام محمد نذر صابری۔ کیمبل پور۔

(16) سید سلطان بادشاہ۔ جنگل خیل۔ کوہاٹ۔

(17) پیر سید بادشاہ۔ منصور خیل۔ کوہاٹ۔

(18)سر اولف کیرو۔ سسیکس۔انگلینڈ۔

(19)مشتاق حسین شاہ بخاری۔ پیر سباکی۔ پشاور

(20)الحاج قاری سید محمد عباس۔استر زئی۔ کوہاٹ۔

(21)پیر محمد یونس شاہ۔ کٹر کی۔ میانوالی۔

(22)مولانا سمیع الحق۔اکوڑہ خٹک۔ پشاور۔

(23)حاجی محی الدین۔ منصور خیل۔ کوہاٹ۔

(24)سید نو بہار شاہ۔شیدو

(25)پیر شاہجہان پیر درہ ا٘رمڑ پایاں نوشہرہ۔پشاور

(26)سید تعظیم علی نقوی ناظم آباد کراچی۔

حواشی

1۔ پیر محمد مظفر شاہ نے کتاب ''قصتہ المشائخ''کا جو نسخہ اپنے ہاتھ سے 10 جمادی الثانی 1269ھ کو قلمی کیا ہے اس میں بعض جگہ سباق درج جبکہ اکثر جگہ ''سباک'' لکھا ہوا ہے۔اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ سباق زمانہ حال کی ایجاد نہیں ہے۔

2۔ اسمار علاقہ کونڑ (افغانستان) کی تین چھاؤنیوں میں سے ایک ہے۔ پیر سباک کے بڑے بھائی پیر عمر کی اولاد 'کنڑ' میں آباد بیان کی جاتی ہے۔ شجرہ نویس نے شاید ان کے مزار کو شاہ اسماعیل کے مزار سے غلط ملط کر دیا ہے یا یہ ہو سکتا ہے کہ اسمار علاقہ خوست میں بھی کسی شہر کا نام ہو۔ واللہ 'اعلم۔

3۔ڈنگری پیر کامزار اقدس بانڈہ داؤد شاہ (کوہاٹ) میں واقع ہے۔ان کا اصلی نام نعمان تھا اور وہ روحانی بابا کی اولاد میں سے تھے۔ قاضی عبدالحلیم اثر افغانی کے اس دعوے کے برعکس بحوالہ "تاریخِ خٹک" (صفحات 297-98) مصنف عقاب خٹک لکھتے ہیں "ڈنگرزی دراصل غوری خان عرف ڈنگر بابا کی اولاد ہیں۔ جس سے انکا شجرہ آٹھویں پشت میں ملتا ہے۔ جو تقریباً 1630ء کے زمانے کا آدمی ہے یعنی محمد افضل اول سے سو سال پہلے کا۔

4۔ مطیع۔ فرماں بردار۔

5۔ شیخ آدم حضرت کاکا صاحبؒ کے پردادا تھے یعنی کاکا صاحب ابن بہادر بابا ابن مست بابا ابن سید غالب ابن سید آدمؒ۔ سید آدمؒ علاقہ خوست میں رہتے تھے۔ بعد از وفات ضلع کوہاٹ کے کربوغہ نامی گاؤں میں ان کی تدفین ہوئی۔

6۔روشن خان نے حواشی تواریخ حافظ رحمت خانی میں ایک شجرے کے حوالے سے (صفحہ 848) اخون سالاک یا خوند چالاک کا نام اکبر شاہ لکھا ہے۔ شاید عقاب صاحب نے دلبر شاہ کوہاٹی مرحوم کے پاس "مجمع الانساب" نام کی جس کتاب کا حوالہ دیا ہے اس میں غلطی سے پیر چالاک کو اخوند چالاک سمجھ لیا گیا ہو اور پھر اکبر کو پیر سباک، پیر عمر اور منصور کا بھائی لکھا ہو۔

7۔ موضع لکی پیر خیل میں "میر خس بابا" کا مزار مشہور معروف ہے۔

8۔ شجرہ نسب میں اخون سالاک صاحب کا اسم گرامی امان اللہ بن یعقوب بن سلیمان درانی کابلی درج ہے اور اخون سباک رحمتہ اللہ علیہ کا اسم گرامی عبدالجبار درج ہے۔ (مکتوب میاں شاکر اللہ۔ گوجر گڑھی مورخہ 7-10-1976)

9۔ خوشحال خان خٹک ابن شہباز ابن یحییٰ ابن ملک اکو۔

10۔ شہزادہ سلیم نورالدین جہانگیر تخت نشینی سے دو سال قبل زمانہ شہزادگی میں غالباً مارچ 1603ء مطابق 1021ھ میں ہندوستان سے کابل جاتے ہوئے اس طرف سے گزرا۔ اس نے نوشہرہ میں قیام کیا۔ جاگیر دینے کا واقعہ اغلباً اسی سال واقع ہوا ہوگا۔

11۔ در طریق سہروردی بوداُو — ہم مرید والد خود بوداو
شاہ اسمٰعیل بود از سہرورد — والد واجداد شاں آنہار اسپرد
بود ایشاں در طریق سہرورد — تاجلال الدین سرخ آنرا برد

12۔ کاکا صاحبؒ اپنی گفتگو میں اس صحبت بابرکت کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ شیخ جمیل بیگ جو کاکا صاحبؒ کے مرید خاص تھے۔ اور وجد وسماع کے قائل تھے۔ کاکا صاحبؒ نے ایک دفعہ ان کے سامنے پیر سباکؒ کے وجد میں آنے کا ذکر فرمایا تھا۔ یہ بھی ایک خاص اشارہ تھا۔

13۔ کتاب ''قصتہ المشائخ'' میں لکھا ہے کہ شیخ آدم بنوریؒ کے 360 خلفاء (سی صدو شصت) اکمل تھے جن میں مولانا محمد شریف شاہ آبادی۔ مولانا ابوالفتح، مولانا شیخ فرید اکبرپوری۔ مولانا حاجی عبداللہ کوہاٹی۔ ملا یار محمد پاپینے۔ مولانا یار محمد سہرندی۔ مولانا یار محمد کل بہاری۔ مولانا حافظ محمد مراد پشاوری المعروف شیخ حبیب شاہ۔ حاجی دریاخان چمکنی اور شیخ الشیوخ حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ شامل تھے۔

14۔ ''قصتہ المشائخ'' میں مولانا سید عبدالشکور کو شیخ سعدی لاہوری کا خلیفہ اور حضرت سرالاعظم شیخ یحییٰ کا پیر بھائی لکھا ہے اسی کتاب میں حضرت سرالاعظم کے خلفاء کے جو نام درج ہیں ان میں مولانا محمد عمر پشاوری، مولانا سید جنید پشاوری، مولانا شیخ رحیمداد۔ مولانا حاجی سید نجم الدین، مولانا عبدالواحد، ملا مصری، مولانا عنایت کفش دوز اور سید السادات حافظ کلام ربانی محبوب سجانی حافظ محمد معصوم پیر سباکی شامل ہیں۔

15۔ میرے خیال میں حضرت سیدنا و مولانا السید الشیخ سید علی ترمذی المعروف شہنشاہ خراسان بونیر بابا المعروف پیر باباؒ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ اخوند درویزہؒ جیسے سرکش نفس کو انہوں نے اپنا مرید بنالیا تھا۔

16۔ سلطان الفقراء حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''عرفان'' میں جنات کو مسخر کرنے کے باب میں لکھتے ہیں (صفحہ 31) ''طالب کامل کو اس راستے میں بے شمار فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں مثلاً بعض طالبوں کو کشف جنونی حاصل ہو جاتا ہے اور جن اسے آئندہ کے واقعات اور غائب کی خبریں بتانے لگ جاتے ہیں۔ بعض کو سلبِ امراض کی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔۔۔ بعض عالموں کا جنات پر روزینہ مقرر ہو جاتا ہے اور جن عامل کے پاس نقدی وغیرہ لاتے ہیں جس سے عامل مستغنی ہو جاتا ہے۔۔ بعض عاملوں کو آسیب زدہ لوگوں سے جِن اتارنے کا ڈھنگ آ جاتا ہے۔۔(واللہ اعلم)

17۔ ''تذکرہ'' کی عبارت یوں ہے: ''ورد واقعۃ مفتراۃً علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام من الرحمن بالتخنے والمیل الٰی الرقص والدف بحیث اتصل رادہ کتبہ صلعم فذالک افتراء کلہ و بھتان علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو کفر منھم۔۔۔''
حالانکہ رسولؐ کے دف سننے کا واقعہ بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف دونوں میں درج ہے جو احادیث کی مشہور کتابیں ہیں۔

18۔ اصل نام ''قصتہ المشائخ'' ہے۔

19۔ یہ کتاب اب میاں فردوس شاہ ساکن چشمئی نے چھاپ دی ہے۔

20۔ بلنٹر ایک نالے کا نام ہے جو آگے جا کر کلپانی میں جا ملتا ہے۔

21۔ خوشحال خان خٹک اخوند درویزہؒ کے ترجمہ قصیدہ بوصیری کے بارے میں لکھتے ہیں۔

قصیدہ د بوصیری ترجمہ کڑی
عربی تر پشتو مضحک راوڑی
ھر بیت ئی قصیدے چہ در مرجان دے
پہ پشتو کے تراور بشولا ارزان دے

22۔ سرفراز خان عقاب خٹک اپنی تصنیف ''پیر سباکؒ ''میں اخوند درویزہ صاحبؒ کے اس مسئلے میں نظریہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ''اخوند صاحب کی تصنیفات میں باوجود ان کے وسیع المطالعہ ہونے کے بہت سی باتیں قابل گرفت ہیں مثلاً آنحضرت ﷺ کی تخصیص کئے بغیر یہ لکھنا: "اگر کسی مرد نے اپنی لڑکی کا نکاح بلا استحضار گواہان کرایا اور کہا کہ خدا اور رسولؐ اور فرشتے گواہ ہیں تو وہ کافر ہوگیا۔"

23۔ خواجہ بزرگ سے مراد شیخ آدم بنوریؒ ہیں۔

24۔ شاہ معصوم پیر محمد عمر کے بھتیجے تھے لیکن عمر میں ان سے بڑے تھے۔

25۔ ''مناقب زین الدین''از خواجہ ملنگ میں لکھا ہے کہ شاہ محمد معصوم کے عہد میں افغانان 'لد اور چوروں کا قصہ بہت مشہور تھا۔ اس کے بعد کتاب ''قصتہ المشائخ'' کے لکھے کی تائید ہوتی ہے۔

26۔ مولانا حاجی محراب شاہ لکھتے ہیں: ''شجرہ طریقت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سید شاہ معصومؒ شاہ جہان آباد سے پشاور تشریف لائے تھے اور یہیں قیام پذیر ہوئے نیز عام لوگوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید شاہ معصومؒ شہید بھی ہیں اور غازی بھی آپ جہاد کرتے کرتے اس مقام پر پہنچے تو آپ کے ساتھ آپ کا سر مبارک نہیں تھا آپ بے سر جسم کے ساتھ تھے۔ کسی مسلمان نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ یہیں گر کر شہید ہوگئے اس لئے اس محلہ کا نام بھی محلہ سید شاہ معصوم پڑ گیا۔'' اب اثر صاحب لکھتے ہیں۔ ''شاہ جہاں آباد وہی مقام ہے جو پیر سباک کے مغرب میں واقع اور آج کل نوشہرہ کلاں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔''

27۔ محمد شرف۔ محمد اشرف۔

28۔ پیر مہر علی شاہ کے ایک ماموں فضل دین صاحب تھے۔ بیعت ان ہی سے لی ہوگی جو پیر مہر علی شاہ صاحب کے بھی پیر طریقت تھے۔

29۔ موضع اکوڑہ خٹک میں میر مشرف کی اولاد کا حصہ کافی عرصہ تک موجود رہا۔ جب بڑے بازار کی دکانیں بننی شروع ہوئیں تو میر مشرف کے پوتے صاحب شاہ نے یہ زمین بغرض تعمیر دکانات مختلف لوگوں کو دے دی۔ (راوی نعیم شاہ)

30۔ معلوم ہوتا ہے کہ میر مشرف کی والدہ شہباز خٹک کی رشتہ دار تھیں۔

31۔ یہ کتاب یوسف زئی قوم کی تاریخی نقل و حرکت اور دیگر قبائل کے ساتھ جنگ و جدل کی داستان ہے۔ پیر معظم شاہ کے اس کام کو راورٹی، برنارڈورن، الفنسٹن اور بیلیو جیسے مستشرقین نے بھی سراہا ہے۔

32۔ پیر مظفر شاہ کی ایک بیٹی بی بی فاطمہ المعروف "کالے نیا" بھی جید عالمہ دین تھیں۔ اپنے عظیم المرتبت والد کی وفات کے بعد شرعی مسائل کے قضیوں کا فیصلہ وہی کرتی تھیں۔

33۔ حال ہی میں کتاب "قصۃ المشائخ" کا ایک قدیم ترین نسخہ میرے ہاتھ لگا ہے۔ اس میں بھی شجرہ اوچ شریف کے بزرگوں کے واسطے سے امام موسیٰ کاظمؒ سے ملتا ہے۔

34۔ اس کتاب کی کتابت تقریباً مکمل ہو چکی تھی کہ سرگودھا کے حافظ غلام فرید صاحب کی تصنیف "احوال العارفین" زیر نظر ہوئی۔ اس کتاب میں حاجی عبد الشکور پیر سباکی اور ان کے صاحبزادگان حضرت شاہ محمد معصوم شاہجہان آبادی پشاوری قدس سرہٗ اور حضرت شیخ سید میر محمد شاکر کے بارے میں جو مفصل معلومات درج ہیں وہ راقم الحروف کی تحقیق کی تصدیق کرتے ہیں۔

35۔ یہاں زمانہ حال کے دو پیر سباکی بزرگوں کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے جو سید اکبر شاہ کے ناموں سے گزرے ہیں۔ ایک ساکن شیدو کے جو قلندریہ سلسلہ کے بزرگ تھے۔ ان کے مزار مبارک پر ہر سال پھولوں کی ایک چادر چڑھائی جاتی ہے۔ یہ ڈالی کراچی سے ان کے عقیدت مند ساتھ لاتے ہیں۔ سید اکبر شاہ مرحوم قلندریہ رفاعیہ سلسلے کے بزرگ تھے۔ قلندر کی تعریف یہ ہے جو اعمالِ نافلہ کم کرے اور قلب سے ذکر و شغل

زیادہ کرے۔اس کو اعمالِ ظاہرہ میں فرائض اور واجبات کے سوااور اعمال کا اہتمام نہیں ہوتا بلکہ باطن کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے۔(رسالہ الابقاء از مولانا اشرف علی تھانویؒ)۔اسی طرح رفاعیہ سلسلہ شیخ احمد کبیر رفاعی قدس سرہ' سے منسوب ہے۔ شیخ احمد کبیرؒ وہ ہستی ہیں کہ آپ نے روضۂ اقدس ﷺ پر عرض کیا کہ آپ اپنا مبارک ہاتھ دیجیے کہ میں اسے بوسہ دیکر عزت حاصل کروں۔اسی وقت روضۂ اطہر ﷺ سے دستِ مبارک چمکتا ہوا نکلا اور آپ نے اسے بوسہ دیا۔'بنیان المشید' آپ کی تصنیف ہے۔معرفت اور حقیقت کا خزانہ ہے۔مبتدیانِ معرفت کے لیے بہت مفید اور نافع ہے۔

36۔ سید اکبر شاہ 1907ء میں موضع شیدو میں پیدا ہوئے۔صوبہ سندھ اور کراچی میں انکے بہت سے مرید تھے۔کراچی میں بنارس مارکیٹ کے ساتھ ایک عالیشان مکان ان کی ملکیت تھا جو ان کے ایک مرید جوناگڑھ کے نواب نے ان کو دیا تھا۔سید اکبر شاہ پاک پٹن شریف سے واپسی پر بیمار ہوئے۔سی ایم ایچ پشاور میں اتوار 1965ء وقتِ سحر چار بجے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔دوسرے دن جنازے میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ان کے مرید سرکاری افسران کراچی سے جہاز کے ذریعے آئے۔بمقام شیدو دفن ہوئے۔سید اکبر شاہ کے حالاتِ زندگی ایک کتاب کی صورت میں نوشتہ ہیں۔یہ کتاب انکے بیٹے ہستم شاہ کے پاس ہے۔سید اکبر شاہ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔سید مقبول شاہ' سید خادم شاہ' سید ہستم شاہ۔انکی ایک بہن شیدو کے گیلانی سید اور وکیل سید ظہور الحق برادرِ عبد اللہ شاہ ایڈیٹر رسالہ 'افغان' اور مشہور ادیب ڈاکٹر انوار الحق پر بیاہی ہوئی تھی۔آجکل سید مقبول شاہ قادریہ۔نقشبندیہ۔رفاعی گدی نشین ہیں۔ان کے دو بھتیجے احمد شاہ کسکر اور نو بہار شاہ پشتو زبان کے خوشنوا شاعر اور ادیب ہیں۔

سید اکبر شاہ کا قلمی نام 'مظلوم' تھا۔'درویش' نامی کتاب کے مصنف ہیں۔جو تا حال قلمی ہے۔اسکے علاوہ ایک ڈائری میں فقیری اور درویشی کے رسم و رواج ان کے نوشتہ ہیں۔انکا شجرہ نصب یوں ہے۔سید اکبر شاہ ابن سید

پہلوان شاہ ابن فضل شاہ ابن زاور شاہ ابن منور شاہ ابن سید بہاء الدین ابن ضیاء الدین ابن پیر قمر الدین ابن رحیم الدین ابن شہاب الدین ابن پیر سباکؒ۔

37۔ دوم موضع پیر سباک کے مولانا سید اکبر شاہ ابن معصوم شاہ ابن حیدر شاہ تھے جو مدرسہ امینیسیہ دہلی کے مولانا کفایت اللہ صاحب کے تلامذہ میں سے تھے اور مولانا نصیر الدین غور غشتیؒ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی تھی۔

38۔ تفسیر یعقوب چرخیؒ (فارسی) ۔اسمیں تسمیہ۔ تعوذ اور فاتحہ کے علاوہ آخری دو پاروں کی تفسیر موجود ہے۔یہ 851ھ - 1247ء (جو مصنف کا سالِ وفات ہے) میں مکمل ہوئی۔۔اس کے قلمی مخطوطات اکثر کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔(شرح دیباچہ مثنوی مولانا رومؒ المعروف 'رسالہ نائیہ' مصنف حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ۔ ترجمہ۔ مقدمہ وحواشی محمد نذیر رانجھا صفحہ

39۔ برادرم الطاف حسین شاہ ایم اے (سیاسیات)۔ اسلامیہ کالج پشاور کی خیبر یونین کے 63-1962ء میں صدر رہ چکے ہیں۔ ڈائریکٹر انٹرنیشنل پوسٹل سروسز اور بعد ازاں پاکستان پوسٹ اور پوسٹ فاؤنڈیشن کے سربراہ رہے۔ 'حدیث نامہ بر' کے نام سے اپنی سوانح حیات لکھی اور اپنے عالمی اسفار کا نہایت دلچسپ پیرائے میں ذکر کیا۔ ہمارے برادرِ خورد اختر حسین شاہ (ایم۔ ایس۔ سی معاشیات) گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان میں ڈائرکٹر کی حثیت سے خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔

ضمیمہ نمبرا:

حضرت پیر سباق ثانی کے خاندان کی تاریخ (تحریر سید ولی اللہ شاہ پیر سبا کی **16 جون 2016ء**)

اس جلیل القدر خاندان کا تعلق حضرت عمرؓ کی نسل سے ہے۔ان کے آباواجداد افغانستان کے علاقے گردیز پکتیا کے گاؤں زورمت نامی سے ہجرت کر کے شیخ محمدی علاقہ مہمند میں قیام پذیر ہوئے۔

گل باچاؒ(رحمت اللہ علیہ): گل باچا اس خاندان کے پہلے بزرگ تھے جو موضع شیخ محمدی سے اٹھ کر چوکی نوشہرہ تشریف لائے۔آپ نے جس محلے میں سکونت اختیار فرمائی۔وہ محلہ ملیان یعنی مولویوں کا محلہ آج تک مشہور و معروف ہے۔

حضرت محمد ضمیر گل(رحمت اللہ علیہ): اس خاندان کی دوسری اہم تاریخی شخصیت حضرت محمد ضمیر گل صاحب گذرے ہیں۔حضرت محمد شعیب تور ڈھیر باباجی (رحمت اللہ علیہ) کے مرید تھے۔1823ء کی جنگ پیر سباک میں حضرت ضمیر گل بھی اپنے مرشد عالی مقام جناب اخوند شیخ تور ڈھیر بابا کے ہمراہ شریک جہاد ہوئے۔دونوں بزرگ سکھوں کے خلاف اس جنگ میں سخت زخمی ہوئے۔محمد شعیب صاحب کو زخمی حالت میں موضع تور ڈھیر ضلع صوابی لے جایا گیا۔آپ چند دن بعد زخموں کی تاب نہ لا کر خالق حقیقی سے جا ملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ادھر محمد ضمیر گل صاحب پیر سباک گاؤں میں دریائے کابل کے کنارے زخمی حالت میں پڑے رہے۔ساداتِ پیر سباک کی ایک معتبر شخصیت۔حکیم اور جراح حضرت میر عباس شاہ صاحب کے علاج معالجے سے آپ صحت یاب ہوئے۔آپ حکیم میر عباس شاہ قدس سرہٗ کی محبت و شفقت سے اتنا متاثر ہوئے کہ آپنے موضع پیر سباک کو

ہمیشہ کیلیے اپنا مسکن بنالیااور برلب دریاایک چھوٹا ساگھر تعمیر کیا۔آپکواللہ تعالی نے ایک بیٹاعنایت فرمایاجنکااسم گرامی فقیر محمد رکھا گیا۔

حضرت فقیر محمد صاحب(رحمتہ اللہ علیہ): آپ بڑے عالم فاضل شخصیت تھے۔سلسلۂ قادریہ میں حضرت شیخ عبدالغفور باباجی سیدو شریف سوات کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔ فقیر محمد صاحب پیر سباک کے پرانے اور بڑے قبرستان ڈولئی زیارت میں علاقے کے مشہور بزرگ زیڑی باباکے ساتھ دفن ہوئے۔

حضرت محمد نورالحق بابانوراللہ مرقدہٗ: آپ فقیر محمد صاحب کے ہاں 1314ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم تخت بھائی مردان میں حاصل کی۔ جہاں پر محلہ پیران پیر سباک کے مشہور عالم اور بزرگ حضرت مولاناسیداکبر شاہ ابن معصوم شاہ (رحمتہ اللہ علیہ)آپ کے ہم درس تھے۔ مولوی نورالحق صاحب نے دورۂ حدیث علاقہ چھچھ کے معروف عالم حضرت مولانانصیرالدین غور غشتوی کے ساتھ پڑھا۔مولانا غور غشتی کا یہ پہلا دورۂ حدیث تھا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد زڑہ میانہ میں پیش امام ہوئے۔درس بھی دیا کرتے تھے۔ موضع پیر سباک کے لوگ جرگہ بناکران کے پاس گئے کہ آپ زڑہ میانہ چھوڑ کر یہاں پیر سباک میں درس وتدریس سرانجام دیں۔آپ استاد باباجی اور محدث پیر سباق کے ناموں سے مشہور ہوئے۔روایت ہے کہ آپکے حلقہ درس وتدریس میں برصغیر کے کافی شاگرد ہونے کے ساتھ ساتھ جنات کی بھی ایک بڑی تعداد موجود ہوتی تھی۔ایک رات خواب میں رحمت عالم ﷺ کو دیکھا۔ جن کا فرمان تھا کہ رشتے کیلیے مولانا خلیل اللہ زنڈو باباجی کے پاس جاؤ۔ صبح آپ نے سادات پیر سباک کے محمد کاکا(رحمتہ اللہ علیہ)اور دیگر بزرگوں کوخواب سنایا۔جب زنڈو باباجی کی خدمت میں حاضر ہوئے توانہوں نے فوراً ہاں کردی۔1377ھ میں استاد باباجی وفات پاگئے۔اللہ تعالی نے آپکو چھ (6) بیٹے عطافرمائے۔جنازہ دارالعلوم جامعہ اسلامیہ کے بانی و مہتمم پیر طریقت بادشاہ گل صاحب نے پڑھایا۔حضرت شاہ منصور باباجی۔حضرت بادشاہ گل صاحب اور اس وقت کے دوسرے مشائخ و علماء نے آپ کے بیٹے مولانا محمد

عبدالسلام کی دستار بندی فرمائی۔ موضع پیر سباک اور آس پاس کے علاقوں کے اکثر پیش امام حضرات نورالحق باباجی کے شاگرد تھے۔

حضرت مولانا عبدالسلام صاحب: آپ کی تاریخ پیدائش 18 ربیع الاول 1342ھ بروز بدھ (ستمبر 1928ء) ہے۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔ اپنے وقت کے مجدد طریقت اور قیوم زمان ٹھہرے۔ آپ نے ابتدائی علم، فقہ، صرف و نحو۔ شرح جامی تک کتابیں اپنے والد صاحب حضرت نورالحق استاد باباجی سے پڑھیں۔ ضلع اٹک کے گاؤں جلالیہ علاقہ چھچھ حصول علم کے لیے تشریف لے گئے ۔ مردان باڑی چم سنہری مسجد میں بھی قیام کیا۔ مردان کے مشہور و معروف حکیم ضیا السلام صاحب مرحوم کے والد باجوڑو حکیم صاحب سے طب کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ 1954ء میں باقاعدہ طبیہ کالج لاہور سے امتیازی حثیت سے امتحان پاس کیا۔ آخری دورۂ حدیث اپنے والد صاحب سے مکمل کیا۔ ضلع اٹک کے مشہور ولی حضرت جی بابا (رح) کے مزار پر حاضری سے دل میں تلاشِ مرشد کا شوق پیدا ہوا۔ پیدل کشمیر، سندھ، ڈیرہ نواب اور ملتان شریف کا سفر کیا۔ ملتان شریف کے تپتے ریگستانوں میں پیدل سفر کرنے کے بعد جب آپ سو گئے تو خواب میں رحمت عالم ﷺ نے آکر فرمایا۔ کہ مانوے شریف (افغانستان) میں کریم دادا نخری حضرت صاحب کے پاس چلے جاؤ۔ وہ سلطان العارفین ہیں۔ پشتو میں وہ گاؤں (مانڑؤکے) ہے۔ حضرت انخری باباجی (رح) سلسلہ قادریہ سہروردیہ میں سرکنڈو کے حضرت مولانا محمد اکبر صاحب کے خلیفہ مجاز تھے۔ انخری حضرت کی وفات کے بعد آپ نے ضلع اٹک ہٹیاں دریا شریف کے حافظ عبدالغفور باباجی (رح) سے سلسلہ نقشبندیہ اور چشتیہ میں بیعت کی۔ دریا شریف کے حضرت صاحب گولڑہ شریف کے بابوجی صاحب (رح) کے خلیفہ اور ماذون تھے۔ بڑے بڑے جید علماء آپکے (عبدالسلام صاحب) کے خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔ افغانستان، سعودی عرب، شام، ترکی اور اردن، ہر جگہ آپکے مریدین موجود ہیں۔ دارالعلوم فیض القرآن آپکا قائم کردہ ہے۔ جہاں سے کافی طلباء ہر سال حفظ و علم حاصل کرنے کے بعد فارغ ہوتے

ہیں۔24 مئی 2004ء میں ولایت کے یہ سرخیل اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ حافظ قاری بشیر احمد صاحب نے آپکا جنازہ پڑھااور آپکے جانشین ہوئے۔

(**نوٹ**۔راقم این حروف سید ولی شاہ پیر سباکی حضرت عبدالسلام صاحب کے مرید اور فیض یافتہ ہیں ۔ چراغ)

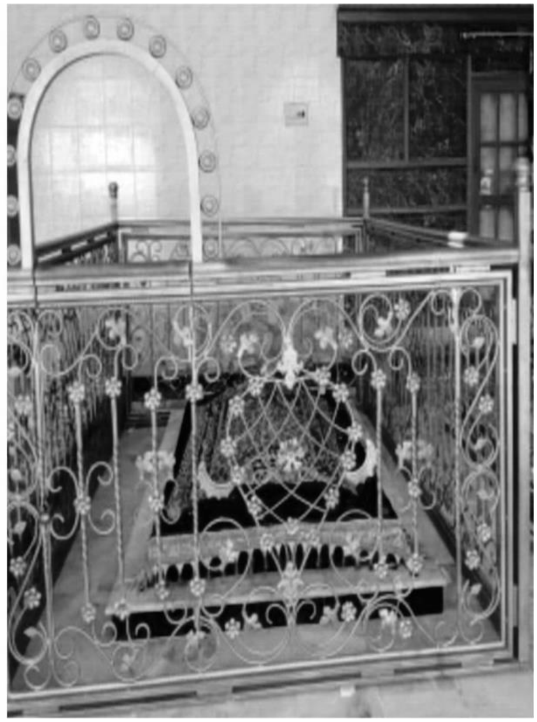

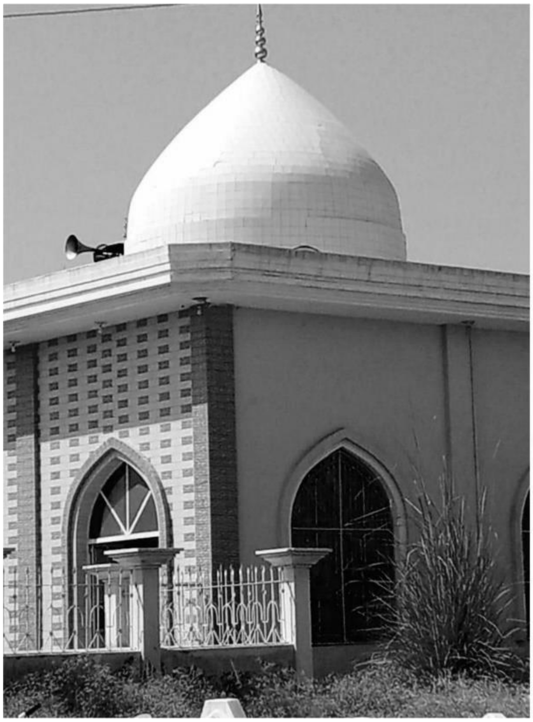

روضہ مبارک حضرت مبدالسلام فاروقیؒ۔المعروف بہ پیر سباک ثانی۔بمقام موضع پیر سباک(ضلع نوشہرہ)

ضمیمہ نمبر2

رابن ہڈ آف کوہاٹ پیر حبیب شاہ کی قبر پشتونستان چوک کوہاٹ میں واقع ہے۔ان کی عوامی مقبولیت اور خدمت کے اعتراف میں ان کے بھائی پیر دلاور شاہ پچھلے الیکشن میں کوہاٹ سے ایم۔این۔اے منتخب ہوئے۔ جنگل خیل کوہاٹ میں پیروں کی اس شاخ کا تعلق ساداتِ کاٹ غر (باجوڑ ایجنسی) سے ہے۔یہ بھی پیر عمر ولد شیخ ابو بکر (رح) کی اولاد سے ہیں۔والدم صاحب مرحوم کی ڈائری میں جو سید میاں گل شاہ صاحب ولد سید امیر شاہ کے قلمی شجرے سے نقل ہے۔ ساداتِ کاٹ غر کا شجرہ یوں درج ہے : پیر پیاؤالدین ابن پیر زین الدین ابن پیر طلب الدین ابن سید امر ابن میر عزیز ابن سید مسعود شاہ ابن احمد شاہ ابن محمد علی شاہ۔

ملنے کا پتہ

سید مشتاق حسین شاہ الفیصل سٹریٹ باڑہ گیٹ پشاور
سعیدیہ کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور

Mushtaq-h-shah@yahoo.com
سید الطاف حسین شاہ

سیکٹر آئی-ایٹ-تھری، اسلام آباد

ahshah44@gmail.com

مصنف

ڈاکٹر سید چراغ حسین شاہ، حیات آباد، پشاور
+92 344 8928665/ 091 586 0218